

سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مستند و مکمل ترین سوانح حیات

حضرات اولیائے چشت کے مختصر حالات زندگی



ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی



سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مستند و مکمل ترین سوانح حیات

حضرات اولیائے چشت کے مختصر حالات زندگی

ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

مکتبہ بیکان

لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

فہرست

53	7	خواجہ اعظم کو ولایت ہند	عرض مولف
54	8	خواجہ بزرگ کی ہندوستان روانگی	پیش لفظ (دوسرا ایڈیشن)
56	9	خواجہ بزرگ کو روکنے کی تدبیریں	معروضات مولف
57	11	خواجہ اعظم کا اجمیر کا سفر	حمد
59	12	راجہ پرتھوی کا سخت رویہ	نعت
60	13	راج پرتھوی راج کو دعوت اسلام	تصوف یا صوفی
61	14	شہاب الدین کو خواب میں فتح کا مرثدہ	تصوف کی تاریخ
61	20	فیصلہ کن جنگ	مختصر تذکرہ مشائخ چشت
64	37	شہاب الدین کی حکمت عملی اور فتح	خاندان کے مختصر حالات
65	38	شہاب الدین دربار خواجہ میں	ولادت باسعادت
66	39	حضرت سید حسین مشہدی کا تقرر	آپ کے والد کا وصال اور ترکہ
66		تارا گڈھ پر حضرت سید حسین کی شہادت	ایک مجذوب سے ملاقات اور
	40	حضرت خواجہ بزرگ کا دہلی سفر اور	انقلاب حیات
67	41	بابا فرید پر انعام و کرام	خواجہ بزرگ راہ معرفت پر
68	41	حضرت خواجہ کا نکاح اول	شجرہ بیعت
68	49	حضرت خواجہ کا سفر دہلی دوسری بار	خرقہ خلافت و جانشینی
69	50	حضرت خواجہ کا عقد ثانی	ہندوستان سے چشتیوں کا پہلا تعلق
		حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو	سفر حرمین اور اصفہان میں قطب
69	52	خلافت و سجادگی عطا کر کے رخصت کرنا	صاحب کا بیعت ہونا

نام کتاب : سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مصنف : ڈاکٹر سید آفاق احمد کالمی

اہتمام : میاں وقار احمد کھٹانہ

ناشر : مکتبہ جمال • لاہور

مطبع : تایا سنز پرنٹرز • لاہور

اشاعت : 2014ء

قیمت : 250 روپے

مکتبہ جمال

تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Cell: 0300-8834610 Ph: 042-37232731

maktabajamal@yahoo.co.uk

mjamal09@gmail.com

حضرت خواجہ کی سیرت

ذوق سماع

سماع

آپ کی تصانیف

عرس

حضرت خواجہ کی ازواج و اولاد

آپ کی اولاد کا سلسلہ

تعلیمات

آپ کے مشہور خلفاء

مبلغ اعظم ہند

عملیات و وظائف

کرامات خواجہ اعظم

مکتوبات

سجادہ نشین حضرت خواجہ معین الدین چشتی

تاریخ درگاہ ایڈمنسٹریشن

71 حضرت خواجہ کا وصال

73 مراسم و معمولات درگاہ شریف

74 پیر زادگان

78 خدام صاحبان

78 اولیاء کرام صوفیاء و علماء کی حاضریاں

82 سلاطین کی حاضریاں اور نذورات

86 سرکردہ اور مشہور غیر مسلموں کی حاضریاں

115 عمارات درگاہ شریف

117 اجمیر، مختصر جغرافیہ اور تاریخ

123 بزرگوں کے مزارات اور چلے

125 اجمیر کی مشہور عمارات

129 شجرہ پیران چشت

132 غریب نواز

135 شان اولیاء

140 حواشی

عرض مولف (طبع سوئم)

سوانح خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ عقیدت مندان خواجہ اور اہل ذوق نے بڑی دلچسپی سے مطالعہ کیا اور خطوط کے ذریعہ میری ہمت و حوصلہ افزائی کی۔ کتب خانوں میں یہ نسخہ نایاب تھا دوسری کوئی غیر جانبداری مستند و مکمل سوانح عمری دستیاب نہ تھی۔ قارئین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے تیسرا ایڈیشن نئے موضوعات اور اضافوں کے ساتھ پریس میں جارہا ہے۔

افسوس سنین ولادت اور وفات میں جہاں کتابوں نے غلطی کی ہے وہیں تذکرہ نگاروں میں بھی اختلاف ہے۔ جن پر اکثریت متفق ہے اس میں صحیح سن لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اکثر مولفین کرامت کے کہرے میں پھنس کر رہ گئے ہیں اور تعلیمات حضرت خواجہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ چند مولفین نے بغیر تحقیق کے مبالغہ آمیز واقعات لکھے ہیں جو خلاف شرع ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات خواجہ نے شریعت سے سرمو تجاوز نہیں کیا ہے۔

آج کل تعلیم یافتہ طبقے کا مزاج بدل گیا ہے۔ وہ واقعات کو صرف عقیدت کی بنا قبول نہیں کرتا بلکہ صحیح واقعات کے تجسس اور تلاش میں رہتا ہے۔ میں نے کتاب میں اس بات کا بھی خیال رکھا ہے اور مختصر اور جامع حالات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کو ۷۸۶ء میں عرس کے موقع پر پیش کرنے کی غلت میں بھی پورے واقعات لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کو بروقت قارئین کو پیش کرنے میں جناب ایم محمود خان صاحب نگرہاں ہماری طاقت پبلیکیشن جے پور اور انعام الرحمن نیازی کا خصوصی تعاون حاصل ہوا ہے۔ دیگر حضرات نے جو مدد فرمائی ہے ان کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

اجمیر شریف

اکتوبر ۱۹۹۸ء

خاک پائے بزرگان
ڈاکٹر آفاق احمد کاظمی

معروضات مؤلف (طبع اول)

سرتاج اولیاء حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی آٹھ سو سال قبل ہندوستان میں رونق افروز ہوئے۔ سینکڑوں کتابیں آپ کی سوانح حیات پر لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ اکثر و بیشتر کتابیں اصول تاریخ نویسی کو مد نظر رکھ کر نہیں لکھی گئی ہیں۔ کئی کتابوں میں انشاء پر دازی اور تاریخ میں امتیاز نہیں رکھا۔ کہیں مجمع و منقشی عبارت آراء میں اصل مفہوم کو چھوڑ دیا ہے۔ تاریخ میں غیر جانبداری اور حقیقت بیانی سے کام لینا ضروری ہے۔ جذبات عقیدت میں ان اصولوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ گزشتہ چند سالوں سے تجارتی مقصد کو سامنے رکھ کر معمولی کاغذ پر ادنیٰ درجہ کی کتابت سے کتابیں بازار میں آرہی ہیں۔ بعض مولفین نے دو چار کتابوں کو سامنے رکھ کر واقعات کی تحقیق و تصدیق اور موازنہ کر کے کتابیں مرتب کر لی ہیں ایسی کتابوں سے تعداد میں اضافہ ہوا ہے لیکن معمولات سے عاری نظر آتی ہیں۔

میرا خیال ہے سلطان الہند پر جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں شاید اولیاء کرام میں کسی اور پر کوشش نہ کی گئی ہو۔ کسی ایک موضوع پر وضاحت سے لکھا ہے تو کسی نے دوسرے موضوع پر وضاحت سے لکھا ہے دوسرے موضوعات کو مفصل بیان کیا ہے غرض یہ کہ واقعات سب آگئے ہیں لیکن وقت کا تقاضا پورا نہ ہوا ہے۔ بہر حال مکمل اور جامع حالات مع اسناد کی تشنگی رہ جاتی ہے۔ وقت کی قیمت زیادہ ہے لوگوں کو ضخیم کتابیں دیکھنے کی فرصت نہیں کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کا رجحان ہے۔

سادہ اور عام فہم زبان عوام میں مقبول ہو رہی ہے ان سب باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے میری خواہش تھی کہ کوئی کتاب ایسی ترتیب دی جائے جس میں تمام واقعات اور صحیح حالات مع اسناد آجائیں۔ بظاہر یہ کام آسان نہ تھا لیکن خواجہ اعظم کارو حانی تصرف یا کرامت سمجھنا چاہیے کہ مجھ جیسے ادنیٰ شخص سے یہ اعلیٰ کام لے لیا۔ مجھے حیرت ہے کہ اس کتاب کی تکمیل کس انداز میں ہوئی۔ میں اپنی خوش قسمی سمجھتا ہوں کہ میں اجمیر میں پیدا ہوا۔ عربی فارسی مدرسہ سے کالج

پیش لفظ (طبع سوئم)

میں نہایت محسوس کرتے ہوئے اہل علم و ادب کا مشکور ہوں انہوں نے میری ادنیٰ کوشش کو سراہا۔ سوانح حضرت خواجہ معین الدین مقبول خاص و عام ہوئی۔ اس سلسلہ میں خصوصاً محترم بزرگ جناب اکبر علی خان صاحب (سابق گورنر یوپی) عالی جناب امین الدین خان صاحب گورنر پنجاب، علامہ انور صابری اور دیگر معزز حضرات نے اس تالیف کو پسند فرما کر بالمشافہ اور خطوط کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے میں بے حد ممنون ہوں۔ یونیورسٹیوں اور تحقیقاتی اداروں نے جس قدر و منزلت کا اظہار کیا ہے ان کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں ادارہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس کی اشاعت میں مستعدی سے کام لیا ہے۔ ۱۹۸۲ء

ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

تک تعلیم کے ساتھ یہاں کے گہرے مطالعہ کا موقع ملا۔ حضرت خدام صاحبان سے دیرینہ تعلقات ہیں اور سجادہ نشین و پیرزادگان سے قربت داری ہے۔ درگاہ شریف کے قریب رہنے سے شب و روز میں کئی بار روضہ کی زیارت ہو جاتی ہے۔ میری طبیعت کا رجحان ادبی اور مذہبی لوگوں کی صحبت کا رہا ہے۔ زہے نصیب مجھے یہ ماحول ملا اور اس سے استفادہ حاصل کیا جن حضرات سے مجھے اس کتاب کی تالیف میں مدد ملی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ (۱) جناب عبدالباری صاحب معنی مرحوم خادم خواجہ مولف تاریخ السلف و ہمارے خواجہ وغیرہ۔

(۲) جناب نواب محمد خادم حسن زبیری مرحوم گدڑی شاہی۔ مولف معین الارواح۔ معین العارفین۔ بادہ معرفت۔ صحیفہ معانی وغیرہ (۳) جناب مولانا حبیب اللہ خان صاحب فصاحتی مرحوم (۴) مولانا حافظ قاری عبدالرحمن عراقی۔ مولف ”عطائے رسول“ (۵) پیرزادہ سید علم الدین صاحب علمی۔

(۶) جناب مولانا سید انوار الحسن ہاشمی صاحب خاکی مولف مبشرات دارالعلوم (۷) جناب ڈبلو ڈی بیگ صاحب مولف ہولی بائیوگرافی آف خواجہ معین الدین چشتی اور فائیو بگ صوفیہ۔ مجھے کتب کی فراہمی میں مندرجہ ذیل حضرات کا پرخلوص تعاون حاصل رہا۔ جناب سید امین الرحمن نیازی پیرزادہ عزیزم سید غالب الرحمن نیازی پیرزادہ سید بختیار علی صاحب۔ نام کتب جن پر تالیف کا انحصار ہے۔

(۱) انیس الارواح (۲) دلیل العارفین (۳) مونس الارواح (۴) معین الاولیاء (۵) منتخب التواریخ (۶) احسن التسمیر (۷) خزینۃ الاصفیاء (۸) مسالک السالکین (۹) تاریخ فرشتہ (اردو) (۱۰) مجالس غریب نواؤں (۱۱) تذکرۃ الاولیاء (۱۲) تذکرۃ الاولیاء چشت (۱۳) ہسٹری آف اجمیر۔ نام کتب جن سے مدد حاصل ہوئی (۱) واقعات الصالحین (۲) فضائل صدقات (۳) مکمل سوانح عمری غریب نواؤں (۴) عطائے رسول (۵) معین الارواح (۶) تاریخ السلف (۷) معین الہند (۸) چشتی بڑی (۹) ماہتاب اجمیر (۱۰) ہولی بائیوگرافی آف حضرت خواجہ معین الدین چشتی (۱۱) انڈین ہسٹری ہیڈول ایچ (۱۲) تاریخ الاولیاء (۱۳) سید الاقطاب (۱۴) خیر المجالس (۱۵) ثار خواجہ (۱۶) وقائع شاہ معین الدین (۱۷) اقتباس الانوار (۱۸) اخبار الاخبار۔

ڈاکٹر سید آفاق احمد کاظمی

سلطان الہند خواجہ خواجگان

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

چومن پر جرم و عصا نم توئی غفار یا اللہ
بجواب مستی و غفلت مرتا پا گنہگارم
چنین کز فعل زشت من خلاق مجملہ بیزارند
چناں کن از کرم بر من بناء توبہ مستحکم
چناں کن از کرم عدول بحق احمد مرسل
نیا بد درد جو من زینکی بچ کرد آرے
رود ہر لحظہ در طاعت دل من جانب دیگر
چوں گور تیرہ تر و حشت نماید بر من مجرم
چومن با عیب و نقصا نم توئی ستار یا اللہ
بذکر و طاعت خود کن مرا بیدار یا اللہ
تو باماباش خوشنود و مشوبے زار یا اللہ
کہ رانم برزباں ہر لحظہ استغفار یا اللہ
عذاب مرگ چوں گرد و مرادشوار یا اللہ
بہ بخشا بر من عاصی بد کردار یا اللہ
چنین و سواس شیطانی زمن بردار یا اللہ
بشمع مغفرت گرداں پر از انوار یا اللہ

معین الدین عاصی را کہ می نالہ بصد زاری

گنا ہم بخش ایمان را سلامت دار یا اللہ

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی

درجاں چو کرد منزل جانان ما محمد
صدر کشا دور دل از جان ما محمد
از درد زخم عصیاں مارا چہ غم چو سازد
از مرہم شفاعت دربان ما محمد
مستغرق گناہیم، ہر چند عذر خواہیم
پڑ مردہ چو گیا ہم باران ما محمد
ما طالب خدایم، بردین مصطفایم
بردر گہش گداہیم، سلطان ما محمد
درباغ دیوستانم دیگر مجو معینے
باغم بس است قرآن، بستان ما محمد

——*

تصوف یا صوفی

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار انبیائے کرام بھیجے ہیں جس دور اور جس وقت میں جن خرابیوں نے شدت اختیار کی تو ان خرابیوں اور برائیوں کو مٹانے کے لیے اس نبی کو معجزہ عطا فرمایا۔ جیسے حضرت موسیٰ کو ساحری (جادوگری) ختم کرنے کے لیے عصا عطا فرمایا۔ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں طب کا دور دورہ تھا تو ان کو ایسا معجزہ عطا کیا گیا کہ آپ نے مردوں کو زندہ کر دیا۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا اب تک جو تمام معجزات تمام نبیوں کو دیئے تھے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ معجزات عطا فرمائے۔

اسلام ایک مکمل جامع مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کو ذہنی، عقلی، جسمانی، اخلاقی، معاشرتی، سماجی تمام ضرورتوں کا کفیل بنایا ہے۔ خدا کو پہچاننے اور خدا تک پہنچنے کا علم عطا فرمایا۔ اس طرح اسلام ایک ضابطہ حیات ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ میں یہ اصول قائم رہا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی، کمی یا زیادتی کرنے کی قطعی گنجائش نہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ جس انداز میں گزاری اس کی پوری پوری اتباع صحابہ کرامؓ نے کی۔ مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ باعث فخر اور فضل لقب صحابی ہو سکتا تھا۔ اس لیے اسی لقب سے اس وقت کے افاضل موسوم ہوئے۔ ان کے بعد جب دوسری نسل آئی تو ان صحابین صحابہؓ کے لیے تابعی کی اصطلاح آئی اور ان کی آنکھیں دیکھنے والے تبع تابعین کہلاتے ہیں۔ ان کے بعد جب قوم زیادہ پھیلی اور طرح طرح کے لوگ پیدا ہونے لگے جب لوگوں کو امور دین میں زیادہ غلو و انہماک ہوا تو انہیں زہاد و عباد کہا جانے لگا لیکن جب بدعتوں کا ظہور ہوا اور فرقہ فرقہ الگ ہو گیا تو ہر فرقہ اس کا مدعی بن بیٹھا کہ زیادہ عباد اس میں ہیں۔ اہل سنت کا طبقہ خاص جو ذکر الہی میں مشغول اور غفلتوں سے

دور رہتا تھا اس کے لیے تصوف کی اصطلاح قائم کی۔ ابھی ہجرت کی دو صدیاں گزری ہوں گی کہ یہ لقب اس طبقہ خاص کے اکابر کے لیے مخصوص ہو گیا۔

قرآن دین کے ایک شعبہ اور ثبوت کے ایک اہم رکن کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہے اس کو ”تزکیہ“ کہتے ہیں۔ تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ انسانی تقویٰ کو بہتر اور اعلیٰ اخلاق سے مزین و آراستہ کرنا اور زائل سے پاک و صاف کرنا۔ یہ مثالیں صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آتی ہیں جو ان کے اخلاص و اخلاق کا آئینہ دار ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ”احسان“ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (متفق علیہ)

ہم دیکھتے ہیں کہ زبان نبوت اسلام و ایمان کے ساتھ ایک خاص درجہ اور مرتبہ کا ذکر کرتی ہے اور اس کو احسان سے تعبیر کرتی ہے جس سے مراد یقین و استحضار کی وہ کیفیت ہے جس کے لیے ہر صاحب ایمان کو کوشاں ہونا چاہیے جس کا شوق ہر مرد مومن کے دل میں موجزن ہونا چاہیے۔ انسان کامل کے دور رخ ہیں ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔ ظاہری رخ کو شریعت سمجھیے۔ روزہ، نماز، دوسرا رخ طریقت ہے۔ اس میں خشوع و خضوع، حضور قلب، دل سے حق تعالیٰ کا ذکر۔ اس دوسرے رخ کو فقہ باطن یا احسان کہتے ہیں۔

بہر حال یہاں لفظ تصوف اور صوفی کے متعلق واضح کرنا ہے اور آگے چل کر تصوف سے متعلق غیر مسلموں اور یورپین مفکرین کی رائے اور خیالات پیش کیے جائیں گے۔

تصوف کی تعریف

حضرت شیخ ابوالنصر سراج متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

لفظ تصوف اور صوفی کی وجہ تسمیہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے۔

ایک قول ہے کہ صوفی دراصل صفوی تھا یہ ثقیل ہونے کی وجہ سے کثرت استعمال سے صوفی ہو گیا۔ حضرت ابوالحسن قاضی کا خیال ہے کہ صوفی صفا سے مشتق ہے اور اس کا اطلاق اہل

صفا پر ہوتا ہے۔ ایک بزرگ کا مقولہ ہے جو لوگ کدورت بشریت سے پاک و صاف کر دیئے جاتے ہیں وہ صوفی کہلاتے ہیں۔

ایک بزرگ کی رائے میں ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید میں صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا اس لیے ان کو صوفی کہتے ہیں۔

○ تصوف یونانی لفظ ”صوفیاء“ سے لیا گیا ہے جس کے معنی حکمت بتائے جاتے ہیں۔
○ ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ اصحاب صفہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے۔

○ متقدمین کے نزدیک اتباع قرآن کے بعد سب سے اہم اور مقدم اتباع سنت نبوی تھی۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں ہمارا سارا علم احادیث کا نچوڑ ہے۔ مسائل تصوف تمام تر قرآن اور سنت رسول اللہ سے مستنبط ہیں۔ اسوہ رسول کے بعد صوفیہ کے نزدیک سب سے مہتمم بالشان اسوہ صحابہ ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویریؒ کے قول کے مطابق

صوفی کا ماخذ صف اول ہے۔ یہ حضرات صف اول میں رہتے ہیں۔ شیخ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب صفا سے لبریز ہو اور گرد و گندگی سے خالی ہو۔ اس مرتبہ تک کا ملان ولایت ہی پہنچ سکتے ہیں۔

اہل تصوف کے تین درجے ہیں۔

(۱) صوفی (۲) متصوف (۳) متصوف

۱۔ صوفی

صاحب وصول ہوتا ہے اسے وصل مقصود ہو۔

۲۔ متصوف

صاحب اصول ہوتا ہے کہ اصل پر قائم رہ کر اصول طریقت میں مشغول رہتا ہے۔

۳۔ مستصوف

صاحب فضول ہوتا ہے جس کی قسمت میں حقیقت سے مجبوی اور معافی سے محرومی ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جب گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان اس کی حقیقت حال کی ترجمان ہوتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضاء شہادت دیتے ہیں کہ وہ علائق کو قطع کر چکا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف نام اس صفت کا ہے جس میں بندے کی اقامت ہو۔ لوگوں نے پوچھا یہ صفت بندے کی ہے یا ”حق“ کی جواب دیا حقیقتاً یہ صفت حق کی ہے اور ظاہر بندے کی ہے۔

○ حضرت ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے کہ تصوف نام حظوظ نفسانی کے ترک کا ہے۔
○ کسی بزرگ کا قول ہے کہ صوفی وہ لوگ ہیں جن کی ارواح آلائشوں سے پاک ہو چکی ہیں اور وہ رب العزت کے حضور میں صف اول میں حاضر ہیں۔
○ حضرت ابو عمرو دمشقیؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف نام ہے کائنات کی جانب نگاہ عیب جوئی سے دیکھنے کا بلکہ سرے سے نہ دیکھنے کا۔

○ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف ایک طرح کا ترک ہے اس لیے کہ یہ نام ہے قلب کو ”غیر“ سے محفوظ رکھنے کا درآں حالیکہ غیر کا سرے سے وجود نہیں۔
○ حضرت شیخ حصریؒ کا مقولہ ہے کہ تصوف نام ہے قلب کو مخالفت حق کی کدورت سے پاک رکھنے کا۔

○ حضرت شبلیؒ سے ارشاد بھی منقول ہے کہ صوفی دونوں جہاں میں بجز خدا کسی کو نہیں دیکھتا۔
○ حضرت شیخ علی بن بندار نیشاپوریؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف یہ ہے کہ صوفی کو اپنا ظاہر و باطن نظر نہ آئے۔ سب حق ہی نظر آئے۔

○ حضرت ابوالقاسم قشیریؒ ”رسالہ قشیریہ“ میں فرماتے ہیں صوفی کی مثال مرض سرسام کی سی ہے جس کی ابتداء میں ہڈیاں ہوتا ہے اور انتہا میں سکوت یعنی جب کمال کو پہنچ جاتا ہے گو

زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ ”رسالہ قشیریہ“ باب دوم مصطلحات میں تصوف کی توسیع و تشریح کی ہے مثلاً وقت، مقام، حال، قبض و بط، ہیبت و انس تو اجد و جد و وجود، جمع و فرق، فنا و بقا، غیب و حضور، سہو و شکر، ذوق و شرف، مجاہدات، محاضرات و مکاشفہ، قرب و بعد، شریعت و طریقت و حقیقت، نفوس، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، وار و شاہد، روح و سر و غیرہ۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ”فتوح الغیب“ میں تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر بتاتے ہیں جن میں ہر ایک کا مظہر ایک نبی اولوالعزم ہوا ہے۔ ان کے آثار قدم کی پیروی طالب تصوف کے لیے ناگزیر ہے۔

۱۔ ”سخاوت“ حضرت ابراہیمؑ پر۔ ۲۔ ”رضا“ حضرت اسحاقؑ پر۔ ۳۔ ”صبر“ حضرت ایوبؑ پر۔ ۴۔ ”مناجات“ حضرت زکریاؑ پر۔ ۵۔ ”غربت“ حضرت یحییٰؑ پر۔ ۶۔ ”خرقہ پوشی“ حضرت موسیٰؑ پر۔ ۷۔ ”سیاحت (یا تجرد)“ حضرت عیسیٰؑ پر۔ ۸۔ ”فقر“ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔
حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں صوفی کے لیے لکھا ہے:
قدیم صوفیوں میں حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ سے لوگوں نے صوفی کی تعریف دریافت کی تو انہوں نے فرمایا صوفی وہ لوگ ہوتے ہیں جو ”اپنی عقل کو سنت رسول اللہ پر صرف کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں اور اپنے نفس کی خباثتوں سے اپنے سردار (رسول اللہ) کے دامن میں پناہ لیتے ہیں ان لوگوں پر صوفی کا اطلاق ہوتا ہے۔“

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری رہبری کے لیے موجود ہیں ”جب ہم ایسے شخص کو دیکھیں گے جو حدود و شرح کا استخفاف کرتا ہے نماز فرض کو چھوڑے ہوئے ہے۔ تلاوت کلام مجید اور روزہ نماز سے حلاوت نہیں پاتا اور حرام و مکروہ مقامات میں درآتا ہے تو ہم اس سے انکار کریں گے اور ہم اسے قبول نہ کریں گے اور نہ اس کا دعویٰ کہ وہ باطن صالح رکھتا ہے۔“

حضرت امام غزالیؒ سے دریافت کیا کہ تصوف کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: تصوف دو چیزوں کا نام ہے۔ اول راستی بخدا، کوئی خلق خدا جو کوئی خدا کے ساتھ راحت باز ہے اور خلق کے ساتھ نیک خواہ اور بردبار ہے وہ صوفی ہے۔ راستی خدا کے

ساتھ یہ ہے کہ اپنے وجود نفسانی کو حظوظ نفسانی کو اس کے حکم پر نثار کر دے اور کوئی خلق کے ساتھ یہ ہے کہ دوسرے کی حاجت کو مقدم رکھے مگر جو حاجت ان کی شرع شریف کے موافق ہو۔ اس واسطے کہ جو کوئی خلاف شرع کرے یا خلاف شرع خوشنودی ظاہر کرے وہ صوفی نہیں ہے اور اگر دعویٰ تصوف کا کرے تو وہ مدعی کاذب ہے۔“ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ”المنقذ من الزائل“ میں فرماتے ہیں۔

جب میں علوم سے فارغ ہو کر صوفیاء کے طریقے کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنا ہے۔ اخلاق ذمیمہ اور جنسیات خبیثہ سے پاک و منزہ ہوتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے حالی کیا جائے اور اس کو ذکر الہی سے آراستہ کیا جائے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

نیکو مثلے شنور پیر بسطام

از دانہ طمع پر کہ راستی ازدام

حضرت کتائیؒ نے فرمایا: ”تصوف خلق ہی کا تو نام ہے کہ شخص تجھ سے اخلاق حسنہ میں بڑھ گیا وہ تجھ سے صفائے قلب میں بھی بڑھ گیا۔“

غیر مسلم مفکرین کے نظریات

تصوف کے متعلق غیر مسلم مفکرین نے الگ الگ انداز میں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جن میں ڈاکٹر اگناس گولڈسیبر، پروفیسر ٹولک، پروفیسر مرگس، پروفیسر براؤن اور پروفیسر رینالڈ نکلسن وغیرہ کے نظریات لائق ذکر ہیں۔

ڈاکٹر نکلسن نے اپنی کتاب (A Literary History of Persia) اے لٹری ہسٹری آف پرشیا میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تصوف خود پیغمبر اسلام کے باطنی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ کبھی اس کو نوافلاطونیت سے متاثر ہونا لکھا ہے۔ کبھی کسی مفکر نے یونان اور ایران کے اثرات بتائے ہیں۔ کبھی کسی نے بدھ اور ہندو مذاہب کے افکار بتانے کی کوشش کی ہے اور پھر خود ہی تردید بھی کر دی ہے کہ اس کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

غرض یہ کہ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ تصوف پر ضرور نوافلاطونیت کا اثر ہوا ہے۔ ایک مفکر نے اپنی تحقیق سے کچھ لکھا ہے تو دوسرے مفکر نے اس کی تردید میں دلائل پیش کر دیئے ہیں اس طرح آراء متضاد نظر آتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام پر کسی مذہب، کسی فکر و فلسفہ کا اثر نہیں ہوا بلکہ دیگر مذاہب کو متاثر کیا ہے۔ مذہب اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے اور چودہ سو سال سے وہی قرآن اور وہی احادیث ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ آج لفظ تصوف موسوم ہو گیا ہے جو اسلام میں تزکیہ و احسان کہا جاتا ہے جس کی تعلیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین سے ہوتے ہوئے اولیائے کرام کے ذریعہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

قدیم صوفیائے کرام کی سوانح حیات اور اقوال پڑھنے کے بعد ان کا مقام اور ان کے مراتب معلوم ہوتے ہیں۔ ان بزرگان دین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر اتباع کی ہے۔ کوئی عمل کوئی فعل خلاف شریعت نہیں کیا۔ عبادات میں خشوع و خضوع نظر آتا ہے۔ ان کا کھانا معمولی ہوتا تھا اکثر روزہ سے رہا کرتے تھے۔ لباس نہایت سادہ تھا، ادائیگی سنت کا اس درجہ اہتمام رہتا تھا کہ آج فرائض بھی پوری طرح ادا نہیں ہوتے، پہلے علم دین کی تکمیل کے بعد ہی راہ معرفت اختیار کرتے تھے آج قرآن وحدیث سے واقفیت نہیں ہوتی اور قدم طریقت میں رکھ دیتے ہیں۔ جاہل صوفی شیطان کا کھلونہ ہوتا ہے۔ علم کے بغیر اس راہ پر چلنا گمراہی ہے۔ پہلے بزرگ زیادہ سے زیادہ وقت عبادات و ریاضات میں گزارتے تھے آج عبادت و ریاضت سے خائف ہیں خالی پڑی ہیں۔ آج کوئی شاعلم، کوئی ذاکر، کوئی مجاہد نہیں۔ نہ قلب میں بیداری ہے اور نہ روح کو گمانے والی محفلیں۔

”دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے“

اہل طریقت کسی بھی سلسلے سے وابستہ ہوں۔ خصوصاً مسلک چشتیہ کے پیرو ہوں یہ عہد کریں کہ ہم حضرات خواجہ معین الدین چشتیؒ کی اتباع کریں گے۔ ان کے نقش قدم پر چلیں گے اور صرف ذکر خواجہ ہی نہیں فکر خواجہ بھی کریں گے۔ جو فکر لے کر آئے تھے اس کی تبلیغ و ترویج کریں گے۔ ان کے مشن کو پورا کریں گے اور ہر خاص و عام کو یہ پیغام پہنچائیں گے:

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

یہی ایک واحد طریقہ ہے خوشنودی خواجہ بزرگ کا اور اسی مقام اعلیٰ کو پہنچنے کا۔

لباس صوفیہ

ملک کے جائے وقوع سرد گرم موسم، فرقوں، قبیلوں اور رواج کا اثر لباس پر پڑتا ہے یا زیادہ قوموں کے خلط ملط سے بھی نئے لباس نمود میں آتے ہیں اس میں پسند اور فیشن کا بھی دخل ہے۔

یہاں ہمیں لباس صوفیہ پر ایک اجمالی نظر ڈالنا ہے۔ صوفیہ کرام کے لباس مختلف ملک اور جگہ کے رواج کے مطابق رہے ہیں۔ بزرگان عرب نے عربی لباس استعمال کیا ہے اور ایران، افغانستان کے صوفیاء نے وہاں کے لحاظ سے لباس اختیار کیا ہے، عموماً بزرگوں نے سادہ ڈھیلا کرتا اور شلوار کا استعمال کیا ہے۔

ہندوستان میں سلسلہ چشت دراز ہوا اور مقامی لوگوں کے قبول اسلام کے بعد ایک دوسرے کے لباس کو اثر انداز کیا ہے۔

اے پال جوگی اپنے دور کا ایک کامل ساحر اور مذہبی پیشوا تھا۔ دیگر علوم میں کمال حاصل تھا جب حضرت خواجہ کے دست حق پرست پر ایمان لایا، مشرف بہ اسلام ہوا ان کی تمام شیطانی قوت ایمانی طاقت میں تبدیل ہو گئیں۔ خواجہ صاحب نے عبداللہ بیابانی نام تجویز فرمایا۔ ان کا لباس گہرے رنگ کا تھا، پسند اور تخصیص کے لحاظ سے ممکن ہے مسلم صوفیوں نے یہ لباس اختیار کر لیا ہو جس کا رواج آج خافقاہوں میں نظر آتا ہے۔ ورنہ تاریخ میں اس رنگ کے لباس کا ذکر کسی تذکرہ میں نہیں ہے۔ اس کا استعمال صرف ہندوستان میں ہی ٹوپی، صافہ، کرتے اور چادر کی شکل میں نظر آتا ہے اور صوفی ہونے کی علامت بن گیا ہے تاہم یہ ضروری نہیں کہ سب اس کو اختیار کریں۔

مختصر تذکرہ مشائخ چشت

اللہ نے روئے زمین پر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو مبعوث فرمایا اور نبی آخر الزماں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف بیعت جن دس حضرات صحابہ کو عطا فرمایا اور سلسلہ عرفان دراز کرنے کو خرقہ و رویشی، بخشا ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ۲۔ حضرت عمر فاروقؓ ۳۔ حضرت عثمان غنیؓ ۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۵۔ حضرت طلحہؓ ۶۔ حضرت زبیرؓ ۷۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ ۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ۹۔ حضرت سعیدؓ ۱۰۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔ سلسلہ طریقت منبع اور مرکز یہی حضرات ہیں ہر سلسلہ طریقت شروع ہو کر ان حضرات میں سے کسی ایک پر ختم ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر سلسلہ طریقت کے دس چشے ہیں اور ہر دھارا ان سے ملتا ہے ان میں سے دو سلسلے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں مقبولیت حاصل ہے جو آج تک قائم ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چار خلفاء حضرات ہیں۔

۱۔ حضرت امام حسنؓ ۲۔ حضرت امام حسینؓ ۳۔ حضرت خواجہ کمیل بن زیادؓ ۴۔ حضرت خواجہ حسن بصریؓ۔

حضرت خواجہ حسن بصریؓ کا سلسلہ طریقت حسب ذیل ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ حسن بصریؓ ۲۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؓ ۳۔ حضرت خواجہ فضیل بن غیاثؓ ۴۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؓ ۵۔ حضرت حذیفہ عرشیؓ ۶۔ حضرت ہبیرہ بصریؓ ۷۔ حضرت علوم مشاد دیوڑیؓ ۸۔ حضرت ابواسحاق چشتی شامیؓ ۹۔ حضرت خواجہ ابوالاحمد چشتیؓ ۱۰۔ حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؓ ۱۱۔ حضرت خواجہ ناصر الدین ابویوسف چشتیؓ ۱۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؓ ۱۳۔ حضرت خواجہ حاجی شریف زندیؓ ۱۴۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؓ ۱۵۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی بصریؓ۔

حضرت خواجہ حسن بصریؓ

آپ کی ولادت ۲۱ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت تھا آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔ ایک روایت کے مطابق

آپ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے خوبصورت بچے کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کا نام ”حسن“ رکھو۔ حضرت حسن بصریؒ کی والدہ ماجدہ کام میں مصروف ہوتیں اور آپ روتے تو حضرت ام سلمہؓ اپنا دودھ پلا دیتی تھیں ممکن ہے چند قطرات منہ کے ذریعے پیٹ میں پہنچ گئے ہوں جس کی برکت نے آپ کو قابل بنادیا۔ حضرت ام سلمہؓ گوماں کی طرح محبت تھی۔

حضرت خواجہ بصریؒ نے ایک سوتیں صحابہ کو دیکھا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور حضرت امام حسنؒ، حضرت امام حسینؒ اور کمیل بن زیادؓ سے فیض صحبت حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے واقعہ کے بعد آپ بصرہ تشریف لے گئے۔ ہشام بن عبد الملک کے عہد خلافت میں ہجر نو اسی سال یکم رجب یا ۴ محرم الحرام ۱۱۲ھ میں وفات پائی۔ بصرہ سے تین میل کے فاصلہ پر آپ کا مزار ہے۔ آپ کے مشہور خلیفہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ عبد الواحد بن زیدؒ۔ حضرت ابن زریںؒ ۳۔ حضرت حبیب عجمیؒ۔
حضرت شیخ عتبہ بن العلامؒ ۵۔ حضرت محمد واسع رحمہم اللہ۔

حسنؒ از بصرہ بلال از حبش سہیلؒ از روم

زخاک مکہ ابو جہل ایں چہ بواجہی ست

۱۔ حضرت مالک بن دینارؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا انسان کے لیے سب سے زیادہ خرابی کی کون سی بات ہے؟

آپ نے فرمایا ”دل کا مرجانا“ حضرت مالکؒ نے پوچھا دل کیسے مرجاتا ہے؟

۱۔ ارشاد ہوا ”دل میں دنیا کی محبت جگہ کر لے تو دل مردہ ہو جائے گا“

۲۔ کسی نے حضرت بصریؒ سے سوال کیا۔ دین کی بنیاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ”تقویٰ و پرہیزگاری“ سوال کرنے والے نے پھر دریافت کیا ”تقویٰ اور پرہیزگاری“ کو

روکنے والی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ”طمع“ اگر دل کے اندر ہو تو تقویٰ اور پرہیزگاری دور رہتے ہیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری آ بھی جاتی ہے تو طمع اس کو دور بھگا دیتی ہے۔

۳۔ جو مومن فطری عبادت لوگوں کے سامنے نہیں کرتا وہ مومن بڑا بردبار ہوتا ہے۔

۴۔ ایک روز ارشاد ہوا ”قانع آدمی دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے“ جس نے تنہائی اختیار کر لی اس کو سلامتی ملی، جس نے خواہش نفس کو ٹھکرا دیا اس کو آزادی نصیب ہوئی جس نے زبان پر قابو پالیا اس کا دل بولنے لگا اور اس کی زبان میں اثر آ گیا۔“

حضرت عبد الواحد بن زیدؒ

آپ نے چالیس روز مجاہدہ کرنے کے بعد حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے مجاہدات، ریاضات سیر و سیاحت مشہور ہیں۔ رموز باطنی حضرت امام حسنؒ سے بھی حاصل کیا۔ خرقہ خلافت آپ کو خواجہ حسن بصریؒ نے عطا فرمایا۔ آپ نے برسوں نماز فجر عشاء کی وضو سے ادا کی ہے۔

آپ فالج کے مرض میں مبتلا ہو کر معذور ہو گئے تھے چنانچہ آپ نے دربار رب العزت میں دعا کی ”یہ مرض مجھے قبول ہے میں راضی برضا ہوں لیکن اتنا کرم فرما کہ نمازوں کے اوقات میں میرے اعضائے جسمانی تندرست ہو جائیں اور قوت آ جائے کہ میں وضو کر سکوں اور طہارت نامہ کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہو سکوں۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی ۲۲ صفر ۷۷ھ میں وفات پائی۔ مزار بصرہ میں ہے۔ آپ کے خلفاء میں خواجہ فضیل بن غیاضؒ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

حضرت خواجہ فضیل بن غیاضؒ

آپ کی ولادت سمرقند میں ہوئی خراسان میں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ آپ علم تفسیر و حدیث کے امام تھے۔ حضرت امام اعظمؒ سے بھی شرف صحبت حاصل کیا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آپ کی زندگی کا خاصہ تھی۔ آپ کی زبان میں شیرینی اور نرمی تھی۔ آپ نہایت خلیق اور متین تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کی مدد اور بیماروں کی عیادت آپ کا شیوا تھا۔

حسب تحریر سفینہ الاولیاء ایک روز آپ اپنے فرزند کو باندا ز پداری پیار کر رہے تھے۔ بچے نے عرض کیا ابا جان آپ مجھ کو بھی دوست رکھتے ہیں اور خدا کو بھی یہ کیوں کر ممکن ہے ایک دل میں دو دوست جمع نہیں ہو سکتے۔ آپ نے بچے کی اس بات کو تائید غیبی خیال کیا اور راہ محبت الہی میں سب کو خیر باد کہہ کر گھر سے نکل گئے اور ایسے پیر و مرشد کی تلاش و تجسس میں رہے جو جام معرفت پلا کر محبوب حقیقی تک پہنچا دے۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ مجاہدات اور ریاضات میں مشغول رہ کر تمام رموز باطنی حاصل کیے اور پیر و مرشد نے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت بوعلی رازی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ فضیلؒ کو اپنے فرزند کی موت پر مسکراتے ہوئے پایا تو مسکرانے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا ”جس کام کو خدا نے پسند فرمایا میں بھی اس سے خوش ہوں۔“

خلیفہ ہارون رشید کو آپ نے بہترین نصیحتیں فرمائیں ہارون رشید نے ازراہ ہمدردی آپ سے عرض کیا کہ آپ کو کسی کا قرض ادا کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا مقروض ہوں اور قرض ادا کرنے میں مشغول ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ بوقت رخصت ہارون رشید نے عقیدت میں ایک ہزار دینار کی تھیلی نذر کی۔ آپ نے فرمایا سلطان تم پر اس قدر نصیحتوں کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ میں نے راہ نجات بتائی تم مجھے مصیبت میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ ہارون رشید یہ الفاظ سن کر بے حد رو دیا اور اپنے وزراء سے کہا واقعی فضیل بن غیاث فرشتہ ہیں۔

آپ کا قیام مکہ معظمہ میں تھا ایک قاری نے آپ کے سامنے سورہ فاتحہ پڑھی آپ نے سن کر با آواز بلند نعرہ حق لگایا اور جاں بحق ہو گئے۔ آپ کی تاریخ وفات ۲ ربیع الاول ۱۹۷ھ ہے۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے قریب مدفون ہیں۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم آپ کے خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہمؒ بلخی

آپ شاہ بلخ کے شاہی خاندان میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کے سلطنت چھوڑنے اور راہ محبت الہی اختیار کرنے کے اکثر واقعات میں دو واقعے بیان کیے ہیں۔

۱۔ ایک دن جبکہ آپ جنگ میں شکار کی تلاش میں سرگرداں تھے غیب سے ندا آئی ”اے ابراہیم تجھے اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے۔“ یہ فیی آواز سن کر آپ پر خوف و لرزہ طاری ہو گیا اور آپ نے سلطنت چھوڑ دی۔

۲۔ رات کو آپ اپنے محل کی چھت پر آرام فرما رہے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا آپ نے سوال کیا تم کون ہو؟ اس شخص نے جواب دیا میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں آپ نے فرمایا اونٹ چھت پر کیسے آ سکتا ہے اس شخص نے کہا تم بادشاہت کے سنہری تخت پر استراحت کر کے اللہ کی طلب رکھتے ہو بھلا اللہ یہاں کیسے مل سکتا ہے۔ اس شخص کے یہ الفاظ تیر و نشتر کی طرح دل میں پیوست ہو گئے۔ آپ کو سلطنت سے نفرت ہو گئی اور حکومت چھوڑ کر سیر و سیاحت اختیار کی۔ اس دور کے بلند پایہ بزرگ موجود تھے آپ نے کئی بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ حضرت خواجہ فضیل بن غیاث کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر باطنی کمالات حاصل کیے۔ مجاہدات اور ریاضات کی کثرت سے آپ اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ نے حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت ابو یوسفؒ کا فیض صحبت حاصل کیا۔ حضرت امام باقرؒ سے بھی آپ نے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ حضرت امام اعظمؒ نے آپ کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا کہ ابراہیم ادہم ہر وقت مشغول بخدا ہیں اور میں کار دیگر میں مصروف رہتا ہوں حضرت جنید بغدادیؒ نے آپ کو منافع العلوم ابراہیم بن ادہم کے لقب سے پکارا ہے۔

اور ادچشتیہ میں آپ کی تاریخ وفات ۵ جمادی الاول ۱۶۲ھ اور بغداد میں امام احمد بن حنبل کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سفینہ الاولیاء میں ۲۶ جمادی الاول ۱۶۲ھ کو وفات ہونا لکھا ہے اور مزار شام کے کسی پہاڑ میں ہے۔ آپ کے مشہور خلیفہ حضرت حذیفہ مرثیٰ تھے۔

حضرت حذیفہ مرثیٰ

آپ کی ولادت مرعش میں ہوئی جو دمشق کا علاقہ ہے۔ آپ نہایت ذہین تھے قریب سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ سولہ اور اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کر چکے تھے۔ آپ کی طبیعت میں سادگی اور دل میں خوف خدا تھا جب ذوق طلب بڑھا تو پیر کامل کی تلاش کی۔ بلند پایہ بزرگ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہم اللہ کی حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ کثرت مجاہدات و ریاضات سے چھ مہینہ کی قلیل مدت میں تمام کمالات باطنی حاصل کر لیے۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم نے آپ کا مجاہدہ دیکھ کر خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور فرمایا حذیفہ بزرگان دین میں تمہارا مرتبہ اعلیٰ ہوگا۔ پیر و مرشد سے اجازت لے کر رخصت ہوئے سیر و سیاحت کے بعد فریضہ حج ادا کیا۔ بعد ازاں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ اقدس پر حاضر ہوئے آپ کے ذوق عبادت کا یہ عالم تھا ایک ایک کلام پاک رات دن میں پڑھا کرتے تھے ہر وقت خوف خدا طاری رہتا اور گریہ و زاری کرتے تھے انفرادیت کے قائل تھے۔ ٹاٹ آپ کا لباس تھا آپ کی کثرت گریہ و زاری کا ایک مشہور واقعہ ہے فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر اللہ نے ایک فریق کے لیے جنت اور دوسرے کے لیے دوزخ ارشاد فرمایا ہے۔ ندائے غیب سے آپ کو بہشت میں جانے کی خوشخبری ملی۔ اس خبر سے بہت سے لوگوں نے آپ کے دست پر اسلام قبول کیا۔ ۱۴ شوال ۲۵۲ھ کو وصال ہوا۔ آپ کا مزار بصرہ میں ہے۔ خواجہ ہبیرہ بصری آپ کے مشہور خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ہبیرہ بصری

آپ بصرہ میں ۱۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کر لی تھی۔ شروع سے ہی درویشوں کی صحبت سے رغبت تھی۔ آپ کا رجحان علم باطن کی طرف

تھا۔ تیس سال تک بکثرت عبادت و ریاضت کی۔ آپ کا ہر وقت ذکر لا الہ الا اللہ مشغلہ تھا لیکن بغیر شیخ کے جلوہ محبوب سے محروم رہے۔ آپ نے بغرض بیعت حضرت خواجہ حذیفہ مرثیٰ کی جانب رجوع کیا اور شرف بیعت حاصل کیا۔ خواجہ حذیفہ کو آپ کی ریاضت و عبادت کا علم ہوا تو فرمایا ”ہمیرہ جو مجاہدہ بلا واسطہ اپنی خودی سے ہوا ہے وہ فائدہ مند نہیں ہے۔“ پیر و مرشد کے اس ارشاد کے بعد تیس سال تک پھر ریاضت شاقہ کیں پیر کامل کی توجہ سے چند دنوں میں کمالات باطنی حاصل کیے اور خرقہ خلافت پایا۔ آپ رئیس و امراء کی صحبت کو مضرب سمجھتے تھے آپ کی مجلس میں عوام سے بھی سوائے ذکر اللہ کے کوئی بات نہ ہوتی تھی۔ سترہ سال کی عمر کے بعد کبھی بجز قضائے حاجات بے وضو نہیں رہے آپ نے حیات دراز پائی ایک سو تیس سال کی عمر میں ۱۸ شوال ۲۷۹ھ کو وفات ہوئی اور مزار شریف بصرہ میں ہے۔ آپ کے مشہور خلیفہ حضرت خواجہ علوم مشاد دینوری ہیں۔

حضرت خواجہ علوم مشاد دینوری

آپ کی ولادت دینور میں ہوئی جو ہمدان اور بغداد کے درمیان واقع ہے۔ بغداد جو ان دنوں علوم و فنون کا مرکز تھا تعلیم و تربیت حاصل کی اہل بغداد دولت مند کی وجہ سے آپ کو کریم الدین منعم کہتے تھے آپ طبیعت کے نرم اور نخی تھے۔ حاجت مندوں کے ساتھ نہایت ہمدردی کا سلوک تھا جب ذکر الہی کا غلبہ آپ کی طبیعت پر ہوا تو تمام دولت اللہ کی راہ میں غرا اور مساکین میں تقسیم کر دی۔

بعض روایات کے مطابق آپ کا خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اتفاق ہوا اور ان کی ایما سے ہی حضرت خواجہ ہبیرہ بصری کی جانب بغرض بیعت رجوع ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ کثرت مجاہدہ اور ریاضات میں مشغول ہو گئے اور کم عرصہ میں ہی کمالات باطنی حاصل کر لیے۔ ان کے کمالات کے اعتراف میں حضرت ہبیرہ بصری نے فرمایا ”اے علو تمہارا کام علو کے ساتھ رہے گا میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ تم میری جگہ پیشوائے خلق ہو اور مخلوق کو اپنے ہاتھ پر بیعت دو“ کچھ عرصے بعد انہوں نے اپنا کمال جو بزرگوں کے سلسلہ

سے پہنچا تھا حضرت خواجہ علوممشاد کو مرحمت فرمادیا اور جانشین مقرر کیا۔ آپ کی وفات ۱۲ محرم ۳۱۹ھ میں ہوئی۔ مزار دینور میں ہے۔ آپ کے تین خلیفہ ہیں خواجہ ابواسحاق شامی، ابوعامر اور شیخ احمد دینوری۔

خواجہ ابواسحاق شامی چشتی

آپ ملک شام میں پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب شریف الدین تھا قصبہ چشت میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ کو عبادت سے رغبت تھی عمر میں اضافہ کے ساتھ یہ شوق بھی بڑھتا رہا آپ کثرت عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے آپ روزہ افطار کے وقت چند لقموں پر اکتفا کرتے تھے اور پھر عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا بھوک میں وہ نعمت و لذت پاتا ہوں کہ کسی چیز میں وہ نعمت و لذت میسر نہیں ہوتی۔ آپ نے تنہا عبادت میں یہ محسوس کیا کہ بغیر شیخ کے کمالات باطنی حاصل کرنا مشکل ہے۔ ندائے غیبی سے آپ کو حضرات خواجہ علوممشاد دینوری کی خدمت میں حاضر ہونے کا اشارہ ملا۔ بغداد پہنچ کر حضرت خواجہ ممشاد دینوری کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔ خواجہ ممشاد دینوری نے نام دریافت کیا تو آپ نے عرض کیا ”بندہ کو ابواسحاق شامی کہتے ہیں“ خواجہ دینوری نے فرمایا ”آج سے لوگ تمہیں ابواسحاق چشتی کہیں گے چشت کی مخلوق تم سے ہدایت پائے گی اور جو لوگ تمہارے سلسلہ میں داخل ہوں گے چشتی کہلائیں گے۔“

آپ کے بعد سب مشائخ اس سلسلہ سے چشتی کہلائے۔ حضرت خواجہ ممشاد نے آپ کو توجہ خصوصی سے منازل سلوک و عرفان طے کرائیں۔ خرقہ خلافت عطا فرما کر چشت روانہ کیا۔ آپ کی توجہ اور جلال کے بارے میں مشہور ہے کہ جو شخص آپ کی صحبت میں چند لمحات گزارتا پھر اس سے گناہ کبیرہ سرزد نہ ہوتا۔ آپ کی کرامات کا ایک واقعہ ہے کہ ایک عرصہ سے بارش نہ ہونے سے لوگ پریشان تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لیے عرض کیا آپ نے فرمایا مجلس سماع منعقد کرو چنانچہ محفل سماع میں معرفت آ

آکس کلام سے آپ پر کیفیت ہوئی طاری ہوئی دوسری جانب فوراً بارش ہو گئی لوگوں کو مصیبت سے نجات ملی۔

آپ کی وفات ۱۲ ربیع الثانی ۳۴۰ھ میں ہوئی تھی عکہ علاقہ شام میں مزار ہے۔ حضرت خواجہ ابواحمد چشتی آپ کے خلیفہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابواحمد چشتی

آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں چشت میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی سلطان فرسناقہ ہے۔ آپ کا سلسلہ آٹھ واسطوں سے حضرت حسن ثنی بن امام حسنؑ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد چشت کے شرفاء اور اعمراء میں سے تھے چنانچہ آپ کی تعلیم و تربیت مخصوص انداز میں ہوئی۔ آپ کی عمر تقریباً بیس سال تھی ایک روز اپنے والد ماجد کے ساتھ شکار کے لیے نکلے جنگل میں شکار کی تلاش میں آپ والد ماجد سے جدا ہو کر دور ایک پہاڑی مقام پر پہنچ گئے۔ اس جگہ قطب وقت حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چالیس رجال الغیب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ خواجہ ابواحمد کی نظر حضرت ابواسحاق کی نظر سے ملی کہ کائنات حیات میں انقلاب آ گیا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

خواجہ ابواحمد کو دنیا کی ہر شے سے بے رغبتی پیدا ہو گئی اور محبت الہی کا غلبہ اس درجہ طاری ہوا کہ سب کو خیر باد کہہ کر حضرت اسحاق کی صحبت اختیار کی۔ آپ نے چند ہی روز میں معرفت کے مراحل طے کر لیے۔ آپ کو علم لدنی سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ آپ علانیہ اسرار غیبی بیان فرماتے تھے۔

شیخ کی صحبت نے اسرار غیبی کے اظہار سے روکا۔

اپنے بیرومرشد کی طرح سماع کا شوق تھا اور عالم وجد میں جس پر نظر پڑتی وہ کامل ہو جاتا تھا۔ ایک بار آتش کدہ سے گزرے وہاں آتش پرستوں کا مجمع تھا جب آپ کو دیکھا تو طنزیہ طور پر سوال کیا کہ مسلمان عام طور سے یہ کہتے ہیں کہ کلمہ گو پر آگ اثر نہیں کرتی۔ کیا یہ حقیقت ہے؟

حضرت خواجہؒ نے فرمایا ”بے شک یہ درست ہے۔ آگ منکروں کے لیے مخصوص ہے اور انہیں کو جلائے گی۔ کلمہ گو پر آگ ہرگز اثر نہیں کرے گی۔“ یہ سن کر آتش پرستوں نے کہا اگر یہ سچ ہے تو آپ اس آتش کدہ میں تشریف لے جائیے۔ حضرت خواجہؒ نے اسی وقت اپنا مصلیٰ بچھا کر نماز شروع کر دی۔ آتش پرستوں نے شعلوں کو بھڑکایا لیکن آگ کوئی اثر نہ کر سکی۔ آتش پرست اس کرامت کو دیکھ کر ششدر و حیران رہ گئے اور سب نے اسلام قبول کر کے آپ کے دست پر بیعت کی۔

یکم جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں وصال ہوا۔ مزار چشت میں ہے۔ آپ کے فرزند حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؒ آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؒ

آپ کی شب عاشورہ کو ۳۲۱ھ میں ولادت ہوئی۔ آپ کو اپنے والد ماجد حضرت ابو احمد چشتیؒ کے گھر پیدا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جو اپنے وقت کے کامل ترین بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے آنکھ کھولتے ہی حقیقت و معرفت کا ماحول پایا اور دینی انداز سے آپ کی پرورش ہوئی اور تعلیم و تربیت مخصوص طور پر ہوئی۔ سن شعور کو پہنچتے ہی اپنے والد ماجد حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے دست حق پر بیعت کر کے کثرت مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو گئے۔ اس عرصہ میں آپ معمولی غذا استعمال کرتے تھے۔ آپ کے چہرہ پر اس درجہ نور تھا جس کی نظر آپ کے روئے پر پڑتی گردیدہ ہو کر ایمان لے آتا۔ کہتے ہیں جس جگہ آپ کا قیام تھا وہاں کوئی غیر مسلم نہیں رہا تھا۔ ستر سال کی عمر میں آپ کا وصال ۴۱۱ھ میں ہوا۔ مہینوں میں اختلاف ہے ربیع الاول / جمادی الثانی اور رجب لکھا ہے۔ آپ کو اپنے والد ماجد حضرت ابو احمد چشتیؒ سے خلافت و جانشینی حاصل ہو گئی تھی۔ اپنے بھانجے خواجہ ناصر الدین کو خلیفہ بنایا۔

حضرت خواجہ ناصر الدین چشتیؒ

آپ کی ولادت ۳۷۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا پورا اسم مبارک خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد سمعان تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدینؑ سے ملتا ہے۔

آپؒ نے اپنے ماموں حضرت خواجہ محمد ابدال چشتیؒ کے پاس پرورش پائی اور ان ہی کی تعلیم و تربیت میں رہے۔ عمر کے ساتھ علم عرفان و معرفت کا شوق بڑھتا گیا۔ اللہ نے آپ کو گھر میں ہی وہ نعمت عطا فرمادی تھی جس کے لیے تشنہ کام محبت صحرا و بیاباں کی پر خار راہیں طے کر کے شیخ کامل کی تلاش کر پاتے ہیں۔ آپ نے اپنے ماموں حضرت خواجہ ابو محمد ابدال سے بیعت کی۔ بارہ سال تک خلوت میں کثرت سے مجاہدات و ریاضات کیں۔ خواجہ ابو محمد ابدال کے وصال کے بعد آپ مسند ارشادات و ہدایات پر جلوہ افروز ہوئے اور سالکان طریقت کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔

آپ بچپن میں کلام پاک حفظ نہیں کر پائے تھے۔ اس کی پر طبیعت آزرده رہتی تھی۔ عالم بے اطمینانی کو ختم کرنے کے لیے پیر و مرشد کی روح سے مشورہ کیا۔ مرشد سے ہدایت ملی کہ ایک سو بار سورہ فاتحہ پڑھو آپ نے عمل کیا اور کلام مجید حفظ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ قلیل عرصہ میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ مشہور ہے آپ شب و روز کی تلاوت میں کئی کلام پاک ختم کر لیتے تھے۔

وصال نے قبل بڑے صاحبزادے خواجہ قطب الدین مودود کو تحصیل و تکمیل علوم کی وصیت فرما کر اپنا جاں نشین مقرر کیا۔ آپ کی وفات ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ مزار چشت میں ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ

آپ کی ولادت ۴۳۰ھ میں ہوئی۔ آپ نہایت ذہین تھے۔ چھ سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل میں لگ گئے آپ علوم ظاہری سے جلد فارغ ہو گئے اور علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے والد ماجد پیر و مرشد کامل کے حلقہ ارادات میں داخل ہوئے۔ کثرت مجاہدات و ریاضات سے جلد ہی باطنی کمالات حاصل کر کے آپ کو ۲۶ سال کی عمر میں خرقہ خلافت عطا ہوا۔

آپ کی خوراک معمولی کم کھانے اور فاقہ سے رہنے کو پسند کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے ”درویش کو فاقہ کشی سے کشائش حاصل ہوتی ہے“ کہتے ہیں مشائخ وقت آپ کے کمالات

حضرت خواجہ عثمان ہاروٹی آپ کے خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہاروٹی

آپ کی ولادت ۵۲۶ھ قصبہ ہاروں ضلع نیشاپور میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

آپ نے کم عمری میں کلام پاک حفظ کر لیا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد شوق عبادت بڑھا اور کمال باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تو قطب وقت بلند پایہ بزرگ حضرت خواجہ حاجی شریف زندی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ تین سال تک ریاضت شاقہ کر کے کمالات باطنی حاصل کیے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔

صوفیاء کرام کا بیان ہے کہ آپ نے اپنی عمر کے ستر سال کثرت مجاہدات و ریاضات میں گزارے، روزہ رکھنا آپ کا معمول تھا، چار پانچ روز تک کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب کھاتے تو بہت کم۔ آپ کو کشف ارواح پر خاص عبور حاصل تھا جس پر نظر پڑتی صاحب کرامت ہو جاتا۔ آپ کی کرامت کا مشہور واقعہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ عثمان ہاروٹی کا گزر اس مقام پر ہوا جہاں ایک بڑا آتش کدہ تھا۔ یہ پر فضا مقام تھا چنانچہ آپ نے قریب ہی قیام فرمایا آپ روزے سے تھے۔ خدام نے افطار کھانے کا انتظام کیا۔ ایک خادم آگ لینے کے لیے آتش کدہ کی طرف بڑھا۔ ایک آتش پرست نے مسلمان کو قریب دیکھ کر روک دیا خادم واپس آ گیا اور پورا واقعہ عرض کیا۔ خواجہ ہاروٹی نے فوراً وضو فرمایا اور آتش کدہ کے قریب پہنچ کر اس کے متولی سے جو ایک بچہ کو اپنی گود میں لیے بیٹھا تھا مخاطب کر کے فرمایا تم لوگ آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اس کی پرستش کیوں نہیں کرتے جس نے آگ پیدا کی۔ متولی آتش کدہ نے جواب دیا ”آتش پرستی ہماری نجات کا باعث ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ و مامون رہیں گے۔“ حضرت خواجہ نے فرمایا:

تمہارے اس عقیدہ پر ہم اس وقت اعتراف کریں گے کہ تم اپنا ہاتھ آگ میں ڈالو اور آگ میں ہاتھ نہ جل سکے۔ متولی اس سوال کا جواب دینے سے عاجز و قاصر رہا اور خاموشی

کے قائل تھے۔ آپ کو کشف قلوب اور کشف ارواح پر خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے لیے مشہور ہے جو شخص آپ کی خانقاہ میں تین روز قیام کر لیتا وہ صاحب کرامت ہو کر نکلتا۔ آپ کے مریدین کی تعداد کثرت سے تھی۔ آپ کے مشہور خلفاء کے اسم گرامی حسب ذیل ہیں۔
۱۔ حضرت حاجی شریف زندی ۲۔ حضرت شاہ سلیمان ۳۔ حضرت خواجہ عثمان روٹی
۴۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقائی ۵۔ حضرت خواجہ حسن تپتی ۶۔ حضرت خواجہ بدر الدین
۷۔ حضرت ابوالنصر شکیبان ۸۔ حضرت خواجہ شیخ حسین ۹۔ حضرت خواجہ سبز پوش ۱۰۔
حضرت خواجہ شام۔

حضرت خواجہ حاجی شریف زندی

آپ موضع زندہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا نام خواجہ منیر الدین شریف زندی تھا۔ آپ بھی ان خوش نصیب بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے آنکھ کھول کر معرفت الہی کا ماحول دیکھا اور اس میں پروان چڑھے۔ آپ علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد اپنے والد ماجد قطب وقت حضرت مودود چشتی کے مرید ہوئے۔ مجاہدات اور ریاضات سے کمالات باطنی حاصل کیے۔ آپ غلوت پسند تھے۔ چالیس سال بعد بیابان میں رہ کر عبادت میں مشغول رہے۔ درختوں کے پتوں اور پھلوں پر آپ بسر اوقات فرماتے۔ کہتے ہیں جو آپ کے سامنے کا بچا ہوا کھا لیتا مجذوب ہو جاتا۔

آپ کے چہرہ پر جاہ جلال نمایاں تھا۔ لوگ خوف سے آپ کی جانب نہ دیکھتے تھے۔ توحید کے مسئلہ پر آپ کو کمال حاصل تھا۔ عبادت سے آپ کو بے حد رغبت تھی اور ذرا بھی اس سے غفلت نہ ہوتی اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (۵۱: ۵۶) کا حکم ہر وقت آپ کے سامنے رہتا۔

آپ کے سامنے کوئی نقد و زر پیش کرتا تو آپ فرماتے ”تم کو درویشوں سے کیا عداوت ہے کہ تم ان کے سامنے وہ چیز پیش کرتے ہو جو خدا کی دشمن ہے۔“

آپ کا وصال ۵۸۴ھ میں ہوا۔ تاریخ اور مہینوں میں اختلاف ہے۔ ۶ رجب یا ۶ شوال بتائی جاتی ہے۔ اسی طرح مزار بعض نے ملک شام اور وطن زندہ میں لکھا ہے۔

اختیار کی۔ حضرت خواجہ نے اس کو خاموشی کے عالم میں پا کر اس کی گود سے بچہ لے لیا اور قلنا یانار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئے اور کچھ دیر بعد صحیح و سلامت مع بچے کے آگ سے نکل آئے اور دونوں میں سے کوئی بھی آگ سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے اس حیرت انگیز کرامت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ اس میں آتش کدہ کا متولی بھی شامل تھا۔ وہی لوگ جو آتش پرست تھے حلقہ بگوش اسلام ہو کر انہوں نے آتش کدہ کو مسمار کر کے عالیشان مسجد تعمیر کی۔ آخر عمر میں آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ کا وصال ۶۱۵ یا ۶۱۷ھ میں ہوا۔ مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے۔

ملفوظات

- ۱۔ جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے (۱) موت (ب) درویشی (ج) فاقہ۔ فرشتے اس کو دوست رکھتے ہیں اور اس کے لیے بہشت میں جگہ مقرر کر دی جاتی ہے۔
- ۲۔ قرآن مجید کو پڑھنا چاہیے یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے اور دوزخ کی آگ کے لیے بمنزلہ پردہ کے ہے۔
- ۳۔ ایمان نہ لگتا ہے اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔
- ۴۔ عداوت نماز کا تارک امام شافعی کے نزدیک کافر ہے اور لائق قتل ہے۔
- ۵۔ روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوتا ہے لیکن اسے پابندی سے احکام شریعت لازم ہے۔ شریعت کی حد سے آگے قدم نہ رکھنا چاہیے۔
- ۶۔ آخری زمانے میں امیر لوگ زبردست ہو جائیں گے اور عالم لوگ عاجز۔ اس زمانے میں حق تعالیٰ خلقت پر سے اپنی برکت اٹھالے گا، شہر ویران ہو جائیں گے، دین میں فساد واقع ہوگا۔ آپ کے مریدین کی تعداد بکثرت ہے۔ خرقہ خلافت آپ نے صرف چار بزرگوں کو مرحمت فرمایا تھا۔ ان کے اسامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی بخاریؒ ۲۔ حضرت شیخ نجم الدین صغریٰؒ ۳۔ حضرت شیخ سعدی لنگوچیؒ ۴۔ حضرت شیخ محمد ترکؒ۔

ان چاروں میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو فضیلت حاصل تھی اور ان کی مریدی کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے ”معین الدین حسن محبوب حق ہے۔“
کونین حضرت امام حسینؑ بن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ (خزینۃ الاصفیاء)
جواہر فریدی میں یہ نسب نامہ ہے کچھ اس طرح مذکور ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بخاری بن سید حسن بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام تقی بن امام علی موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المومنین علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ۔ تذکرۃ السادات میں اس طرح دیا ہے۔

خواجہ معین الدین بن سید غیاث الدین بن سید سراج الدین بن سید عبداللہ بن سید عبدالکریم بن سید عبدالرحمن بن علی اکبر بن سید ابراہیم حسب معین الاولیاء مولف سید امام الدین۔
حضرت خواجہ معین الدین بن سید غیاث الدین بن سید نجم الدین بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن سید ادريس بن سید امام موسیٰ کاظم بن حضرت سید امام جعفر بن سید امام محمد باقر بن علی سجاد بن حضرت امام حسین۔

نسب مادری

خواجہ معین الدین بی بی ماہ نور عرف بی بی ام الورع بنت سید داؤد بن حضرت عبداللہ حبلی بن سید زاہد بن سید مورث بن سید داؤد اول بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ غنی بن سید حسن شہابی بن سید امام حسن بن سید علی کرم اللہ وجہہ۔
خواجہ معین الدین حضرت امام ام الورع بنت حضرت داؤد بن عبداللہ حبلی بن سید زاہد بن سید مورث بن سید داؤد اول بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ محض بن سید حسن شہابی بن سید امام حسن بن سید علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت خواجہ معین الدین بن حضرت غیاث الدین بن احمد حسن سنجر سید حسین بن
حضرت نجم الدین طاہر بن سید خواجہ عبدالعزیز حسین بن سید محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن
حضرت خواجہ ابراہیم بن امام تقی بن سید امام تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم چونکہ
امام موسیٰ کاظم امام ہفتم ازائمہ عشریہ اندلہذا حضرت خواجہ صاحب راہیہ کاظمی می گویند موسیٰ
کاظم بن امام محمد جعفر بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الشہداء
امام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

خاندان کے مختصر حالات

ایک پر آشوب زمانہ جس میں خلفائے عباسیہ کے طرح طرح کے مظالم ہو رہے
تھے۔ ہر فرد اور خاندان پریشان ہو چکا تھا چنانچہ انہیں حالات کے تحت آپ کے جدا مجد بھی
متاثر ہو کر ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ اصفہان عرب میں واقع ہے۔ ہجرت کر کے سنجہ میں
سکون پذیر ہوئے۔

والد ماجد

خواجہ بزرگ کے والد محترم حضرت خواجہ غیاث الدین چشتی کی ولادت پاک سنجہ میں
ہوئی۔ الدین کی سرپرستی میں عالم طفلی کی پرورش، تعلیم و تربیت اور خاندان کی دیگر
خصوصیات سے آراستہ و پیراستہ ہوئے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل ہوئے اور اپنے
دور کے ولی کامل بھی تھے۔ خراساں کے بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
دینیوی مرتبہ کے ساتھ دنیاوی دولت و ثروت کے ساتھ نوازا تھا۔ آپ کا وصال ۵۴۸ھ
سیتان کے علاقہ سنجر میں ہوا۔ آپ کا مزار ہر خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔

والدہ محترمہ

آپ کی والدہ کا اسم گرامی بی بی ماہ نور و خاص الملکہ ہے۔ بی بی ام المورع ہے۔ آپ
کے والد محترم کا نام داؤد ابن عبداللہ حسنبلی جو نہایت نیک و پاک سیرت بزرگ تھے اور
لوگ ان کا ادب و احترام کرتے تھے۔

آپ کے دور کے حالات

جس زمانے میں خواجہ پیدا ہوئے وہ دور مسلمانوں کے لیے بے حد خراب تھا۔ سلطان سخر تاتاریوں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا چکا تھا۔ خراسان میں تاتاریوں نے تباہی مچا دی۔ خانقاہیں مسمار کر دی گئیں، مسجد اور مدرسوں کو نقصان پہنچایا کتب خانے نذر آتش کر دیئے گئے۔ بستیاں اجاڑ دی گئیں اور نیشاپور کے قتل عام میں اس دور کے جید علماؤں کا قتل ہوا۔ ان میں حضرت محمد ابن یمنی شافعی عبدالرحمن بن عبدالصمد امام قشیری کے نواسے احمد بن حسین کا تب ابوالبرکات خرا دی اور امام علی صباح وغیرہ صد ہا علماء و مشائخ بڑی بے دردی سے شہید کیے گئے۔

نسب پدری

حضرت خواجہ معین الحق والدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید امام علی رضا موسیٰ کاظم بن امام جعفر بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین سید۔

ولادت باسعادت

جب آپ مادر شکم میں تھے گھر میں رونق برکت اور رحمت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کی جائے ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ مقام سخر جس کو کتب میں سخر لکھا ہے پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے آپ کی ولادت مقام اصفہان میں ہوئی اور سخران میں آپ کی پرورش ہوئی جو عام طور پر سخر کہلاتا ہے۔ سند ولادت میں بھی مورخین کا اختلاف ہے۔ ۵۲۷ھ ۵۳۰ھ بعض نے ۵۳۳ھ اور ۵۳۷ھ لکھا ہے۔ ۵۲۷ھ کے لیے کسی نے تاریخ لکھی ہے:

سید عالم معین الدین ولی مقتدائے شہ دین ہندستان
سال تولدش بگو بدر المیر باز سرور عارف صوفی بخوان
لیکن ۵۳۰ھ پر بعض متفق ہیں۔ حسب مسالک السالکین حضرت مودود چشتی کا وصال ۵۲۷ھ میں ہوا۔ اس طرح خواجہ معین الدین چشتی کی ولادت آپ کے تین سال بعد ہوئی۔ مگر ابراہار میں سنہ پیدائش ۵۳۷ھ صفینہ الاولیاء میں ولادت ۵۳۷ھ تاریخ روضۃ

الاقطاب خزینۃ الاصفیاء سنہ ولادت ۵۳۷ھ لکھا ہے۔

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی معین الدین ہے۔ والدین پیار سے حسن پکارتے تھے۔ مشہور آپ کا نام معین الدین حسن ہے۔

عہد طفلی

آپ میں بچپن ہی سے خصوصی عادات و اطوار نمایاں تھے۔ آپ کی طبیعت میں متانت و سنجیدگی تھی۔ عام بچوں کی ضد اور شرارت نہ تھی۔ کھیل کود سے بھی رغبت نہ تھی۔

بچپن کا ایک واقعہ

خواجہ معین الدین عید کے دن اچھے لباس میں عید گاہ میں نماز کے لیے جا رہے تھے اور راستہ میں آپ نے ایک اندھے لڑکے کو دیکھا کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ یہ حالت دیکھ کر افسوس ہوا چونکہ آپ کی طبیعت میں رحم و ہمدردی تھی، آپ نے فوراً اپنے کچھ کپڑے اتارے اور اس اندھے غریب کو پہنا دیئے اور اپنے ہمراہ عید گاہ لے گئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ آپ کے والد اپنے دور کے فرد کامل اور بڑے عالم تھے چنانچہ آپ کو تعلیم و تربیت کا بہترین موقع حاصل ہوا۔ اس طرح آپ نے نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ سخر کے ایک مکتب میں تفسیر، حدیث و فقہ کی تعلیم پائی۔ اس مختصر مدت میں آپ نے اچھی استعداد حاصل کر لی۔

آپ کے والد کا وصال و ترکہ

آپ کی عمر ابھی چودہ یا پندرہ سال کی تھی۔ شعبان ۵۴۴ھ میں آپ کے والد کا وصال ہو گیا۔ یہ آپ کے لیے صدمہ عظیم تھا۔ ابھی اس غم کے آنسو خشک نہ ہوئے تھے

کہ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ داغ مفارقت دے گئیں۔ اس طرح آپ والدین کی محبت، شفقت اور سرپرستی سے محروم ہو گئے۔

حضرت خواجہ غیاث الدینؒ کے تین صاحبزادے تھے۔ دو کے متعلق تفصیلات کسی تذکرہ میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ آپ کو ترکہ پدری میں ایک باغ اور ایک پن چکی ملی تھی جس پر آپ بسر اوقات فرماتے تھے۔

ایک مجذوب سے ملاقات اور انقلاب حیات

حضرت خواجہؒ نے ورثہ میں ہمدردی، تواضع اور انکساری عاجزی اور ہر دلعزیزی پائی تھی۔ بزرگوں کی صحبت اور درویشوں کی خدمت آپ کی عادت میں داخل تھی۔

ایک دن جب کہ آپ باغ کو سیراب کر رہے تھے کہ حضرت ابراہیم قدوزیؒ جو مجذوب وقت تھے ادھر سے گزرے آپ نے نہایت ادب و احترام سے خوش آمدید کہا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے تشریف رکھنے کو عرض کیا اور خوشہ انگور سے ان کی تواضع کی۔ حضرت قدوزیؒ نے خوش ہو کر اپنی تھیلی سے ایک کھل کا ٹکڑا نکالا اور اس کو دانت سے کتر کر خواجہ معینؒ کو دیا۔ اس کے کھاتے ہی کیفیت بدل گئی اور آلائش قلبی دور ہو گئی۔ دنیا سے نفرت اور اللہ سے محبت پیدا ہو گئی۔ آپ اس درجہ متاثر ہوئے کہ باغ اور پن چکی فروخت کر دیئے اور اس سے حاصل شدہ رقم کو غرباء، فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دی اور راہ محبت میں سفر اختیار کیا۔

تحصیل علوم ظاہری

اس زمانہ میں مصر، قریطہ، بغداد، سمرقند اور بخارا اسلامی علوم و فنون کے دارالعلوم شہرت و عظمت کے مرکز تھے جہاں ہزاروں طلباء فیض علمی سے سرفراز ہوتے تھے چنانچہ آپ نے بھی اسی جگہ کا انتخاب کیا اور سفر کی تکلیف اور زحمت خندہ پیشانی سے برداشت کر کے سمرقند و بخارا تشریف لے گئے۔

مولانا حسام الدین بخاریؒ اور مولانا شرف الدین صاحب شریفہ الاسلام جن کا شمار تبرک عالم اور مشہور اکابرین میں ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھوں آپ نے دستار فضیلت بندھوائی اور علوم دینیہ کا جبہ پہنا۔

آپ فقہ، حدیث، تفسیر، ما علم نوا اور دیگر علوم سے باریاب ہو چکے تھے لیکن آپ تو راہ حقیقت و معرفت کے متلاشی تھے۔ علم کی شمع نے منزل مقصود کی راہ دکھائی۔ سمرقند، بخارا سے عراق تشریف لے گئے۔ آپ نے ۱۵ سال سے ۳۲ سال تک علمی مشغلہ جاری رکھا۔

حضرت غوث الاعظمؒ سے ملاقات

بعض مورخین کا خواجہ بزرگؒ کی حضرت غوث پاکؒ سے ملاقات میں اختلاف ہے تاہم کثرت رائے ملاقات کے حق میں ہے۔ غوث اعظمؒ سے پہلی ملاقات بغداد میں ہوئی۔ غوث پاکؒ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا:

”یہ مرد مقتدائے روزگار ہے اور بہت سے لوگ اس سے منزل مقصود تک پہنچیں گے۔“

خواجہ بزرگؒ راہ معرفت پر

حضرت ابراہیم قدوزیؒ نے عشق حقیقی کی جو آگ سلگائی تھی رفتہ رفتہ شعلہ بن گئی۔ علوم ظاہری سے مزین ہو کر سمرقند سے واپس آ کر آتش محبت کے لیے پیر کامل کی تلاش میں کوہ و بیاباں سے گزر کر راہ کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے شہر شہر جادہ جادہ قیام فرما کر جب منیثا پور آئے تو قدم رک گئے اور محسوس ہوا کہ یہاں قلب کو تسکین ملے گی اور روح کی پیاس بجھے گی۔ حضرت ابراہیم قدوزیؒ نے جام معرفت کا ایک گھونٹ پلا کر اس پیاس کو اور بڑھا دیا۔ اب یہ شراب معرفت کا پیاسا ساقی معرفت کی تلاش و جستجو میں یہاں تک آیا اور اس کے قدم رک گئے یہی قصبہ ہارون تھا۔

بیعت اور قیام

قصبہ ہارون جو منیثا پور کے قریب واقع ہے چھوٹا سا قصبہ ہے مگر روحانی تجلیات کا مرکز تھا جہاں آفتاب قطبیت درخشاں تھا جو قلوب کو نور الہی سے منور کر رہا تھا۔ یہ حضرت شیخ عثمان ہارونیؒ تھے جس سے لوگ علم و عرفان کا فیض حاصل کر رہے تھے۔ آپ طریقت کے

پیشوا اور رموز باطنی اور مکاشفات روحانی کے سبب بڑے عالم تسلیم کیے جاتے تھے۔

خواجہ بزرگ جب حضرت عثمان ہاروٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں آپ میں وہ تمام صفات نظر آئیں جن کے آپ متلاشی تھے جو ایک پیر کامل میں ہوتی ہیں۔ گزشتہ تجربات کی روشنی میں انہوں نے صداقت دیکھی طبیعت کے میلان اور دلکشی نے خواجہ بزرگ کو آمادہ کر لیا کہ اس شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ حضرت عثمان ہاروٹی صاحب کمال بزرگ تھے۔ کشف و کرامات سے خواجہ بزرگ کے خیالات و خواہشات کو جان لیا۔ ایک معرفت آگین نظر سے کیفیت دل بدل ڈالی۔ خواجہ نے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ عثمانی نے جو ہر اعلیٰ کو پرکھ لیا تھا۔ فوراً قبول کر لیا اور بیعت سے مشرف کیا۔

شجرہ بیعت

آپ کی بیعت اتصالی سے بعض تذکرہ نویسوں نے انکار کیا ہے۔ رسالہ ”انہیں الارواح“ جو آپ سے منسوب ہے۔ بعض مورخین اور تذکرہ نویس اسے معتبر تسلیم نہیں کرتے۔

حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت خواجہ عثمان ہاروٹی بغداد میں ہی تشریف فرما تھے اور بغداد میں ہی بیعت سے مشرف ہوئے۔

یہ دعا گو شہر بغداد میں حضرت خواجہ جنیدؒ کی مسجد میں گیا جہاں حضرت خواجہ عثمان ہاروٹی تشریف فرما تھے اور اس وقت کے عالی مرتبت شیوخ بابرکت مجلس میں موجود تھے۔ سر نیاز جھکا کر ادب سے بیٹھ گیا۔

پیر و مرشد نے فرمایا:

”دور کعت نماز ادا کر۔“

میں نے تعمیل ارشاد کی۔

پھر فرمایا:

”قبلہ رو بیٹھ۔“

میں ادب سے بیٹھ گیا۔

پھر ارشاد ہوا ”سورہ بقرہ پڑھ“

میں نے خلوص سے پڑھی۔

حکم ہوا کہ ”اکیس بار درود شریف پڑھ۔“

میں نے سچے دل سے پڑھا۔

بعد ازاں پیر و مرشد نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کھڑے ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا آ میں تجھے خدا تک پہنچا دوں۔ یہ کہہ کر مقراض دست میں لی اور میرے سر پر چلائی۔ بعد ازاں کلاہ چہارتر کی پہنائی اور گلیم خاص عطا کی اور ارشاد ہوا۔

بیٹھ جاؤ۔

میں فوراً بیٹھ گیا۔

پھر فرمایا ہمارے خانوادہ کا ایک دن رات کے مجاہدہ کا معمول ہے۔

میں حسب ارشاد مشغول ہو گیا۔

میں دوسرے روز حاضر خدمت ہوا تو فرمایا:

بیٹھ جاؤ اور ایک ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ اور آسمان کی طرف دیکھ۔

میں نے حسب ارشاد سورہ اخلاص پڑھی اور آسمان کی جانب دیکھا فرمایا کہاں تک نظر

آتا ہے؟

میں نے عرض کیا عرش اعظم تک۔

پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھ

میں نے زمین کی طرف دیکھا

فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے

میں نے عرض کیا تحت الثریٰ تک۔

ارشاد ہوا پھر ایک ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ۔
میں نے تعمیل ارشاد کی۔

فرمایا پھر آسمان کی جانب دیکھ
میں نے آسمان کی طرف دیکھا
دریافت فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے۔
میں نے عرض کیا حجاب عظمت تک۔
ارشاد ہوا ”آنکھیں بند کر۔“
میں نے آنکھیں بند کر لیں۔
فرمایا ”کھول“
میں نے آنکھیں کھولیں۔

پھر انگلیاں دکھا کر فرمایا کیا نظر آتا ہے۔

میں نے عرض کیا اٹھارہ ہزار عالم میرے سامنے ہیں۔

فرمایا تیرا مقصد حاصل ہوا بعد ازاں ایک اینٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کو
اٹھاؤ۔ حسب ارشاد میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے کچھ دینار نکلے۔

فرمایا ان کو لے جا کر غریبوں اور مساکین میں تقسیم کر دے۔

میں نے تعمیل حکم کی اور پھر حاضر خدمت ہوا۔

ارشاد عالی ہوا چند روز ہماری صحبت اختیار کر۔

میں نے عرض کیا بسر و چشم حاضر ہوں۔

خواجہ بزرگ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہے۔ بعد ازاں چند مشائخ سے
ملاقاتیں ہوئی۔ بغداد میں شیخ ابو نجیب جو بے نظیر فقیہ عالم اور بلند پایہ بزرگ تھے ملاقات
ہوئی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے بھی ملاقات ہوئی جو ابتدائی مراحل میں تھے
دونوں نے ایک دوسرے سے فیض صحبت حاصل کی۔

کرمان

یہاں آپ نے شیخ احد الدین کرمانی سے ملاقات کی۔ بعض مورخین نے خواجہ بزرگ کا
شیخ احد الدین کرمانی سے خرقہ خلافت حاصل کرنا لکھا ہے۔ دوسری جانب صاحب ”وقائع شاہ
معین الدین“ نے شیخ احد الدین کرمانی ”کا خواجہ بزرگ“ سے خرقہ خلافت لینا لکھا ہے۔
حضرت شیخ احد الدین کرمانی کا ابتدائی دور تھا اور خواجہ بزرگ بھی اس وقت درجہ کمال
کو نہیں پہنچے تھے اس لیے قرین قیاس ہے کہ دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے سے فیض
حاصل کیا ہو یہ دونوں معرفت کی شمعیں تھیں راہ طریقت پر چلنے والے یہ صاف و پاک دل
بزرگ ایک دوسرے سے ملنے میں کبھی کمتری یا برتری محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ ایک
دوسرے سے مل کر روحانی سکون حاصل کرتے تھے۔ (مولف)

خواجہ بزرگ بیس سال پیرومرشد کی خدمت اور سیاحت میں

حضرت خواجہ معین الدین کو اپنے پیرومرشد سے بے حد عقیدت و محبت تھی ان کی خدمت
کو عظمت اور باعث برکت سمجھتے تھے۔ پیرومرشد کا بستر توشہ مشکیزہ و دیگر ضروری سامان اپنے
کندھے پر اٹھائے شاداں و فرحان اپنے مرشد کے قدم کو راہ منزل عرفان تصور کر کے اپنی
آنکھیں بچھا رہے تھے۔

سفر حرمین شریف

اس سفر میں ایک مقام پر قیام ہوا جہاں صوفیوں کی ایک جماعت دیکھی جو مقام فنا میں
پہنچ کر عالم حیرت میں تھی یہ لوگ اپنی ہستی سے بے خبر یاد الہی میں محو تھے۔ چند روز ان کی
صحبت میں رہے۔

مکہ معظمہ پہنچ کر خانہ کعبہ کی زیارت کی اور طواف کیا۔ اسی دوران حضرت خواجہ
عثمان ہارونی نے خواجہ بزرگ کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے سپرد کیا اور بیت اللہ شریف کے
پرنا لے کے نیچے خواجہ معین الدین کے لیے مناجات کی۔ غیب سے ندا آئی ہم نے معین
الدین کو قبول کیا۔

چند روز ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے ان کی پہلی نصیحت تھی کہ اے درویش جو کچھ تجھے حاصل ہوا اللہ کی راہ میں خرچ کر، دنیا کی دولت اپنے پاس نہ رکھنا اس عمل سے خدا کا دوست بن جائے گا جو کچھ حاصل ہوا ہے سخاوت سے حاصل ہوا ہے۔

قیام سیوستان

خواجہ معین الدینؒ فرماتے ہیں کہ اپنے پیرومرشد عثمان ہاروٹی کے ہمراہ سفر میں تھا سیوستان میں ایک صومعہ نظر آیا یہاں ایک بزرگ شیخ صدر الدین محمد احمد سیوستانی رہا کرتے تھے جو عبادت الہی میں مشغول رہا کرتے تھے عذاب قبر کے ڈر سے بے حد رویا کرتے تھے۔

(تفصیل ایک بزرگ کے رونے کے بیان میں تعلیمات خواجہ اعظمؒ میں دیکھیں۔)

سفر دمشق

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک دفعہ میں خواجہ عثمان ہاروٹی اور شیخ احد الدین کرمائی مدینہ منورہ کی طرف سفر کر رہے تھے کہ دمشق میں پہنچے۔ دمشق کی مسجد کے قریب بارہ ہزار چیمبروں کے مزارات ہیں یہ متبرک سرزمین ہے۔ ان مزارات کی زیارت کی اور بزرگوں سے ملاقات کی۔ ان میں ایک بزرگ کا نام محمد عارف تھا۔

ایک دن خواجہ عثمان ہاروٹی شیخ احد الدین کرمائی، محمد عارفؒ اور دعا گو دمشق کی مسجد میں بیٹھے تھے چند اور درویش حضرت محمد عارفؒ کے پاس بیٹھے تھے یہ درویشوں کی جستھی حضرت محمد عارفؒ نے کہا:

روز قیامت درویشوں کو معذور سمجھا جائے گا اور مالداروں سے حساب ہوگا اور گناہوں کے بدلے انہیں سزا ملے گی۔ ایک شخص کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی اور کہنے لگا آپ مجھے کتاب میں یہ بات بتادیں تو یقین کر لوں گا ورنہ درست نہیں سمجھتا۔ حضرت محمد عارفؒ کو کتاب کا نام معلوم نہیں تھا مرقبہ کیا تا کہ اس کتاب کا نام معلوم ہوا خداوند یہ بات جس کتاب میں لکھی ہو فرشتوں سے دکھا دے چنانچہ وہ کتاب اس شخص کے سامنے آ گئی۔ یہ دیکھ کر وہ شخص حضرت محمد عارفؒ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا بے شک مردان خدا ایسے ہی ہوتے ہیں۔

پھر مدینہ منورہ پہنچے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا۔ پیرومرشد نے فرمایا سلام عرض کریں خواجہؒ نے باخوص اسلام علیکم یا رسول اللہ عرض کیا روضہ اقدس سے آواز آئی:

”وعلیکم السلام یا قطب المشائخ بروجر“ جب حضرت شیخ نے یہ آواز سنی تو فرمایا تیرا مقصد حاصل ہوا اور درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ (انیس الارواح)

سفر بدخشاں

بدخشاں پہنچ کر ایک بزرگ جو حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کے پوتوں میں سے تھے ملاقات ہوئی ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی۔ عرصہ سے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی ان کے ایک پاؤں نہیں تھا۔ سب دریافت کیا تو فرمایا ایک بار نفس کی خواہش سے یہ پاؤں حجرہ سے باہر نکلا تو یہ ندا آئی کہ اے مدعی یہی عہد تھا جو تو نے فراموش کر دیا چھری پاس تھی اسی وقت پاؤں کاٹ کر پھینک دیا گو اس واقعہ کو چالیس سال کا عرصہ ہو گیا مگر بے حد پریشانی میں گرفتار ہوں کہ روز قیامت درویشوں کو کیسے منہ دکھاؤں گا۔

سفر بخارا

اپنے پیرومرشد کے ہمراہ یہاں آ کر شیوخ سے ملے۔ خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کچھ بزرگ دوسرے عالم میں تھے ان کی صفات و خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ دس سال سفر و سیاحت کے بعد بغداد میں اعتکاف کر کے چند روز بعد پھر پیرومرشد کے ہمراہ مزید دس سال کا سفر کیا۔

قیام اوش

خواجہ بزرگؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان ہاروٹی اور ایک درویش ہمراہ سفر تھے شیخ بہاء الدین اوشی کے پاس پہنچے یہ عالی مرتبت بزرگ تھے واصلان حق میں یہ طریقہ تھا کہ کوئی شخص ان کی خانقاہ سے مایوس نہ جائے۔ اگر کوئی برہنہ محتاج آتا تو ان کو عمدہ ونفیس کپڑے دے دیتے اللہ غیب سے ان کو اور کپڑے عنایت فرمادیتا۔

اس کے بعد یہ گفتگو ہوئی کہ مجلس میں جو موجود ہیں اپنی اپنی کرامات کا اظہار کریں۔ خواجہ عثمان ہاروٹی نے مصلے کے نیچے سے سونے کی ٹکڑیاں نکالیں درویش کو دیں اور درویشوں کے لیے حلوہ لانے کو کہا۔

پھر شیخ احمد الدین کرامائی نے بھی ایک ٹکڑی پر جوان کے قریب پڑی تھی ہاتھ مارا بجکم خدا پوری ٹکڑی سونے کی بن گئی۔

مگر اس دعا گو (حضرت خواجہ بزرگ) نے پیر و مرشد کے ادب کی وجہ سے کرامت کے اظہار کی جرات نہ کی۔ مرشد نے فرمایا اس کا بے ادبی سے تعلق نہیں، تم خاموش مت رہو۔ خواجہ معین الدین نے کبل کے نیچے سے چار قرص نکالے اور قریب ایک درویش کو جو فاقہ سے تھادے دیئے۔

ایک درویش اور حضرت محمد عارف نے کہا کہ درویش میں جب تک اتنا کمال نہ ہو اس کو درویش نہیں کہنا چاہیے۔

سنجار میں آمد

آپ نے سنجار آ کر شیخ نجم الدین کبریٰ سے ملاقات کی اور پندرہ روز ان کے پاس قیام کیا۔ حضرت غوث اعظمؒ کا وصال ۵۶۱ھ میں ہوا۔ خواجہ معین الدینؒ ۵۶۲ھ بغداد تشریف لے گئے۔

واپسی بغداد

ایک طویل سفر ختم کر کے حضرت خواجہ عثمان ہاروٹی اعتکاف میں بیٹھ گئے اور خواجہ بزرگؒ کو چاشت کے وقت حاضر ہونے کو کہا تا کہ خواجہ بزرگؒ آپ کے ارشادات قلم بند کریں چنانچہ خواجہ بزرگؒ روزانہ حاضر خدمت ہوتے۔ مرشد کے ارشاد عالیہ قلم کرتے اس طرح اٹھائیس مجالس کے مجموعے کا نام ”انیس الارواح“ رکھا۔

انیس الارواح

اس میں مندرجہ ذیل اٹھائیس مجالس ہیں (۱) احکام ایمان (۲) مناجات حضرت آدمؑ (۳) احکام اسلام (۴) کفارہ نماز گزشتہ و صلوٰۃ کسوف خسوف شمس و قمر (۵) فضیلت

الحمد للہ وسورہ اخلاص (۶) اہل جنت کی تعریف (۷) صدقہ (۸) شراب کے مسدودی کے احکام (۹) مومن کو کسی کا آزار ہونے نہ پائے (۱۰) قذف (۱۱) کسب (۱۲) فضیلت دختران (۱۳) خرابی شہرت (۱۴) زمانے کے موافق رہنا (۱۵) کشتن جانوراں (۱۶) حرمت مسجد (۱۷) مال کو جمع کرنے کی خرابیاں (۱۸) اذان (۱۹) مومن (۲۰) مسلمانوں کی حاجت روائی (۲۱) یوم آخرت (۲۲) یاد موت (۲۳) مساجد میں روشنی (۲۴) درویشوں کی خدمت (۲۵) حاکم جابر کی نگہداشت (۲۶) حاکم کی توقیر و منزلت (۲۷) توبہ اہل سلوک (۲۸) دراز آستین۔ دراز کرتا اور شرعی لباس کا استعمال یعنی لباس فقراء۔

انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین اور راحت القلوب چاروں رسالے ملفوظات خواجگان چشت کے نام مشہور ہیں۔ مولانا حمید قلندر اور دیگر حضرات نے ان ملفوظات سے انکار کیا ہے۔ ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ مرتبہ مولانا حمید قلندرؒ کا اعتراض ہے کہ ان ملفوظات میں بہت سی ایسی باتیں درج ہیں جو ان بزرگوں کے ارشادات کے منافی ہیں۔ ہماری رائے میں ان ملفوظات سے ٹکس تو انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ پیر و مرشد کے حلقہ مریدین میں ہدایت کے لیے چند کلمات ضرور ادا ہوتے ہیں۔ مریدین از راہ عقیدت ان ارشادات کو محفوظ کر لیتے ہیں جو اس سلسلہ کے لیے مشعل راہ ہوتے ہیں البتہ ان چاروں ملفوظات میں شدت جذبات و عقیدت کے تحت منقول میں تبدیلی کے اندیشہ کا امکان ہے چونکہ ان ملفوظات کو احادیث کا درجہ نہیں دیا جاسکتا جس کو من و عن تسلیم کر لیا جائے۔ مولف نے نبیرہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ذی علم حضرات اور مولف عطاءے رسول سے اس سلسلہ میں تصدیق چاہی ان حضرات نے بھی ملفوظات کو موجودہ حالت میں صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ مولف نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جو باتیں خلاف شریعت ہوں ان کو صحیح تصور نہ کیا جائے اس لیے کہ یہ بزرگ سنت نبویؐ سے سرمو تجاوز نہ کرتے تھے۔ (مولف)

خرقہ خلافت و جانشینی

خواجہ بزرگؒ کو اپنے پیر و مرشد سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور سفر و سیاحت میں بیس سال تک پیر و مرشد کا رخت خواب اور پانی کی چھاگل سر پر رکھا اپنے آرام کی نسبت خدمت پیر و مرشد کو

ترجیح دی جس قدر جتنے عرصہ آپ اپنے پیر و مرشد کے قریب رہے دوسروں کو کم مواقع ملتے ہیں۔
فرزند خلف روحانی وہی ہے جو گوش و ہوش میں اپنے پیر و مرشد کو جگہ دے اور اپنے شجرہ
میں ان کو لکھے اور انجام کو پہنچائے تاکہ کل قیامت کے دن شرمندگی نہ ہو۔ (انیس الارواح)
آپ کی عمر باون سال کی تھی جب آپ کے پیر و مرشد نے خرقہ خلافت مخصوصہ مرحمت
فرمایا اور اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ آپ کو ایک عصا، مصلیٰ، خرقہ نعلین چوہیں عطا فرما کر ارشاد ہوا
یہ تبرکات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے پیران طریقت کے ذریعے ہم تک پہنچے
تھے دے دیئے ہیں جس کو مرد کامل پانا اس تک ہماری یادگار دے دینا۔ بعد ازاں خواجہ معین
الدینؒ کو سینے سے لگایا اور ہدایت فرمائی ”اے معین الدین خُلق سے دور رہنا کسی سے طمع
و خواہش نہ رکھنا“ اس طرح خواجہ بزرگؒ کو دینی اور دنیاوی رحمتوں اور نعمتوں سے سرفراز فرما کر
رخصت کیا اور خدا حافظ کہا۔

ہندوستان سے چشتیوں کا پہلا تعلق

محمود غزنوی بزرگوں کا ادب و احترام کرتا تھا اور عقیدت مند تھا۔ حضرت ابوالحسن
خرقانی سے دعائیں کر رہا تھا۔ دوسرے بزرگ حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ تھے۔ یہ مشیعت
الہی تھی اس نے چشتیہ سلسلہ کو یہاں کے لیے منتخب فرمایا۔ سب سے پہلے جس شیخ چشتی نے
دعائیں فرمائیں اور ذات بابرکت سے محمود غزنوی کی پشت پناہی فرمائی وہ ذات گرامی
خواجہ ابو محمد چشتیؒ تھے اور علامہ مولانا حاجی ”فضحات الانس“ میں لکھتے ہیں:

”جس وقت سلطان محمود سومات کی طرف گیا ہوا تھا خواجہ ابو محمد کو اشارہ غیبی ہوا کہ
اس کی مدد کے لیے جائیں وہ ستر برس کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور
وہاں پہنچ کر بنفس نفیس جہاد میں شرکت فرمائی۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۲۳ حصہ سوم)

چشتی کہلانے کی وجہ

جب حضرت ابواسحاق خواجہ شامیؒ نے بغداد پہنچ کر حضرت خواجہ علو مشاد دینوریؒ کی
خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ بیعت کیا حضرت مشاد دینوریؒ نے نام دریافت کیا آپ نے
عرض کیا بندہ کو ابواسحاق شامیؒ کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ دینوریؒ نے فرمایا آج سے لوگ
تمہیں ابواسحاق چشتی کہیں گے۔ چشت کی مخلوق تم سے ہدایت پائے گی اور جو لوگ

تمہارے سلسلہ میں داخل ہوں گے چشتی کہلائیں گے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی اسی سلسلے سے ہیں۔ کچھ لوگوں نے آپ کے
چشت میں قیام فرمانے سے آپ کو چشتی لکھا ہے چنانچہ یہ غلط ہے۔ (تذکرۃ العابدین)

ہمدان

بغداد سے ہمدان پہنچ کر یوسف ہمدانی جن کا وصال ۲۵ رجب ۵۲۵ھ میں ہوا معتکف
ہو کر فتوحات روحانی حاصل کی۔

تبریز

یہاں حضرت خواجہ ابوسعید تبریزیؒ جو حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے پیر و مرشد ہیں
بڑے عالی مرتبہ شیخ تھے ملاقات ہوئی۔

منہا

یہاں آپ نے شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے مزار پر فتوحات روحانی حاصل کی۔

خرقان

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے مزار انوار پر حاضر ہو کر فیض روحانی حاصل کیا۔
(التوٰنی ۴۳۵ھ)

استر آباد

یہاں سے حضرت شیخ ناصر الدینؒ سے ملاقات ہوئی جو جلیل القدر بزرگ تھے جن
کو دو واسطوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ سے نسبت حاصل تھی ان کی صحبت میں فیض
معرفت حاصل کرتے رہے۔ ہرات کا سفر شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاریؒ مقبرہ میں
رات کو قیام فرمائیں۔

سبزہ دار

آپ نے چند روز قیام فرمایا یہاں کے حاکم محمد یادگار کوتا سب اور مرید کیا۔

غزنین

حضرت شیخ عبدالواحد جو شیخ نظام الدین ابوالموید کے پیر و مرشد ہیں ملاقات ہوئی۔

سفر حریمین اور اصفہان میں قطب صاحب کا بیعت ہونا

خواجہ بزرگ نے اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہو کر مخلوق سے علیحدہ قیام کرتے ہوئے اوش سے گزر کر اصفہان تشریف لائے یہاں حضرت شیخ محمود اصفہانی سے ملاقات ہوئی۔ حضرت قطب الدین شیخ محمود اصفہانی کے معتقد تھے اور ان سے بیعت ہونے کا ارادہ بھی تھا لیکن جب خواجہ بزرگ سے ملاقات ہوئی تو اس درجہ گرویدہ ہو گئے کہ دست پر بیعت کی اور آپ کے ہمراہ لہنے لگے۔

جب اصفہان سے حضرت خواجہ بزرگ کی روانگی ہوئی ان کے ہمراہ حضرت خواجہ قطب الدین بھی تھے۔ حریمین کی جانب سفر تھا ایک روز صبح بعد نماز فجر ایک شہر میں پہنچے۔ ایک صومعہ میں ایک بزرگ نہایت نحیف و کمزور عالم حیرت میں کھڑے ہوئے تھے۔ ایک ماہ میں ایک بار عالم صومعہ میں آئے۔ دونوں حضرات نے سلام کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ یہ بزرگ شیخ محمد اسلم طوسی کے فرزند تھے۔ تیس سال سے عالم تیر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہوں نے نصیحت فرمائی کہ میدان طریقت میں قدم رکھنے کے بعد ضروری ہے کہ ہوائے نفس سے دنیا کی جانب رغبت نہ ہو اور مخلوق سے دوری جو کچھ ملے اس کو صرف کر دے۔ بجز حق تعالیٰ کسی کی جانب متوجہ نہ ہو۔

——*

خواجہ اعظم کو ولایت ہند

آپ کے ہمراہ حضرت قطب الدین بھی تھے۔ مدہ معظمہ میں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں مشغول عبادت رہے چنانچہ ایک روز آپ کو دربار سرور کائنات سے بشارت ہوئی۔

اے معین تو میرے دین کا معین ہے ولایت ہند تجھ کو عطا کی وہاں کفر و ظلمت پھیلی ہوئی ہے تو اجمیر جا تیرے وجود سے ظلمت و کفر دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا۔

یہ بشارت جہاں سن کر آپ بہت مسرور ہوئے حیران بھی تھے کہ اجمیر کون سا مقام ہے اور کس ملک میں ہے جب آپ درود و وظائف سے فارغ ہو گئے تو عالم خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور آپ کو شہر اجمیر کا محل وقوع دکھایا اور ایک انار بھشتی عطا فرمایا۔

آپ کے خطابات

حضرت خواجہ اعظم کے مشہور خطابات عطاءئے رسول، سلطان الہند، غریب نواز خواجہ اجمیر خواجہ بزرگ ہند الولی، نائب رسول فی الہند۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ان کو ملک المشائخ سلطان السالکین، منہاج المتقین، قطب الاولیاء، ختم المہجدین کے لقب سے یاد کیا ہے۔

آپ کے القاب

سید العابدین، سلطان العارفین، امام العاشقین، برہان الاصفاء، معین الاولیاء۔

آپ کی آمد سے قبل ہندوستان کے حالات

خواجہ صاحبؒ کے اس سرزمین میں آنے سے قبل ہندوستان کے مذہبی، سماجی اور سیاسی حالات بدترین تھے۔ ویسے یہاں لوگ وحدانیت کے بھی قائل تھے۔ کچھ لوگ عبادت کے لیے آبادی سے دور چلے جاتے تھے۔ عوام سے رابطہ نہ تھا ان کی روحانیت ان کی ذات تک ہی محدود رہتی تھی۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں دیوی دیوتاؤں اور چاند سورج کی پرستش شروع ہو گئی نیز شخصیت پرستی آ گئی۔ ان کو دیوی دیوتاؤں کے انداز میں پوجا جانے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جانور، درخت، سانپ، بچھو اور گوبر کی پوجا ہونے لگی۔ اوہام پرستی عام تھی جب مذہبی حالات بگڑے تو اخلاقی اور سماجی زندگی کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ مذہبی اور روحانی اثرات کا کم ہونا اخلاقی اور سماجی پستی لانا ہے چنانچہ سماج ذات پات کے فرقوں میں بٹ گیا اور اونچ نیچ چھوت چھات کا دور قائم ہو گیا۔ اونچی ذات والوں نے نیچی ذات والوں کو انتہائی کمزور اور ذلیل سمجھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ کم ذات والوں کا سایہ بھی اونچی ذات والوں کو ناقابل برداشت تھا۔ مندروں میں جانے کی ان کو قطعی اجازت نہ تھی۔

ہندوستان کے سیاسی حالات بھی ابتر تھے۔ ہندوستان سینکڑوں ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور سب راجہ اونچی ذات کے نہایت سرکش اور ظالم تھے۔ باہمی نفاق، خانہ جنگی اور دشمنی کا دور تھا۔ حکمران عوام کا خون چوس رہے تھے ان کی فلاح و بہبودی کا کسی کو خیال نہیں تھا لوگوں کا عرصہ حیات تنگ تھا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم اور زیادتیاں ہو رہی تھیں۔ انسانیت سسک رہی تھی۔ نجات کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ غورتوں کو زندہ جلادیا جاتا تھا۔ عدل و انصاف، مساوات و اخوت، انسانیت اور ہمدردی مفقود تھی۔ ایسے حالات میں خواجہ بزرگؒ وارد ہوئے۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کی ہندوستان روانگی

دربار رسالت سے بشارت ولایت ہند کے بعد آپ نے سفر کی تیاری کی اور ہندوستان روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بصرہ، کرمان اور ہرات میں بزرگوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بغداد میں قیام فرمایا۔

آپ نے خواجہ قطب الدینؒ کو ۵۸۵ھ میں خواجہ ابواللیث سمرقندیؒ کی مسجد میں بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اس مجلس میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ حضرت شیخ داؤد کرمانیؒ، شیخ برہان الدین محمد چشتیؒ اور شیخ تاج الدین محمد اصفہانیؒ جیسے بزرگ موجود تھے۔

۵۸۶ھ میں آپ بغداد سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ مریدین اور خادم تھے۔ یہ چھوٹا سا اہل اللہ کا قافلہ اسلامی منانت و وقار کے ساتھ فقیرانہ انداز میں اپنی منزلیں طے کر رہا تھا۔ آپ ان اہل اللہ میں مانند ماہتاب تھے۔ آپ کے جاں نثار ستاروں کے جھرمٹ کی طرح آپ کے ارد گرد تھے۔ کندھے پر کمان پشت پر ترکش ڈالے اور ہاتھ میں عصائے لیے سرگرم سفر تھے جس مقام پر نماز کا وقت ہوتا تو حید پرست حسب موقع محل وضو یا تیمم کر کے اذان دے کر باجماعت نماز ادا کرتے۔

وحدانیت پر ایمان رکھنے والا چھوٹا سا قافلہ لیکن مکمل اور جامع کوہ دشت وادی اور میدان سے گزرتا ہوا اپنی منزل پر دعوت حق کے لیے گامزن تھا۔ یہ قافلہ دن میں آفتاب کی تابانی میں سفر کرتا تو رات کو ماہتاب کی روشنی میں مصروف عبادت رہتا۔

قیام لاہور

حضرت خواجہ معین الدین چشتی پنجاب میں مع اپنے ہمراہیوں کے داخل ہوئے اور دریائے راوی کو عبور کیا۔ لاہور میں آپ نے حضرت شیخ حسین زنجائیؒ (جو حضرت شیخ سعد الدین حمویہ کے پیر و مرشد ہیں) سے ملاقات کی۔

آپ نے حسب بیان مسالک السالکین دو ہفتہ اور حسب تحریر تذکرۃ الاولیاء دو ماہ حضرت مخدوم علی ہجویریؒ الملقب بہ گنج بخشؒ کے مزار پر اعتکاف کیا جو شہر سے باہر واقع ہے۔ حضرت گنج بخشؒ جن کا وصال ۴۵۶ھ یا ۴۶۴ھ میں ہوا۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم اور عابد تھے۔ اپنی حیات مبارکہ تبلیغ اسلام اور مخلوق کو فیض پہنچانے میں گزاری چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے بھی مزار پر انوار سے فیض و برکات روحانی حاصل کیا اور روانگی سے قبل فی البدیہہ شعر کہا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کالماں را رہنما

خواجہ بزرگ گوروکنے کی تدبیریں

آپ جب لاہور سے قافلہ پیکروایماں و یقیں کے ساتھ دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور مقام سمانا (پٹیاہ کا ایک گاؤں) میں تشریف لائے اور قیام کیا۔ یہاں پر تھوی راج کے مخبر متعین تھے۔ ان کو خواجہ بزرگ کے حلیہ اور وضع قطع سے آگاہ کر دیا تھا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ راجہ پر تھوی راج کی ماں کو بارہ سال قبل نجوم سے خواجہ بزرگ کے متعلق معلوم ہو گیا تھا اور اس پیش گوئی سے بیٹے کو بھی آگاہ کر دیا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ہے۔ پر تھوی راج کو گمان گزرا کہ شاید بچے چند حملہ کرے اس کی ماں نے کہا نہیں بلکہ ایک مسلمان درویش آئے گا۔ اس سے نرمی و ادب اور تواضع سے پیش آنا اگر بدسلوکی سے پیش آیا تو تباہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر پر تھوی راج مغموم و مفکر ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ گوروکنے کے پورے انتظامات کیے۔

جب پر تھوی راج کے جا سوسوں کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی اور حلیہ سے پہچان لیا تو دھوکہ و فریب سے آپ کو قیام کرنے کو کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کو اس کی بشارت ہو چکی تھی چنانچہ ہمراہیوں کو بھی واقف کرا دیا کہ ان کی نیت خراب ہے۔ آپ مع ہمراہیوں کے اجمیر کے لیے روانہ ہو گئے۔

خواجہ اعظمؒ کی دہلی میں آمد

آپ مع ہمراہیوں کے مختلف مقامات سے گزرتے ہوئے نہایت اطمینان اور بے فکری سے اپنے مشن پر سرگرم سفر رہے۔ یہ نہایت صبر آزما دور تھا۔ اگر آپ اور ہمراہیوں میں ایمان کی پختگی اور ثابت قدمی نہ ہوتی تو اس ماحول اور فضا میں آپ کا دین کی تبلیغ کے لیے ٹکنا تصور میں نہ لایا جاسکتا تھا یہ مجسمہ کرامت ہے۔

آپ نے اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے دہلی قیام فرمایا اور نہایت نرمی و محبت سے سچے دین کی تبلیغ و ہدایت کا کام شروع کر دیا۔ فرمان خداوندی آپ کے دل و دماغ میں جگہ کیے

ہوئے تھا ”لا اکراہ فی الدین“ پر آپ کا ایمان تھا آپ کے پاس نہ تلوار تھی نہ ڈھال آپ اخلاق محمد کا مجسمہ تھے زبان میں بے حد تاثیر اور روئے پر کشش جس نے غیر مسلموں کے دلوں کو موہ لیا اور گرویدہ بنالیا۔ ان میں سے سعادت مند روحوں نے خوشی اور خلوص سے اسلام قبول کیا۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد اپنی منزل یعنی اجمیر کے لیے روانہ ہوئے۔

خواجہ اعظمؒ کا اجمیر کا سفر

آپ مع ہمراہیوں کے نہایت استقلال سے راستہ کی منزلیں طے کر کے اجمیر پہنچے تارا گڑھ کا قلعہ نظر آیا۔ یہی منزل مقصود تھی آپ مع ہمراہیوں کے سایہ دار درخت کے نیچے قیام کرنا چاہتے تھے۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ملازموں نے سخت لہجہ میں کہا کہ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں آپ اٹھ جائیے۔ خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ہم تو اٹھ جاتے ہیں آپ کے اونٹ بیٹھ رہیں گے۔

آپ نے معمولی فاصلہ آنا ساگر کی چھوٹی پہاڑی پر قیام فرمایا۔ اونٹ اپنی جگہ بیٹھ کر اٹھانے پر نہ اٹھے۔ ساربانوں نے پریشان ہو کر اس واقعہ کی اطلاع راجہ تک پہنچائی راجہ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ راجہ کی ماں سمجھ گئی اس نے ساربانوں کو معافی مانگنے کی ہدایت کی۔ ساربان خواجہ بزرگؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عجز و انکساری سے اپنے گستاخانہ رویے کی معافی چاہی۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا اللہ کے حکم سے اونٹ اٹھ جائیں گے جب ساربان واپس آئے تو اونٹ کھڑے تھے۔

سادھو رام دیو اور راجے پال جوگی کا اسلام قبول کرنا

آنا ساگر اور بلبہ تالاب کے درمیان کئی مندر تھے۔ ایک عالیشان مندر راجہ کا تھا جس میں راجہ اور خاص اور درباری پوجا کرنے آیا کرتے تھے۔ مندر کا منتظم سادھو رام دیو تھا وہ اپنے مذہب کا عالم کامل اور تمام پجاریوں کا سردار تھا۔ راجہ بھی معتقد تھا۔

مسلمانوں کا وضو کر کے نماز پڑھنا ان کو چھوت چھات کی وجہ سے گوارہ نہ ہوا۔ راجہ کے پاس شکایت پہنچائی کہ یہاں پر فقیروں نے قیام کر رکھا ہے کسی کے ہٹائے نہیں بنتے۔

پرتھوی راج کا سخت رویہ

پہلا قاصد

راجہ پرتھوی راج نے قاصد سے کہلا بھیجا کہ ہمارے مذہبی قانون کے تحت آنا ساگر سے مچھلیاں پکڑ کر نہ کھائیں۔ یہ قاصد راجپوت شام کے وقت پہنچا اسی وقت آپ افطار کے لیے ستو گھول کر بیٹھے تھے۔ آپ نے افطار کی دعا کے بعد پی کر برابر والے کو دے دیا۔ اسی طرح یہ پیالا راجپوت قاصد کے پاس پہنچا کچھ توقف کے بعد ستو کا گھونٹ بھرا ستو حلق سے اترتے ہی کیفیت بدل گئی اور سینہ ایمان کی روح سے روشن ہو گیا اور خلوص سے آپ کے دست پر اسلام قبول کیا۔

راجہ پرتھوی راج کو جب یہ معلوم ہوا تو غیظ و غضب سے تمللا اٹھا اور اپنے غلط ارادوں سے باز آیا۔

دوسرا قاصد

ایک دن محفل عیش و طرب میں سرداروں کی کمی محسوس ہوئی ایک مصاحب نے قلعہ کی برجی سے سدا بہار پہاڑی کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ راجپوت سردار اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہے۔ راجہ نے سردار قاصد کو حکم دیا کہ ایک دستہ لے جاؤ اور جو سردار وہاں موجود ہوں گرفتار کر لو اور اعلان کرادو کہ جو شخص اس فقیر کے پاس جائے گا قتل کر دیا جائے گا اور اس کا گھر لٹا دیا جائے گا اور فقیر (حضرت خواجہ) سے کہنا کہ کل تک اجمیر چھوڑ کر چلا جائے۔

قاصد نے خواجہ کو راجہ کا حکم سنایا تو آپ نے فرمایا ہم مخلوق کی خدمت، ہمدردی اور فلاح کے لیے آئے ہیں۔ راجہ ہمارے کام میں کیوں مانع ہوتا ہے آپ نے جواب میں پرتھوی راج کو کہلا بھیجا:

”ہم تو جاتے ہیں مگر تم کو نکالنے والا آ جائے گا۔“

ادھر لوگوں نے یہ خبر حضرت خواجہ تک پہنچادی۔ آپ نے فرمایا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (۸۱:۱۷)

چنانچہ مفسدوں نے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ آپ نے مٹھی میں مٹی اٹھا کر اس پر آیت الکرسی دم کی اور دشمنوں پر پھینک دی جس پر اس خاک کے ذرات پہنچے اس کا جسم سوکھ گیا۔ سادھو رام سمجھ گیا کہ یہ درویش کوئی بڑا صاحب کمال معلوم ہوتا ہے۔

سادھو رام جو زبردست ساحر بھی تھا جادوگروں کی جماعت کے ساتھ آپ کے نزدیک پہنچا تو جاہ و جلال درویش دیکھ کر لرز گیا۔ پاؤں کی رفتار اور زبان کی گفتار جاتی رہی اور آپ کے قدموں میں گر پڑا عاجزی سے معافی مانگی اور سچے دل سے آپ کے دست پر اسلام قبول کیا شادی دیو کا نام سعدی تجویز کیا۔

راجہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو متشکر ہوا۔ ماں نے بہت سمجھایا کہ اس درویش سے نہ الجھے۔ خواجہ بزرگ کے مقابلہ میں دوسرے گروہ کا سردار اچھے پال جوگی جو ساحری میں کامل اور علم نجوم رمل اور جفر میں ماہر تھا۔ خواجہ بزرگ کی کرامات کو شعبہ بازی اور جادوگری سے تعبیر کیا۔ اس نے راجہ کو یقین دلایا کہ میں اس فقیر کو یہاں سے نکال دوں گا۔

اچھے پال نے وضو کے لیے پانی نہیں لینے دیا۔ آپ کی کرامت سے پورے تالاب کا پانی ایک پیالہ میں آ گیا۔ اچھے پال جوگی کا کوئی حربہ کامیاب نہ ہوا۔ عاجز ہو کر آپ کے قدموں میں گر گیا اور اسلام قبول کیا آپ نے عبداللہ نام تجویز کیا۔ عبداللہ بیابانی کے نام سے مشہور ہوا۔

جائے قیام میں تبدیلی

حالات کے پیش نظر شادی دیو اور اچھے پال نے مسلمان ہونے کے بعد آپ سے گزارش کی کہ شہر میں قیام فرمائیں جہاں مخلوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہو۔ آپ نے یہ درخواست قبول فرمائی چنانچہ وہ مقام پسند کیا گیا جہاں آپ کا مزار ہے۔ پہلے یہاں شادی دیو رہتا تھا۔

پرتھوی راج کو دعوت اسلام

سادھورام اور ارجے پال جوگی حلقہ بگوش میں داخل ہو چکے تھے۔ مبلغ اعظم ہند نے شہر میں قیام فرمانے کے بعد راجہ پرتھوی راج کو قبول اسلام کی دعوت دی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا لوگوں نے اس کے سخت برتاؤ کی شکایت کی، آپ کو افسوس ہوا آپ نے مراقبہ کر کے آنکھیں کھولیں اور فرمایا۔ اگر یہ باز نہ آیا تو زندہ گرفتار ہو جائے گا۔^۴

خواجہ بزرگ کی دربار ایزدی میں التجا

راجہ پرتھوی راج کے سخت رویہ میں کوئی فرق نہ آیا آپ کو افسوس ہوا اور دربار خداوندی میں ملتیں ہوئے۔

ان دونوں جہاں کے مالک انسان اور جنات کی پرورش کرنے والے یہ تیرانا فرمان بندہ رائے پتھوراج وغورہ تکبر کے گھوڑے پر سوار ہے۔ اعتدال ختم کر کے عدل و انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ کر لوگوں کو تکلیف پہنچانے پر کمر بستہ ہو گیا ہے تجھ کو اور تیرے دین کو حقیر سمجھتا ہے اور تیرے بندوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتا ہے پس اے خداوند تعالیٰ رائے پتھوراج اور اس کے لشکر جو اصحاب فیل سے زیادہ طاقتور ہے اس کو ہدایت دے یا سزا دے۔

اس دعا کے بعد آپ نے روزہ انظار کیا اور بعد نماز عشاء کچھ دیر مراقبہ کیا بعد ازاں ساتھیوں سے ہم کلام ہوئے۔ ایک مرید نے آپ کے چہرہ پر مسرت آمیز تاثرات محسوس کیے اور عرض کیا۔

حضور مراقبہ میں راجہ کی نافرمانی میں کچھ خوشخبری معلوم ہوئی آپ نے فرمایا اگر یہ راہ راست پر نہ آیا تو اس کی حکومت نکل جائے گی۔

شہاب الدین کو خواب میں فتح کا مشرودہ

شہاب الدین غوری کو ترائن کی شکست کانٹنے کی طرح کھٹک رہی تھی اور دل میں آتش انتقام سگ رہی تھی، رات دن اپنی شکست کا بدلہ لینے کی تدابیر میں لگا ہوا تھا۔ ایک دن وہ نہایت غور و فکر اور خیالات میں مستغرق تھا اس کو غنودگی آ گئی۔ ایک بزرگ روبرو کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی حکومت تجھ کو بخش دی۔ سلطان شہاب الدین کی آنکھ کھلی تو کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے اس کو بشارت نبی سمجھا۔

فیصلہ کن جنگ

سلطان شہاب الدین نے ترائن کی جنگ ۱۱۹۱ھ میں زخم کھائے اور شکست کا منہ دیکھا غزنین واپس آ کر اس کے سینے میں آتش انتقام بھڑک رہی تھی اس نے اندرونی طور پر پوری تیاری شروع کر دی۔ ہندوستان کو فتح کرنا آسان نہ تھا۔ شمالی ہندوستان میں چار حکومتیں تھیں۔ دہلی، اجمیر، قنوج اور گجرات اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کا اثر زیادہ تھا۔ راجہ جے چند جو قنوج کا راجہ تھا۔ پرتھوی راج سے مخالفت چل رہی تھی جو دشمنی کی حد تک پہنچ چکی تھی ایک دوسرے کے اقتدار کو ختم کرنے کا کوشاں تھا۔ راجہ جے چند اپنی بچھلی توہین کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس نے موقع مناسب جانا اور شہاب الدین کو یہاں کے حالات سے آگاہ کیا اور حملہ کرنے پر آمادہ کیا اور اپنی مدد کا یقین دلایا۔ خواجہ کی شہاب الدین کو فتح کی بشارت مل چکی تھی اس طرح اس کی ہمت بندھ گئی اور فتح و کامرانی کا پورا یقین ہو گیا۔

شہاب الدین نے کوچ کا قنارہ بجولیا، امراء، سردار اور دوسرے لوگ حیرت میں تھے کہ سلطان اتنی جلدی پھر آمادہ جنگ ہو گا ایک ہی ہفتہ میں لشکر۔ اگر پشاور پہنچا۔ مصاحبوں میں سے ایک مرد پیر نے دریافت کیا کہ مہم کا سامان تو بہت ہے مگر ارادہ کہاں کا ہے۔

سلطان شہاب الدین نے ایک سرد آہ بھری اور کہا اے پیر مرد جب سے میں نے شکست کھائی ہے حرام سرا میں بستر پر نہیں سویا۔ بلخ غور اور خراساں کے امراء کی صورت نہیں

اور سولہ ہزار سامان اور سردکی گاڑیاں تھیں۔ سب سے آگے ایک لاکھ تیرا انداز دوسری صف میں ڈیڑھ لاکھ سواران کے پیچھے ڈیڑھ سورا جاؤں کی فوجیں تھیں۔ ان کی پشت پر پرتھوی راج خود مع پچاس ہزار بہادر فوج اور سواروں کے تیار کھڑے تھے اور اپنے پیچھے ہاتھیوں کی قطار اس انداز سے کھڑی کی تھی کہ سلطان فوج میں ابتری پاتے ہی انہیں ہاتھیوں کے ریلے سے کچل دیا جائے۔

سلطان شہاب الدین اور اس کی فوج کی ترتیب

حسب ”تاریخ فرشتہ“ سلطان کی فوج ایک لاکھ سات ہزار تھی جو راجہ پرتھوی راج کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ سلطان کے پاس ایک ہاتھی بھی نہ تھا جب کہ راجہ کے پاس تین ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ سلطان شہاب الدین نے حکمت عملی سے کام لیا اور لشکر کو اس طرح ترتیب دیا۔ پہلی صف میں ایک کمان کی شکل میں بیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل کو رکھا۔ ان کے درمیان میں قطب الدین ایک تھا، دائیں طرف اس نے اپنے بھتیجے عبداللہ کو تعینات کیا اور بائیں جانب اپنے لڑکے محمود خاں کو مقرر کیا۔ باقی ساٹھ ہزار سواروں کے پانچ دستے بنائے جن میں بارہ ہزار سوار ہر دستہ میں تھے۔ جنگ شروع ہونے سے قبل سلطان نے ایک پر جوش تقریر کی اور گشت لگایا۔

آغاز جنگ اور راجپوتوں کا عہد

راجپوتوں کی طرف سے طبل جنگ بجاتیروں کی بارش شروع ہو گئی سواروں نے پیش قدمی کی دوسری جانب شہاب الدین کے لشکر نے بھی اپنے نیزوں کو حرکت دی۔ ذرا سی دیر میں دونوں فوجیں گھم گھما ہو گئیں۔ گردنیں اور بازو کٹ کٹ کر میدانوں میں بکھر گئے۔ راجہ پرتھوی راج نے ساری فوج میدان جنگ میں جھونک دی تھی۔ شہاب الدین نے فوج کا ایک حصہ محفوظ رکھ لیا تھا چنانچہ اس (ریزرو) محفوظ فوج میں سے بارہ ہزار فوج کا تازہ دم دستہ بھیجا جس سے شہاب الدین کے فوج کے حوصلے بڑھ گئے۔ راجہ پرتھوی راج کا خیال تھا جنگ جلد ختم ہو جائے گی۔ اس کو فکر لاحق ہوئی کہ دو گھنٹہ جنگ کا یہی نقشہ اور راجپوتوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے چنانچہ اس نے راجاؤں اور سرداروں کو جمع کر کے مختصر پر جوش تقریر کی اور کٹ مرنے کا عہد کر کے میدان جنگ میں لپک پڑے۔

دیکھی، پیر مرد نے دعا خیر مانگی اور کہا کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ جن سرداروں کو معزول کیا ہے ان کو بلا کر انعام و اکرام سے نوازیں اور جرم کی معافی کا اعلان فرمائیں تاکہ ان کے حوصلے بلند ہوں اور بدنماداغ جو شکست کا لگا ہے دھوئیں اس طرح تجربہ کار سرداروں کا لشکر میں اضافہ ہوگا سلطان نے یہ مشورہ پسند کیا اور عمل کیا۔

ملتان کے ایک دربار میں سرداروں نے اپنی وفاداری کا عہد کیا اور مدد کا یقین دلایا۔ سلطان ملتان سے لاہور روانہ ہوا تو ام الملک رکن الدین حمزہ جو نہایت ہوشیار اور عقلمند تھا تقریر و تحریر میں یکتا تھا، اپنی بنا کر اپنے پیغام کے ساتھ اجمیر روانہ کیا۔ پرتھوی راج کو یہ مختصر پیغام تھا۔

”اطاعت قبول کرو ورنہ لڑائی کے تیار ہو جاؤ۔“

راجہ پرتھوی راج کو یہ پیغام ملا تو اس نے قطعی توجہ نہ دی وہ پیکر غرور و تکبر تھا اس کو اپنی بے پناہ طاقت پر ناز تھا، شہاب الدین کی بساط اس کو کچھلی جنگ میں معلوم ہو چکی تھی۔ راجہ پرتھوی راج نے اس گھمنڈ میں شہاب الدین کو مندرجہ ذیل جواب دیا۔

ہماری بے شمار فوج اور اس کا جوش و ولولہ تمہیں معلوم ہوگا اور ہر روز ہندوستان کے کونہ کونہ سے فوجیں چلی آرہی ہیں اگر تمہیں خود پر حرم نہیں آتا تو اپنی بد نصیب فوج پر ترس کھاؤ اور اپنے آنے سے شرمندہ ہو کر واپس چلے جاؤ ورنہ اس کے لیے تیار ہو جاؤ کہ تین ہزار سے زیادہ صف توڑنے والے ہاتھی اور بے گنتی پیادے اور تیرا انداز کل سے تمہاری فوج پر یلغار کریں گے اور تمہیں لڑائی کے میدان میں فیل مات ہوگی (ہاتھیوں سے تمہارا لشکر روند دیا جائے گا)۔

راجہ پرتھوی راج کو اپنی فتح و کامرانی کا مکمل یقین تھا، ڈیڑھ سورا راجہ مہاراجہ اور ان کی فوجیں اس کے ساتھ تھیں۔ کچھ ہی دن بعد اپنے عظیم لشکر کے ساتھ تھانیر کے میدان میں آ گیا۔

دوسری جانب سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی دونوں فوجیں آمنے سامنے سرسوتی دریا کے اس پار میدان میں مورچے لگائے ہوئے تھیں۔

راجہ پرتھوی راج کی فوج اور اس کی ترتیب

راجہ پرتھوی راج جس کو اپنی طاقت پر ناز تھا اور فتح پر پورا یقین تھا اس نے فوج کی ترتیب پر خاص توجہ نہ دی۔ اس کے پاس تین ہزار جنگی ہاتھی، تین لاکھ سوار، بے شمار پیدل

شہاب الدین کی حکمت عملی اور فتح

شہاب الدین تجربہ کار جنرل تھا وہ شیر کی حیثیت سے کام دے رہا تھا۔ اس نے جنگ کی نوعیت کو سمجھا۔ ذرا سی غفلت شکست کا سبب بن سکتی ہے۔ وہ بڑا موقع شناس تھا۔ اسی اثنا میں اس کو اپنے خواب کی بشارت بھی یاد آ گئی چنانچہ چھ ہزار کے دودستے دائیں بائیں جانب اس تاکید کے ساتھ روانہ کیے کہ جب تک اشارہ نہ ملے یلغار نہ کریں اور خود بارہ ہزار سوار کا دستہ لے کر جو عربی گھوڑوں اور یمنی نیزوں سے لیس تھا جوش سے راجپوتوں پر ٹوٹ پڑا۔ راجپوتوں کی فتح کی امید نہ رہی راجہ پرتھوی راج بھی بہادر اور تجربہ کار تھا اس نے راجپوتوں کو لاکار۔ ”اے بہادر شہاب الدین جو تمہارے سامنے ہے اس کو زندہ نہ جانے دو اور ہاتھیوں کے لشکر کو شہاب الدین کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ شہاب الدین نے جو دودستے روانہ کیے تھے ان کو یلغار کا حکم دیا اور خود نے پرتھوی راج کو اپنا نشانہ بنایا۔ شہاب الدین کی فوج کمان کی شکل میں آگے بڑھ رہی تھی۔ راجپوت پیچھے ہٹ رہے تھے اور ہاتھی آگے بڑھ رہے تھے ان کے ہاتھیوں نے ان ہی کی فوج کو روند ڈالا اور راجپوتوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کھانڈے راؤ اور بہت سے راجے مارے گئے پرتھوی راج جان بچا کر بھاگا مگر سرتی ندی کے پاس گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ ۵

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ پرتھوی راج کو گرفتار کر کے غزنین بھیج دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد مر گیا۔

شہاب الدین کی فتح کے بعد اجمیر روانگی

خواجہ بزرگ کی دعا کی بدولت اس جنگ میں فتح ہوئی۔ اس عظیم فتح کے بعد شہاب الدین غوری نے مختار نامے لاہور اور غزنیں بھیجے۔ سرتی نامی سے گزر کر مدافعت ختم کرتا ہوا براستہ ٹیکڑی لاہور روانہ ہوا، پرتھوی راج کالڑکا کولا اور دیگر راجگان کے لڑکے جن کے باپ اس جنگ میں کام آچکے تھے شہاب الدین غوری کے دربار میں فرمانبرداری اور اطاعت کی دستاویزات مع تحائف شاہانہ حاضر ہوئے۔ شہاب الدین غوری نے فراخ دلی سے دستخط کر

کے مہر ثبت کرا دی اور اجمیر کی حکومت بخش دی۔ اس خوشی میں راجپوتوں نے ٹیکڑی کے تالاب کے کنارے جشن مسرت منایا اور چراغاں کیا۔ ۶

شہاب الدین غوری نے مکمل فتح یابی کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ باری تعالیٰ پر شکر بجا لانے کے لیے کئی روز عبادت میں گزارے اور اجمیر کی جانب شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوا۔ دائیں بائیں وزیر اور امراء تھے۔ پرتھوی راج کالڑکا اور دیگر راجگان کے لڑکے بھی ساتھ تھے اور پیچھے شہاب الدین کا لشکر خاص تھا۔ ۷

شہاب الدین دربار خواجہ میں

جس وقت شہاب الدین اجمیر میں داخل ہوا تو سورج ڈھلنے لگا تھا۔ آگے بڑھتا ہوا وہ اس مقام پر آ گیا جہاں درگاہ شریف ہے۔ اس نے اذان کی آواز سنی تو تعجب ہوا وہ اس دعوت حق کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ پرتھوی راج کے لڑکے نے عرض کیا کہ آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ شہاب الدین نے کہا کہ اس مقام پر اذان دینے والا کون ہے۔ لڑکے نے عرض کیا حضور کچھ ہی عرصہ ہوا یہاں کچھ مسلمان درویش قیام کیے ہوئے ہیں اور دن میں کئی بار اس آواز سے کچھ کہتے ہیں اور پھر عبادت میں لگ جاتے ہیں۔ شہاب الدین غوری کے دل میں جوش پیدا ہوا اور جماعت میں شریک ہونے کی جلدی تیار کی۔ صف اول میں لوگ کھڑے ہو چکے تھے اور تکبیر تحریمہ تک اٹھارہ نفوس تھے لیکن رکوع کے وقت بارہ آدمی تھے۔ نماز ختم ہونے کے بعد امام نے اپنا منہ مقتدیوں کی جانب کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

شہاب الدین کی متلاشی نظروں نے جب امام پر نظر ڈالی تو اس کی حیرت و مسرت کی انتہا نہ رہی اس کی آنکھوں میں نقشہ گھوم گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے دوبارہ حملہ کرنے اور فتح کی بشارت دی تھی۔

شہاب الدین غوری اٹھ کر امام کے قریب آیا اور آنکھوں میں اشک مسرت لیے ادب سے کھڑا ہو گیا۔ یہ امام خواجہ بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے سینے سے لگایا اور قلبی دعاؤں سے نوازا۔ شہاب الدین نے اپنے رخسار اور آنکھوں کو حضور کے سینے سے لگایا۔ بعد ازاں خواجہ نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

خواجہ نے شہاب الدین کو حضرت ناطع شاہؒ سے ملنے کو فرمایا۔ شہاب الدین کے ساتھ قونج کاراجہ جے چند تھا۔

حضرت سید حسین مشہدیؒ کا تقرر

قطب الدین ایک نے نظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیا اور اجمیر میں حضرت سید حسین مشہدی خنگ سوار کو ریڈنٹ کی حیثیت سے مقرر کر دیا تھا۔ یہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ جہاد کی نیت سے شہاب الدین غوری کے ہمراہ آئے تھے۔ ان کے اکثر اوقات حضرت خواجہ بزرگ کی حضوری میں گزرتے تبلیغ اسلام میں دلچسپی لی۔ آپ سادات میں سے تھے۔

تارا گڑھ پر حضرت سید حسین مشہدیؒ کی شہادت

حضرت سید حسین مشہدیؒ کا ریڈنٹ (قلعہ دار) کی حیثیت سے مختصر جماعت کے ساتھ تارا گڑھ پر قیام تھا۔ لشکر کے سپاہی لگان وصول کرنے گئے تھے۔ شرارت پسندوں نے سازش کے تحت قطب الدین ایک کے مرنے کی جھوٹی خبر پھیلا دی چنانچہ راجپوت جاگیردار اور دوسرے مسلح گروہ نے کمندوں کے ذریعہ داخل ہو کر اچانک حملہ کر کے شب خون کیا۔ حضرت میران سید حسین مشہدیؒ رات کے آخری وقت میں دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت خواجہ صبح کی نماز کے بعد جائے نماز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ہوا کا جھونکا آیا آپ نے مراقبہ کیا اور فرمایا ”بوائے شہدا آورہ بودم“ مجھے اس ہوا میں شہیدوں کے خون کی بو آ رہی ہے۔

آپ مع مریدین کے تارا گڑھ تشریف لے گئے اور وہاں ان شہداء کو دیکھا۔ حضرت سید حسین مشہدیؒ کو بلندی پر دفن کیا اور دیگر شہداء کو نیچے کی طرف پچاس پچاس کی چار قطاروں میں دفن کیا۔

حضرت خواجہ بزرگؒ کا دہلی کا سفر اور بابا فرید پر عنایت

آپ پہلی بار اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے۔ یہ شمس الدین التمش کا عہد تھا۔ آپ نے قطب صاحب کی خانقاہ پر قیام فرمایا۔ قطب صاحب کو دہلی کی ولایت سپرد کر دی تھی۔

آپ نے قطب صاحب کو یہ بھی منع فرما دیا تھا کہ سلطان کو بھی خبر نہ ہو ورنہ خلقت کی ہجوم سے مہلت نہ ملے گی۔ اس احتیاط کے باوجود سلطان اور لوگوں کو خبر ہو گئی اور آپ کی زیارت کے لیے جوق در جوق حاضر ہوئے۔

شیخ نجم الدین صغریٰ آپ سے ملنے آئے آپ ازراہ اخلاق خود تشریف لے گئے۔ شیخ نجم الدین صحن میں کچھ تعمیر کر رہے تھے۔ آپ کا استقبال نہ کیا اور نہ ہی توجہ دی۔ آپ نے فرمایا شیخ الاسلامی کے نشہ میں قدیم تعلقات اخلاق و انسانیت چھوڑ بیٹھا۔ نجم الدین صغریٰ بہت شرمندہ ہوئے اور معافی چاہی۔ بعد ازاں عرض کیا کہ آپ کا مرید (قطب صاحب) جب سے یہاں آیا ہے تمام مخلوق اس کی گرویدہ ہے اور میں برائے نام شیخ الاسلام ہوں۔ حضرت خواجہؒ نے مسکرا کر فرمایا میں اس کو اجمیر لے جاؤں گا اطمینان رکھیے۔ شیخ نجم الدین صغریٰ نے دعوت کا اصرار کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا جب خواجہ بزرگ قطب صاحب کو اجمیر لانے لگے تو اہل دلی بے چین و تاب ہو گئے اور آپ سے منت و ساجت کرنے لگے آپ نے جب یہ حال دیکھا تو قطب صاحب کو وہیں چھوڑ دیا۔

آپ کے دہلی کے قیام میں قطب صاحب سے لے کر دیگر حضرات تک سب نے حسب استعداد فیض و عرفان حاصل کیا۔ بعد ازاں حضرت خواجہؒ نے دریافت فرمایا کوئی اور تو باقی نہیں رہا۔ حضرت قطب صاحب نے عرض کیا مسعود (حضرت فرید گنج شکرؒ) چلہ میں بیٹھا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگؒ اٹھے اور حضرت قطب صاحب کو بھی ساتھ لیا۔ حجرہ کا دروازہ کھولا۔ بابا فرید کمزوری کے باعث ادب و تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہو سکے اور چشم پر نم سے سر کو جھکا لیا۔ حضرت خواجہؒ نے دیکھ کر فرمایا اے قطب کب تک اس غریب کو مجاہدہ میں گھلاتے رہو گے آؤ اس کو کچھ بخش دیں۔

بابا فرید الدینؒ پر انعام و اکرام

یہ کہہ کر حضرت خواجہ بزرگؒ نے بابا فریدؒ کا دایاں ہاتھ پکڑا اور حضرت قطب صاحب نے بایاں بازو پکڑ کر کھڑا کیا۔

غریب نواز آسمان کی جانب منہ کر کے ملتی ہوئے۔ اے باری تعالیٰ بابا فرید کو قبول فرما اور اکمل درویشوں کے مرتبہ پر پہنچا۔

چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی آپ کو اسم اعظم عطا کیا گیا۔ حجابات درمیانی اٹھ گئے۔ حضرت خواجہ نے خلعت اور حضرت قطب صاحب نے دستار خلافت عطا فرمائی۔ اس مجلس میں شیخ حمید الدین ناگوری، نور الدین غزنوی، مولانا علی کرمائی، مولانا شمس الدین ترک، شیخ نظام الدین ابوالموئید اور دیگر مشائخ حاضر تھے۔ کسی شاعر نے برجستہ یہ شعر پڑھا:

بخشش کونین بگرفتہ فرید بادشاہی یافتہ از بادشاہان جہاں

حضرت خواجہ کا نکاح اول ۵۸۹ھ

آپ کی عمر شریف کا بیشتر حصہ تحصیل علوم ظاہری و باطنی، فقیری و درویشی، سیرو سیاحت، عبادت و ریاضت میں گزرا۔ آپ کو نکاح کا خیال عجیب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ کو خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ ارشاد سنا۔

اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہیے۔

ایک روز سید وجیہ الدین شہیدی نے اپنے جد امجد حضرت امام جعفر صادق کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اپنی دختر عصمت اللہ کا نکاح خواجہ معین الدین سے کرو کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے جب حضرت سید وجیہ الدین خواب سے بیدار ہوئے تو سرور و شاداں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا اگرچہ ساری عمر دنیا سے علیحدہ گزری اور میں ضعیف بھی ہو گیا ہوں لیکن حسب ارشاد نبوی مجھے رشتہ قبول ہے چنانچہ آپ کا عقد بی بی عصمت سے ہو گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ کی عمر ۵۹ سال تھی۔ بی بی عصمت کے لطن سے تین صاحبزادے تولد ہوئے (۱) خواجہ فخر الدین (۲) ضیاء الدین ابوسعید (۳) حسام الدین ابوصالح (۴)۔

حضرت خواجہ کا سفر دہلی و دوسری بار

ایک کسان نہایت پریشانی کے عالم میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میری فصل بالکل تیار ہو چکی ہے اور حاکم وقت نے ضبط کر لی ہے تا وقتیکہ فرمان شاہی نہ پیش

کیا جائے میرا گزارا اسی پر ہے۔ اس سلسلے میں آپ میری اعانت فرمائیں۔

اگر چاہتے تو رقعہ لکھ کر فرمان استمراری منگوا لیتے مگر کسان کی دلجوئی کی خاطر آپ نے اس کے ہمراہ دہلی کا سفر کیا جب آپ اس کے ساتھ دہلی تشریف لے جا رہے تھے آپ کے صاحبزادے خواجہ فخر الدین بھی جو موضع مانڈل میں کاشت کر رہے تھے اپنی سفارش کے لیے عرض کیا کہ واگذاشت کے لیے حکم استمراری صادر کرالیں تاکہ آئندہ پریشانی نہ ہو۔

آپ نے یہ سفر اچانک اختیار فرمایا تھا حضرت قطب الدین کو بھی خبر نہیں تھی کسی نے اطلاع کر دی تھی۔ حضرت قطب الدین فوراً بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ بھی مع عملہ حکام آپ کے استقبال کو پہنچا۔ حضرت قطب الدین نے عرض کیا آپ کے اچانک رونق افروز ہونے پر مسرت لیکن سفر کی زحمت کا احساس ہے۔ رقعہ سے یہ سب کام ہو جاتا آپ نے فرمایا کسان کے لیے خدا تعالیٰ کا یہی حکم تھا۔

حضرت خواجہ کا عقد ثانی

ملک خطاب حاکم قلعہ ٹیلی نے جہاد میں ایک راجہ کی لڑکی کو گرفتار کیا اور خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لڑکی نے آپ کو دیکھ کر بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ نے لڑکی کا نام امت اللہ تجویز فرمایا اور ملک خطاب کی درخواست پر سنت کے پیش نظر عقد کر لیا۔ حضرت امت اللہ کے لطن سے بی بی حافظہ جمال تولد ہوئیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین کا کی کو خلافت و سجادگی عطا کر کے رخصت کرنا

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے دلیل العارفین کی بارہویں مجلس میں تحریر فرمایا ہے۔ اجمیر جمعہ کا دن تھا اس مجلس کو آخری مجلس کہنا چاہیے۔ درویش و مریدین حاضر خدمت تھے۔ ملک الموت کا ذکر ہوا۔ ارشاد ہوا کہ دنیا بغیر ملک الموت کے بیکار اور بے قیمت ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الموت جسر یوصل الحییب الی الحییب

یعنی موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے۔

فرمایا اللہ والوں کی ہستی مانند آفتاب ہے جو اپنے نور سے دنیا کو روشن رکھتے ہیں۔ ان کی ہستی سے کائنات کا ذرہ ذرہ تاباں ہے۔ یہ بیان فرما کر خواجہ بزرگ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہاں کس لیے لایا گیا ہے، یہاں میرا دفن بنے گا۔ چند روز بعد یہ سفر درپیش ہے۔ شیخ علی سنجر جو اسی وقت حاضر خدمت تھے حکم دیا: فرمان لکھ کر ہمارے قطب الدین بختیار کاکی کو دے دو۔ ہم نے ان کو خلافت جانشینی عطا کی اور دہلی جا کر قیام کریں جب خلافت نامہ پورا ہوا تو دست سے عطا فرمایا گیا۔ میں نے ادب و تعظیم کی۔ ارشاد ہوا میرے پاس آؤ میں اور قریب ہو گیا۔ اپنی کلاہ اور عمامہ میرے سر پر رکھا۔ حضرت عثمانی ہاروٹی کا عصا میرے ہاتھ میں دیا اور خرقہ پہنایا۔ قرآن شریف اور مصلیٰ مرحمت کر کے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس امانت ہے جو خواجگانِ چشت کے سلسلہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ یہ امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں جس طرح ہم نے یہ ذمہ داری پوری کی ہے تم بھی اس کا حق بجالاؤ گے تاکہ کل قیامت کے دن حضراتِ پیرانِ چشت کے سامنے مجھے شرمندگی نہ ہو یہ عاجز پھر آداب بجالاؤ، دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

حضرت خواجہ نے فرمایا جاؤ خدا کے سپرد کیا اور منزل گاہ عزت پر فائز کیا۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ قدم بوسی کے بعد اجازت لوں آپ پر روشن ہو گیا آپ نے قریب بلایا میں نے قدم بوسی کی۔ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: یارِ رنجیدہ ہومردانہ ہمت سے رہو میں رخصت ہوا اور دہلی سکونت اختیار کی۔

حضرت خواجہ کا وصال

۶ رجب ۶۳۳ھ ۳۱ بعد نمازِ عشاء آپ حجرہ میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا۔ خدام کو اندر آنے سے منع فرمایا۔ ساری رات خدام حجرہ اور حاضرین کے کانوں میں وجد کی آواز سنائی دیتی رہی لیکن آخر شب میں یہ آواز بند ہو گئی۔

صبح کی نماز کا وقت ہوا حسب معمول دروازہ نہ کھلا تو خدام نے دتکیں دیں کوئی جواب نہ پا کر مجبوراً دروازہ توڑا گیا لوگوں نے دیکھا کہ آپ واصل بحق ہو گئے ہیں۔ انا

للہ وانا الیہ راجعون۔ حاضرین نے آپ کی پیشانی پر ”ہذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ“ کی عبارت قلم غیب سے لکھی دیکھی۔ (یہ اللہ کا حبیب ہے اور اللہ کی محبت میں انتقال کیا)۔ ۳۱

نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدین نے پڑھائی اور اسی حجرہ میں دفن کیا گیا۔

اکثر اولیاء نے اسی شب حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ معین اللہ کا دوست ہے ہم اس کے لیے آئے ہیں۔

حضرت قطب الدین کے پاس چالیس روز بعد ایک شخص نے بیان کیا کہ آپ کے آنے کے بیس روز بعد حضرت خواجہ بزرگ کا وصال ہو گیا۔ (دلیل العارفین)

راویوں نے آپ کی تدفین کے بعد آپ کے مزار سے عرصہ دراز تک خوشبو آنے لکھا ہے۔ ۵۱ آج بھی آپ کے مزار سے طرح طرح کے پھولوں مختلف قسم کے عطروں کی ملی جلی خوشبو روح و دماغ کو فرحت و تسکین دیتی ہے اور پاکیزگی کی جانب رجوع کراتی ہے۔ آپ کے مزار کے قریب وجوار میں رہنے والے جنت کا مزہ لیتے ہیں۔ آپ کے سایہ بابرکت سے تو سب ہی فیضاب ہیں۔ (مولف)

حضرت خواجہ کی سیرت

آپ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھا اور اپنی زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالا۔ سنت کی سختی سے پابندی کی اور خود کو فنا فی الرسول کے درجہ پر پہنچایا۔ آپ کی سادہ زندگی تھی، آپ کی عمر کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں گزرا۔ آپ کے تقویٰ اور پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ عشاء کی نماز سے صبح کی نماز تک با وضو رہتے۔ آپ رات دن میں دو کلام پاک ختم کرتے تھے۔ آپ استغراق کے عالم میں آنکھیں بند رکھتے تھے۔ بعض دفعہ آپ کی استغراق کی یہ کیفیت ہوتی کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور قاضی حمید الدین باادب زور زور سے الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے آپ کو

خبر نہ ہوتی تو مجبوراً آپ کا شانہ ہلا کر آپ کے گوش میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے تو آپ آنکھیں کھول کر فرماتے۔ شرع محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے چارہ نہیں۔

آپ پر جمالی اور جلالی دونوں طرح کی کیفیت رہتی تھی جب آپ پر جلالی کیفیت طاری ہوتی تو حجرہ بند کر لیا کرتے تھے جب آپ باہر تشریف لاتے تو حضرت قطب صاحب اور قاضی حمید الدین سامنے نہ آتے تھے۔ عشق الہی میں مستغرق رہتے اور چہرہ پر غمگینی اور اداسی کے آثار نمایاں ہوتے۔ آپ اکثر فرماتے اے خداوند تعالیٰ کہیں درد (محبت) ہو تو اپنے بندہ معین الدین کو عطا فرما۔ ایک روز حضرت قطب صاحب نے عرض کیا آپ یہ دعا کیوں فرماتے ہیں ارشاد ہوا جب کوئی مسلمان درد و تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ محبت ایمان کی دلیل ہے۔^{۱۸} حضرت خولجہ عثمان ہاروٹی کو آپ کی مریدی پر فخر تھا۔ آپ نے اعلیٰ مراتب طے کر لیے تھے۔

عادت و اخلاق

آپ حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھے، طبیعت میں غفوکا مادہ تھا، بردباری تھی، خل و برداشت، رحم اور ہمدردی، ادب سب آپ میں موجود تھے۔ گو آپ اخلاق محمدی کا بہترین نمونہ تھے۔ بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے شفقت، سلام میں سبقت فرماتے، غریب اور محتاج کی مدد، بیواؤں کی خبر گیری، بھوکوں کے کھانے کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں: ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہا مگر میں نے کبھی کسی سائل یا فقیر کو آپ کے در سے محروم جاتے نہیں دیکھا۔

آپ کی معاشرت

ابتداء میں آپ کے پاس باغ اور پن بجلی تھی۔ بعد ازاں سفر و سیاحت میں تیرکمان اور چھتاق آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اکل حلال سے بسر اوقات فرماتے تھے۔ اکثر آپ روزہ سے رہتے تھے۔ آپ کی خوراک معمولی تھی ایک ٹکڑا جو کی روٹی سے روزہ افطار فرماتے تھے اور سفر میں شکار کا بھنا گوشت تناول فرماتے تھے۔

جس طرح آپ کی سادہ خوراک تھی اس طرح سادہ پوشاک تھی۔ بخیہ کی ہوئی دو تائی آپ کا لباس تھا جب آپ کا کپڑا کہیں پھٹ جاتا جو کپڑا بھی مل جاتا آپ اس کا پیوند لگا لیتے تھے، آپ کے لباس میں پیوند نظر آتے تھے، آپ نے اس فقری میں بادشاہت کی اور وصال کے بعد شہنشاہوں نے جیس سائی کی ہے۔

ذوق سماع

مسلک چشتیہ میں سماع روار کھا گیا ہے چنانچہ غریب نواز کو بھی سماع کا ذوق تھا اور علماء وقت نے ان کی محفل سماع پر اعتراض نہیں کیا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے محفل سماع میں شریک ہونے والے مندرجہ ذیل حضرات کے نام لکھے ہیں۔ حضرت شیخ محمد کرمائی، شیخ محمد اصفہائی، شیخ شہاب الدین چشتی، مولانا بہاء الدین بخاری، مولانا محمد بغدادی، شیخ احد الدین کرمائی، شیخ احمد واحد، خواجہ سلیمان و شیخ جلال الدین تبریزی وغیرہ۔

یہ مجالس سماع مخصوص ہوتی تھی درویشوں کے علاوہ عام اجازت نہ تھی اصل میں حق سماع صاحب حال کے لیے ہے۔

صوفیاء کرام کا جو طریقہ سماع کا تھا بدل کر رہ گیا ہے۔ بہترین عارفانہ کلام کی جگہ آلات موسیقی نے لے لی، چنانچہ آج مجالس سماع کا موضوع اختلافی مسئلہ ہے۔

پہلے محفل سماع میں دف کا استعمال ہوتا تھا آج بھی نیرہ کا غریب نواز میں بزرگوں کی عرس کی تقاریب میں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے اور دف کا استعمال ہوتا ہے۔

قارئین کی معلومات کے لیے انکشاف کیا جاتا ہے کہ مؤلف نے چند روز قبل اپنے بزرگ دوست جناب مرزا وحید الدین بیک مؤلف ہولی بائیکرائی خواجہ معین الدین چشتی کے پاس لندن میوزیم کے پینٹنگ Painting کی کاپی دیکھی یہ دقتی تصویر کسی غیر مسلم کی بنائی ہوئی ہے اور سو سال کے عرصہ کے قریب کسی گورنر جنرل کو دی تھی اس نے چرچل^{۱۹} کے خاندان کو دے دی اس طرح لندن میوزیم میں پہنچ گئی۔ اس تصویر میں ایک درویش کو حال کے عالم میں بتایا گیا ہے اور چوب دار سنبھال رہا ہے۔ دوسرے درویش کھڑے ہو گئے

ہیں۔ قوال شعر ذہرا رہا ہے ایک شخص دف بجا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس صدی میں بھی دف کا رواج تھا اس سلسلہ میں سماع کے موضوع میں لکھا ہے۔ (مولف)

سماع

یہاں سماع کے متعلق مختصراً لکھا جا رہا ہے۔ تفصیلی بحث میری آئندہ شائع ہونے والی کتاب ”حقیقت سماع“ میں کی جائے گی۔ چونکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اس کی موافقت اور مخالفت میں بہت سی دلیلیں ہیں۔ یہاں صرف صوفیاء کرام کے سماع سے متعلق اصول، آداب پر روشنی ڈالی جا رہی ہے نیز موجودہ طور طریقے پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ظاہر دوسرا باطن۔ ایک اچھا، ایک برا۔ اب یہ اختیار کرنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کس جانب توجہ کرتا ہے۔

انسان کے لیے ایک عقل اور حواس خمسہ ہیں ان میں سے ہر ایک حواس سے دو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ایک اچھی اور ایک بری۔

۱۔ قوت باصرہ

آنکھ ہر رنگ برنگ پھول، خوبصورت چہرہ اور اچھا منظر دیکھنے سے لطف محسوس کرتی ہے اور برا چہرہ، بدرنگ چیزیں دیکھنا برا لگتا ہے۔

۲۔ قوت شامہ

ناک کو خوشبو کا سونگھنا اچھا لگتا ہے اور بدکا برا۔

۳۔ قوت ذائقہ

ذائقہ کی قوت زبان کو ددی گئی ہے۔ شیرینی، روغنی، کھٹی اور چٹ پٹی چیزوں میں لذت محسوس ہوتی ہے اور تلخ، بد مزہ، کسلی بری معلوم ہوتی ہیں۔

۴۔ قوت لامسہ

چھونے سے سرد گرم، نرم نازک، چیز کا احساس ہوتا ہے، کھر در او نچا نچا برا لگتا ہے۔

۵۔ قوت سامعہ

کان کو بلبلوں کے چپچپ، مترنم اور سازوں کی آواز اچھی لگتی ہے اور گدھے، کوئے نیز کرخت آواز بری لگتی ہے۔

خوش الحانی سے شعر سننا

عقل کو علم اور معرفت سے لذت، جہالت اور بلادت سے نفرت ہوتی ہے۔ مترنم آواز کا سننا مباح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خوش آواز کا احسان ظاہر کیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کو زیادہ سنتا ہے جس آواز میں حکمت اور معنی صحیح ہوں ان کا سننا جائز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعرئ اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے اشعار سننے ہیں۔

کتاب اللمع میں حضرت شیخ ابو نصر سراجؒ نے سماع کے مختلف معانی، سماع و شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور قدیم صوفیاء میں سماع کے شیدائی حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابوالحسن نوری و حضرت حضریؒ وغیرہ کے اقوال ہیں۔ سماع عامہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گیت سننے کا حوالہ دیا ہے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ حضرت بلالؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے اشعار کو ترنم سے پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت مالک بن انسؒ، عبداللہ بن جعفرؒ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت امام شافعیؒ نے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

سماع کے بارے میں

حضرت علی ہجویری گنج بخشؒ، عبدالرحمن سلمیٰ کی کتاب ”کتاب السماع“ کا حوالہ دیتے ہیں جس میں انہوں نے جواز سماع کی تائید میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا ہے۔

”مشائخ صوفیاء اباحت سماع کے متلاشی نہیں رہتے اس لیے کہ کسی عمل کو اس کی اباحت کی بناء پر نہیں فوائد کیا جانا چاہیے۔ تلاش اباحت میں صرف عوام رہتے ہیں سند جواز چوپایوں کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔ انسان پر اس کے لیے تکالیف شرعیہ رکھی گئی ہیں۔ اسے چاہیے کہ اعمال فوائد روحانی کی بناء پر اختیار کرے۔“

شیخ ہجویریؒ اپنا ذاتی واقعہ بیان فرماتے ہیں ”ایک زمانے میں مرو میں تھا۔ ایک روز وہاں کے مشہور ترین امام اہل حدیث نے مجھ سے کہا میں نے ”جواز سماع“ پر ایک کتاب تصنیف کی ہے تو میں نے کہا کہ یہ تو بڑا غضب ہوا کہ حضرت امام نے ایک ایسے لہو کو حلال کر دیا ہے جو ہر فسق کی جڑ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم نہیں سمجھتے تو خود کیوں سنتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا حکم مختلف حالات پر منحصر ہے کوئی ایک حکم قطعی طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر سماع سے دل میں تاثیر حلال پیدا ہوتی ہے تو سماع حلال ہے اگر حرام پیدا ہوتی ہے تو حرام ہے اگر مباح پیدا ہوتی ہے تو مباح ہے۔ ایسی شے جس کے ظاہر پر حکم فاسق کا ہے اور جس کا باطن مختلف احوال کا تابع ہے اس پر کوئی ایک قطعی حکم لگانا محال ہے:

در کف جام شریعت در کف سندان عشق ہر ہوسنا کے نداءں جام و سندان باختم بزرگان دین نے شرع کی خلاف ورزی نہیں کی ہے وہ معرفت کا کلام سنتے تھے اور دف کا استعمال ہوتا تھا۔

آداب سماع

حضرت شیخ ہجویریؒ نے سماع کے لیے ذیل شرائط تحریر فرمائے ہیں۔

- ۱۔ خواہ مخواہ ارادہ کر کے سماع نہ سنے۔ طبیعت کو جب از خود رغبت ہو اس وقت سنے۔
- ۲۔ کثرت سے سماع کبھی نہ سنے کہ طبیعت اس کی خوگر ہو جائے بلکہ کبھی کبھی سنے کہ ہیبت سماع دل پر قائم رہے۔
- ۳۔ محفل سماع میں ایک مرشد یا پیر طریقت موجود رہے۔

- ۴۔ محفل میں عوام نہ شریک ہوں۔
 - ۵۔ قوال پاکباز ہوں، فاسق نہ ہوں۔
 - ۶۔ قلب مکروہات دنیاوی سے خالی ہو۔
 - ۷۔ طبیعت لہو و لعب کی جانب آمادہ نہ ہو۔
 - ۸۔ کسی قسم کا تکلف نہ کیا جائے۔
- سماع خاص کے سلسلے میں سننے والوں کو تین حصے میں تقسیم کیا ہے۔

- ۱۔ مقتدین و مریدین۔
- ۲۔ متوسلین و صدیقین۔
- ۳۔ عارفین و اہل استقامت۔

سماع اور وجد

”احیاء العلوم“ میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: صوفی حضرات علمائے کرام سماع کو ارواح سے مناسبت ہونا بتاتے ہیں۔ دونوں فرقوں میں وجد کی ماہیت میں اقوال ہیں۔ حضرت ذوالنون بصریؒ سماع کے سننے کو فرماتے ہیں کہ وہ حق کا وارد ہے اس لیے آتا ہے۔ دلوں کی تحریک حق کی جانب کرتا ہے اور جو کوئی اس کو حق سمجھے گا وہ محقق ہے اور جو نفس کی باعث سے وہ زندیق ہے۔ ان کے نزدیک وجد سماع میں ہی ہے کہ دلوں میں میل حق کی جانب ہو۔ حضرت عمر بن عثمانؒ مکیؒ فرماتے ہیں کہ وجد حق کی طرف سے مکاشفہ کا نام ہے اور ابوسعید بن اعرابیؒ فرماتے ہیں کہ وجد یہ ہے کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا۔ راز قلبی سے گفتگو کرنا۔ اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا۔

جو وجد حق ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت، صدق ارادے اور شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہے اور اس طرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا ہے اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے میں جوش میں نہیں آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”الا بد کہ اللہ تطمئن القلوب“ طمانیت اور بدن پر روؤں کا کھڑا ہو جانا خوف اور دل کی نرمی جو

ایک مخصوص خاندان کا فرد خوشناریشی پرچم سبز رنگ کا جس کے کنارے سرخ ہوتے ہیں اجمیر لاتا ہے۔ ۲۵ جمادی الثانی کو بعد نماز عصر بلند دروازہ پر بڑی شان و شوکت سے لگایا جاتا ہے۔

رجب کا چاند دکھائی دینے پر نو توپیں داغی جاتی ہیں، شادیانے بجتے ہیں جس سے ایک شان نمایاں ہوتی ہے، اسی دن سے عرس کی رونق نظر آنے لگتی ہے، مجالس سماع کا انعقاد بھی اسی شب سے ہو جاتا ہے۔ محفل خانہ میں فرش بچھا دیا جاتا ہے، قنادیل روشن ہوتی ہیں، بجلی اور جھاڑ فانوس کی جگمگاہٹ سے محفل خانہ بقیعہ نور بن جاتا ہے۔ سماع خانہ کے مغربی اور درمیان میں نقری چوبوں کا خوبصورت شامیانہ لگایا جاتا ہے۔ ایک بڑا قالین مشائخ پیرزادگان اور گدیلمہ سجادہ نشین کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ اول صف میں دائیں اور بائیں جانب صوفیاء حضرات دوزانو بیٹھتے ہیں مشرق کا درمیانی حصہ مولود خانوں اور قوالوں کے لیے مقرر ہے جب دیوان (سجادہ نشین) مشعل اور فانوس کے ساتھ محفل خانہ میں داخل ہوتے ہیں، صوفیاء اور مشائخین ادب و تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، چوہدار فرشی سلام کرتے ہیں، دیوان صاحب اپنی گدی پر بیٹھ جاتے ہیں ان کے بائیں جانب چاندی کی لوہان دانی چوکی پر رکھی رہتی ہے، خدام صاحبان کے ایک دو مخصوص حضرات لوہان جلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں، مولود خواں دعائے سلامتی کرتے ہیں، بعد ازاں محفل سماع کا آغاز ہوتا ہے، قوالوں کی فہرست دیوان صاحب کی اجازت سے پہلے تیار ہو جاتی ہے اور اسی ترتیب سے قوالوں کی چوکی محفل سماع میں آتی رہتی ہے۔ قوال اپنا کلام جاری رکھتے ہیں تا وقتیکہ ان کو دیوان صاحب چوہداروں کے ذریعہ اٹھنے کا حکم نہ دیں محفل سماع میں کسی پر کیفیت طاری ہوتی ہے تو ادباً سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چوہدار صاحب حال کو سنبھالتا ہے۔ قوال اسی شعر کا ورد جاری رکھتے ہیں اور سجادہ نشین کے اشارے پر سب اپنی جگہ بیٹھ جاتے ہیں۔ جب نصف شب سے زیادہ گزر جاتی ہے سجادہ نشین غسل مزار کے لیے اٹھ جاتے ہیں، ناظم درگاہ شریف یا مشائخ میں سے کسی کی صدارت میں محفل سماع جاری رہتی ہے۔ سجادہ نشین مکی دروازے سے داخل ہو کر شمال مشرق کو نہ میں اپنا لباس تبدیل کرتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں، ہاتھ پاؤں دھوتے ہیں، مرقد کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیتے ہیں۔ خدام صاحبان میں سے مخصوص حضرات اس وقت حاضر ہوتے ہیں، سہولت کے لیے

اس آیت مذکور میں ہے وجد ہی ہے اسی لیے وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے سبب سے سننے کے بعد نفس میں پایا جاتا ہے۔

سماع کا موجودہ طریقہ

سماع کے متعلق قدیم صوفیاء نے کس قدر احتیاط برتی ہے اور شریعت کی کس درجہ پابندی کی ہے۔ مزامیر سے گریز کیا ہے۔ وہ معرفت کا کلام سنتے تھے اور دف کا استعمال ہوتا تھا۔ ان آلات کا استعمال نہیں ہوتا تھا جس کو شرع نے منع کیا ہے۔ جیسے تار کے بعض آلات لہو لیکن اس دور میں مزامیر، قسم قسم کے آلات موسیقی کا استعمال عام ہو گیا ہے۔ سماع کے اصولوں کی پابندی نہیں رہی۔ عورت، مرد، بچے سب ایک جگہ بیٹھ کر عموماً قوالیاں سنتے ہیں۔ کلام نہایت قابل اعتراض اور ہمارے مسلک کے منافی ہوتا ہے جس کے سننے سے دنیاوی شہوت غالب ہوتی ہے۔ پڑھنے والے با وضو نہیں ہوتے۔ اس لیے روحانی ماحول نظر نہیں آتا۔ سماع کا تقدس ختم ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا بگڑے ہوئے حالات کے مد نظر تمام خانقاہوں کے صوفیائے کرام کا ایمانی فریضہ ہے کہ سابقہ روایات کو از سر نو قائم کریں تاکہ ہماری ان روحانی خانقاہوں پر کسی قسم کی کوئی آنچ نہ آئے۔

آپ کی تصانیف

آپ مختلف خوبیوں کا مجموعہ تھے، جہاں آپ بلند پایہ بزرگ قیصر عالم ایک عظیم مبلغ و مصلح تھے وہاں علم تصوف و عرفان کا دریادل میں موج زن تھا۔ اس کا اظہار آپ کے اشعار اور ارشادات میں جھلکتا ہے۔ آپ سے جو تصانیف وابستہ کی جاتی ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) انیس الارواح (۲) کشف الاسرار (۳) کنج اسرار (۴) رسالہ تصوف منظوم (۵) رسالہ آفاق و انفس (۶) حدیث المعارف (۷) رسالہ موجودیہ (۸) دیوان معین۔

عرس

ماہ جمادی الثانی سے اہل اجمیر عرس کی تیاریوں میں لگ جاتے ہیں۔

لوٹا ہاتھ میں اٹھائے رکھتے ہیں اور غسل میں مدد دیتے ہیں۔ سجادہ نشین مزار شریف پر عرق گلاب پاشی کرتے ہیں، صندل اور پھول بچھاتے ہیں بعد ازاں باہر آ کر واپس اپنا لباس تبدیل کر لیتے ہیں اور محفل سماع میں آ جاتے ہیں۔ اس وقت چائے نوشی کا دور چلتا ہے دیوان صاحب ”محفل سماع“ کے اختتام تک رہتے ہیں۔ چھ شب تک محفل سماع اور دیگر رسومات اسی طرح جاری رہتی ہیں۔ غسل کے دوران مندرجہ اشخاص موجود ہوتے ہیں۔ باری وارسات خاندان کے افراد ایک اسی روز کا باری دار دیوان اور ایک ان کے ساتھ آیا ہوا شخص، ایک بہشتی ایک دو پولیس افسر تھانیدار مسلم۔

آداب محفل

محفل سماع میں عورتوں کو اجازت نہیں ہے، اندر جوتالے جانا منع ہے، برہنہ سر داخل نہیں ہو سکتے، دوزانو بیٹھنا ضروری ہے، بیڑی، سگریٹ کے استعمال کی قطعی اجازت نہیں۔

محفل قل

ملک کے مختلف صوبوں اور غیر ملکوں سے بھی زائرین دربار خواجہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ قریب پانچ لاکھ سے چھ لاکھ تک پروانہ عقیدت دور دراز کے سفر کی تکالیف بخوشی برداشت کر کے اس روحانی سلطان الہند کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور تلاوت کلام پاک اور منقبت سے اپنا اظہار عقیدت کرتے ہیں۔

محفل خانہ میں ۶ رجب کو صبح آٹھ بجے کے بعد قرآنی خوانی ہوتی ہے۔ بعد ازاں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے، ایک بنڈل میں صندل اور پان کے بیڑے قرینے سے رکھے جاتے ہیں جو مجلس کے اختتام پر تقسیم ہوتے ہیں۔ مولود خواں فاتحہ پڑھتے ہیں بعد ازاں چوب دار چوبیں بلند کر لیتے ہیں۔ یہ علامت محفل ختم ہونے کی ہے، سات توپوں کی سلامتی ہوتی ہے، نقار خانہ میں نوبت اور شادیانے بجتے ہیں۔ منظر عجیب ہوتا ہے کوئی خاموش نظر آتا ہے کوئی روتا ہے، کسی پر رنج و افسردگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، دستار اور خرقة سب سے پہلے سجادہ نشین زیب تن فرماتے ہیں بعد ازاں حسب مراتب حاضرین میں دستار تبرک عطا ہوتی ہے۔

عقیدت مندوں کے مجمع کے درمیان سے نکل کر سجادہ نشین روضہ میں جاتے ہیں اور خشوع اور خضوع سے سر نیاز جھکائے مشرق کی جانب جہاں کلام پاک رکھا جاتا ہے اس کے نیچے مغرب کی جانب پشت کر کے بیٹھ جاتے ہیں اس خاص خدمت سے فارغ ہو کر روضہ شریف سے باہر آ کر خانقاہ پہنچ کر مسند پر بیٹھ جاتے ہیں۔ تنازعات جو فقراء میں سال کے دوران ہو جاتے ہیں فیصلہ کرتے ہیں جو انکار کرتا ہے اس کا نام صف فقراء سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

خدام صاحبان آپس میں اور زائرین کو جو ان کے مہمان ہوتے ہیں دستار بندی کرتے ہیں۔

غسل شریف

۹ رجب کو غسل کی رسم پوری ہوتی ہے۔ سب سے پہلے صبح کو مزار کو کیوڑہ اور گلاب کے عرق سے غسل دیتے ہیں۔ بعد ازاں بیرونی حصہ پانی سے دھویا جاتا ہے۔ مرد، عورت، بچے سب ہی جھاڑو ہاتھ میں لیے ازراہ عقیدت فرش کو دھوتے ہیں اس طرح تمام درگاہ صاف ہو جاتی ہے۔

حمید الدین نے عرض کیا حضور آپ واقف ہیں جب تک حضرت عیسیٰ بن مریم کی ولادت ہوئی تھی تو نبی کریم کو سردیوں کے میوے گرمی اور گرمیوں کے میوے سردی میں بغیر مانگے اور اظہار خواہش کیے مل جاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت کے بعد وہ رزق کی منتظر رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ کھجوروں کی شاخوں کو ہلاؤ نبی کریم نے ہلایا تو اس سے تازہ کھجوریں گریں اسی طرح پہلے اور اب کی حالت میں کتنا فرق ہے۔ حضرت خواجہ نے اس واقعہ کو سن کر پسند فرمایا۔

نکاح اول ۵۸۹ھ

پچھلے باب میں آپ کے نکاح کی تفصیل دی جا چکی ہے۔ آپ کا پہلا نکاح ۵۸۹ھ میں بی بی عصمت اللہ دختر نیک اختر حضرت سید وجیہ الدین مشہدی سے ہوا تھا۔ آپ کی عمر شریف اس وقت ۵۹ سال تھی، بی بی عصمت کے بطن سے تین صاحبزادے تولد ہوئے۔
(۱) حضرت خواجہ فخر الدین ابوالخیر (۲) حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعید (۳) حضرت خواجہ حسام الدین ابوصالح۔

عقد ثانی ۶۱۵ھ

حسب مراۃ الاسرار ملفوظات شیخ حمید الدین ناگوری حضرت خواجہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں فرماتے ہوئے دیکھا ”اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہیے جسم کو خواجہ کے مرید قلعہ بٹیلی کا حاکم ملک جہاد خطاب سے راجہ کی لڑکی لائے اور آپ کو پیش کیا لڑکی نے دیکھ کر بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ نے اپنے نکاح میں لے لیا اور امت اللہ نام تجویز فرمایا اور ان کے بطن سے بی بی حافظہ جمال تولد ہوئیں۔

حضرت خواجہ فخر الدین ابوالخیر

آپ کی ولادت سعید ۵۹۰ھ میں ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ موضع ناندن مانڈل سکونت اختیار کی اور پیشہ زراعت اختیار فرمایا۔ آپ کو علوم ظاہری و باطنی پر کمال حاصل تھا، پدر بزرگوار حضرت خواجہ کے زیر عاقلت اعلیٰ مقامات روحانی طے کر

حضرت خواجہ کی ازواج و اولاد

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ نے شادی نہیں کی اور عمر مجردانہ طریقہ سے بسر کی۔ یہ قطعی غلط ہے اس کے متعلق کوئی ٹھوس دلائل کسی نے پیش نہیں کیے جبکہ آپ کے نکاح کرنے اور صاحب اولاد ہونے کے کئی ثبوت ملتے ہیں اور مستند کتابوں اور تذکروں سے ظاہر ہے کہ آپ نے شادی کی اور آپ سے اولاد ہوئی۔

حضرت خواجہ کی حیات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آپ نے اللہ کی فرماں برداری اور رسول مقبول کی اتباع میں عمر بسر کی اور شریعت سے سرمو تجاوز نہیں کیا بلکہ ایک ایک سنت کی تکمیل کا آپ اہتمام فرماتے تھے چنانچہ نکاح جیسی سنت سے آپ کیسے اعراض فرما سکتے تھے۔ آپ کا نکاح بھی اشارہ غیبی سے حضرت وجیہ الدین مشہدی کا حضرت جعفر صادق کو خواب میں دیکھنا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا اس میں شامل ہونا۔

دوسری بات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد ارشاد! اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہیے۔

چنانچہ آپ کے دونوں نکاح اتباع سنت اور خوشنودی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں آئے۔

اس سلسلہ میں خزینۃ الاصفیاء سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔^{۱۹}

حضرت شیخ فرید جو حضرت شیخ صوفی حمید الدین ناگوری کے پوتے ہیں اپنے جد امجد سے نقل کرتے ہیں کہ خواجہ بزرگ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کہ اے حمید الدین میں اولاد ہونے سے قبل جوان اور تندرست تھا اور بغیر سوال کیے میرا مقصد پورا ہوتا تھا اب جب کہ میں ضعیف ہوں اور صاحب اولاد بھی اب جب میں دعا کرتا ہوں اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ صوفی

لیے تھے۔ آپ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد بیس سال تک حیات ظاہری میں رہے جب حضرت خواجہ گسان کی سفارش کی وجہ سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے بھی اپنا معاملہ حکام کی دخل اندازی کا حضرت خواجہ بزرگ گودیا۔^{۱۱}

آپ کا وصال ۵ شعبان ۶۵۳ھ میں ہوا۔ مراۃ الاسرار: مصنف صوفی عبدالرحمن۔ اذکار و ابرار: مصنف محمد غوثی شکاوی ماندوی نے مزار پاک سرواڑ ہونے کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ آپ مانڈل میں کاشت کرتے تھے اور سجادہ نشین مانڈل ہی عرس کرنے جاتے ہیں۔ افسوس کہ قدیم کتب میں نہ سرواڑ نہ ہی مانڈل میں مزار کی تصدیق کی ہے۔ مصنف عطاء رسول نے پہلے ایڈیشن میں مولانا عبدالمعبد معینی نے مزار کی نشاندہی کی ہے۔ تیسرے ایڈیشن میں بدل دیا ہے۔ بہر حال اس وقت عرس خدام صاحبان سرواڑ میں ہی مناتے ہیں اور دیوان مانڈل میں۔

پسماندگان

آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام حسام الدین سوختہ تھا۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسام الدین ابوصالح جو ابدالوں کی صحبت میں چلے گئے تھے یادگار کے طور پر رکھا۔

تقاریب عرس

آپ کے عرس کی تقاریب ۳ شعبان سے ۶ شعبان تک ہوتی ہے۔ آپ کی چادر کا جلوس شان و شوکت سے اجمیر شریف سے جاتا ہے۔

تاریخ وفات حضرت خواجہ فخر الدین^{۱۲}

خواجہ دیں جناب فخر الدین مثل گل رفت چوں بہار جنان
وصل او جوز خواجہ والا رحلتش خواں ز مقتدائے زماں

حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعید

آپ حضرت خواجہ کے بھٹے صاحبزادے ہیں، آپ کو کمالات باطنی حاصل تھے، عمر شریف پچاس سال ہوئی۔

آپ کا مزار درگاہ شریف میں سایہ گھاٹ جھارہ کے اوپر ہے۔ عرس کی تقاریب ۳ ذی الحج کو ہوتی ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے (۱) حضرت خواجہ احمد (۲) حضرت خواجہ وحید۔

خواجہ حسام الدین ابوصالح

آپ حضرت خواجہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں ۳۵ سال کی عمر میں ابدالوں کی صحبت میں رہ کر لاپتہ ہو گئے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے۔

بی بی حافظہ جمال

آپ نیک سیرت اور نہایت عبادت گزار تھیں۔ حضرت خواجہ سے فیض صحبت پایا اور معرفت کی منازل طے کر کے عارف کامل شمار ہوئیں۔ آپ اکلوتی صاحبزادی ہیں۔ آپ کا عقد حضرت شیخ رضی الدین سے ہوا (جو حضرت حمید الدین ناگوری کے صاحبزادے تھے) اور دو فرزند ان تولد ہوئے لیکن بچپن ہی میں انتقال ہو گیا۔

حضرت رضی الدین کا مزار ناگور میں موضع منڈولاتالاب کے کنارے پر ہے۔ حضرت بی بی حافظہ جمال کی وفات اجمیر میں ہوئی، حضرت خواجہ کے بائیں آپ کا مزار ہے۔ ۷۰۰ رجب کو درگاہ شریف میں عرس کی تقریب ہوتی ہے۔

خواجہ معین الدین خورد

آپ حضرت خواجہ حسام الدینؒ سوختہ کے بڑے فرزند ہیں۔ آپ نے ریاضت کی بناء پر بیعت سے قبل حضرت خواجہؒ کی روح سے فیض حاصل کیا۔ اشارہ باطنی سے آپ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت پایا۔ آپ کثیر الاولاد تھے۔ آپ کی وفات ۷۶۱ھ میں ہوئی اور مزار حضرت خواجہؒ کے بائیں ہے۔^{۳۴}

خواجہ قیام الدین بابر یال

آپ خواجہ حسام الدینؒ سوختہ کے چھوٹے فرزند اور خواجہ معین الدین خورد کے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ نہایت بے باک اور دلیر تھے اس لیے آپ کو ہٹایا باگہ کہتے ہیں۔ آپ کا وصال ۷۶۷ھ میں ہوا۔ مزار حضرت خواجہؒ کے پائیں حضرت خواجہ معین الدین خورد کے برابر ہے۔

حضرت شیخ قطب الدین چشت خاں

آپ سید فرید الدینؒ کے فرزند ہیں۔ سید فرید الدینؒ سید نظام الدینؒ کے صاحبزادے ہیں اور سید نظام خواجہ معین الدین خورد کے فرزند ہیں۔ آپ کو چشت خاں کا لقب سلطان محمود خلجیؒ نے دیا اور بارہ ہزار سواروں کا افسر مقرر کیا۔ ماند و مالوہ میں آخر عمر تک رہے ان کی نسل اولاد میں سے مالوہ میں سکونت اختیار کر لی۔

خواجہ نجم الدین خالد

آپ خواجہ قیام الدین بابر یال کے صاحبزادے اور خواجہ حسام الدین سوختہ کے پوتے ہیں، آپ کے دوصاحبزادے تھے۔ سید کمال الدین حسن احمد اور سید ابو برید۔ آپ کی وفات ۷۷۶ھ میں ہوئی۔^{۳۵}

آپ کی اولاد کا سلسلہ نسب

حضرت خواجہ حسام الدین سوختہؒ

آپ خواجہ فخر الدین کے صاحبزادے ہیں نہایت صاحب کمال بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کی صحبت میں رہے۔ آپ کی طبیعت میں سوز و گداز تھا۔ ہر وقت آتش عشق دل میں رہتی تھی۔ آپ کو سوختہ کا لقب ملا۔

آپ کے دوصاحبزادے تولد ہوئے ہیں۔ (۱) خواجہ معین الدین خورد (۲) خواجہ قیام الدین بابر یال۔ آپ کا وصال ۷۴۱ھ میں ہوا۔ مزار سانہر میں ہے جو اجیر سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ۱۴ رجب کو سالانہ عرس ہوتا ہے۔ سجادہ نشین حضرت خواجہ شرکت کرتے ہیں۔

خواجہ احمدؒ

آپ خواجہ ضیا الدینؒ کے صاحبزادے ہیں، نہایت نیک اور صالح گزرے ہیں۔

خواجہ وحیدؒ

آپ خواجہ ضیاء الدینؒ کے دوسرے صاحبزادے اور خواجہ احمدؒ کے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ حضرت خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر کی خدمت میں بیعت کے لیے گئے۔ بابا فریدؒ نے فرمایا: ”من این را از خانوادہ شمار یوزہ کردہ ام مرا چہ مجال کہ دست شما بگیرم۔“^{۳۶}

میں نے یہ نعمت تمہارے خاندان سے حاصل کی ہے میری کیا مجال کہ تمہارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لوں لیکن بہت اصرار کرنے پر بابا فریدؒ رضامند ہوئے اور آپ کو مرید کیا۔

سید کمال الدین حسن احمدؒ

آپ خواجہ نجم الدین خالدؒ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ سید کمال الدین احمدؒ کے صاحبزادے سید شہاب الدینؒ تھے۔ آپ کا وصال ۸۶۱ھ میں ہوا۔

سید شہاب الدینؒ

آپ سید کمال الدینؒ کے فرزند ہیں نہایت پارساتھے اور پیکر پرستان کے ہاتھوں ۸۱۱ھ میں وفات پائی ہے۔^{۲۸} آپ کے صاحبزادے سید تاج الدین بایزیدؒ بزرگ تھے۔

حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ

آپ سید شہاب الدینؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ بزرگ دانادا اور تبحر عالم تھے، ظلم و ستم کے ہاتھوں اجمیر کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ ایک جماعت نے مخالفت کی بناء پر آپ کو اولاد خواجہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے دوبارہ فضا ہموار کی چونکہ وہ آپ کا معتقد تھا اس لیے آپ کو درس و تلقین کے لیے اجمیر میں مامور کیا۔ مفتی محمود دہلوی شیخ الہند^{۲۹} کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔ آپ کا وصال ۸۸۰ھ میں ہوا۔

شیخ نور الدین طاہرؒ

آپ حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ عرصہ دراز تک تلقین و ہدایت کرتے رہے۔ آپ کی شادی حضرت خواجہ مخدوم حسین ناگوریؒ کی صاحبزادی سے ہوئی اور آپ کا وصال ۹۰۵ھ میں ہوا۔

سید رفیع الدین بایزید خورڈؒ

آپ سید نور الدین طاہرؒ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ صاحب علم و عمل تھے اور صاحب کرامت بزرگ آپ روضہ حضرت خواجہ میں درس و تلقین فرماتے تھے۔ آپ کی شادی خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کے خاندان میں ہوئی۔ آپ کی وفات ۹۲۲ھ میں ہوئی۔

سید معین الدین ثالثؒ

آپ حضرت سید رفیع الدین بایزید خورڈؒ کے صاحبزادے ہیں جس وقت رجب کے ظلم و ستم کی حد نہ رہی تو آپ کو کمسنی کے زمانے میں ہی جاں نثار خادموں کے ذریعہ ناگوری میں بھیج دیا گیا تھا۔ یہاں آپ کی نہال تھی آپ یہاں رہے اور صوفی حمید الدینؒ ناگوری کے خاندان میں شادی کی۔ آپ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ (۱) خواجہ حسنؒ (۲) خواجہ حسینؒ (۳) خواجہ ابوالخیرؒ۔ آپ کی وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار حضرت خواجہ حمید الدینؒ صوفی کے مزار کے قریب ہے۔

خواجہ حسین مجذوب سالکؒ

آپ سید معین الدین ثالثؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ ایک بی بی خاتون جن کی شادی سید ولی محمد ابن خواجہ ابوالخیرؒ سے ہوئی۔ دوسری صاحبزادی ملکہ جہاں کا عقد سید شاہ محمد ابن خواجہ ابوالخیرؒ سے ہوا۔

دیوان خواجہ حسینؒ

آپ سید معین الدین ثالثؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی آپ سے سلسلہ دیوان چلا۔ مفصل حالات اگلے صفحات میں دیکھیے۔

خواجہ ابوالخیرؒ

آپ سید معین الدین ثالثؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے بارہ فرزند ہوئے پانچ کا آپ کی موجودگی میں انتقال ہو گیا۔ آپ کے دو صاحبزادوں کی شادی آپ کے بھائی خواجہ حسنؒ کی صاحبزادیوں سے ہوئی۔

خواجہ حسین اجمیریؒ

کواکبر نے تیس سال تک بکھر کے قلعہ میں بند رکھا اور ۱۰۰۲ھ میں اکبر نے رہا کر دیا۔ جہانگیر نے آپ کو ہزار روپے دیئے۔ آپ شیخ تاہر بیابانی کے پیرو ہیں۔

خواجہ اعظمؒ کی تعلیمات

متعدد مجالس میں جو مختلف موضوعات بیان میں آئے ہیں۔ ان کو ہم نے مرتب کر لیا ہے۔ (مولف)

پابندی سنت وضو میں

حضرت خواجہ بزرگؒ نے فرمایا صلوٰۃ مسعودی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عضو کو تین بار دھونا میری سنت ہے۔ مجھ سے قبل جو پیغمبر آئے ہیں ان کی بھی سنت ہے۔ میری سنت میں کسی طرح کا اضافہ کرنا ظلم ہے۔

درست وضو کی ترغیب

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک بار حضرت خواجہ فضیل بن غباضؒ نے وضو میں بھول سے ایک بار ہی ہاتھ دھو کر نماز ادا کر لی۔ اسی شب خواب میں حضور نے فرمایا تعجب ہے تمہارے وضو میں نقص رہا خوف سے خواجہ فضیل خواب سے بیدار ہوئے۔ دوبارہ وضو کی اور اس غلطی کے کفارہ میں ایک سال تک روزانہ نوافل کثرت سے پڑھنے کا عہد کیا اور نہایت ذوق و شوق سے یہ عہد پورا کرتے رہے۔

انگلیوں میں خلال کی سنت

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا بغداد کی مسجد کبریٰ میں بزرگوں کی صحت میں انگلیوں کے خلال کا ذکر ہوا فرمایا: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو انگلیوں میں خلال کی ترغیب دی ہے۔ وضو میں انگلیوں میں خلال کرنے والا شفاعت سے محروم نہیں رہتا۔

پھر ارشاد ہوا ایک بار خواجہ اجمل شیرازی کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ مغرب کا وقت ہوا خواجہ اجمل شیرازیؒ نے وضو کی بھول سے انگلیوں میں خلال نہیں کیا۔ غیب سے آواز آئی اے خواجہ اجمل ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو، ان کی امت کہلا کر ان کی سنت ترک کرتے ہو۔ خواجہ اجمل پریشان ہوئے اور عہد کیا کہ زندگی میں کبھی اس سنت کو ترک نہ کروں گا پھر اس سنت کو آخری دم تک ادا کرتے رہے۔

نماز کا بیان

ایک مجلس میں خواجہ بزرگؒ سے ارشاد ہوا نماز اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے پاس بطور امانت ہے۔ بندوں کو لازم ہے کہ اس امانت کی حفاظت اس طرح کریں کہ اس میں ذرا بھی خیانت واقع نہ ہو۔ نماز کے تمام ارکان نہایت اطمینان و خوبی سے ادا ہوں۔

پھر فرمایا کتاب صلوٰۃ مسعودی میں دیکھا ہے جب مسلمان نماز میں رکوع، سجود، قومہ، قرات و تسبیح سب کو بخوبی انجام دیتا ہے تو فرشتے اس کی نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں اور اس سے نور پھیل کر آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس نماز کو فرشتے عرش کے نیچے لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اے نماز سجدہ کر اور اس کی بخشش کی دعا کر جس نے تیرا حق بخوبی ادا کیا ہے نماز بخشش طلب کرتی ہے تو رحمت کی بارش ہونے لگتی ہے۔ اس کے بعد خواجہ بزرگؒ نے پچشم پر نم فرمایا جو لوگ نماز کے ارکان اچھی طرح ادا نہیں کرتے ان کی نماز جب فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں دروازے نہیں کھلتے۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے اس نماز کو واپس کر دو اور اس کے پڑھنے والے کے منہ پر مار دو اور نماز اپنے پڑھنے والے کے لیے بد دعا کرتی ہے کہ اے پڑھنے والے اللہ تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے کیا۔

نامکمل نماز کا بیان

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ میں ایک زمانہ میں بخارا میں تھا کسی نے یہ حدیث سنائی کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جو نماز کے ارکان بخوبی ادا نہیں کر رہا تھا جب اس نے نماز پڑھ لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس طرح نماز کب سے پڑھ رہے ہو اس نے عرض کیا عرصہ دراز سے آپ نے فرمایا کہ افسوس تم نے ایک روز بھی نماز کو اچھی طرح سے ادا نہیں کیا اگر اس عرصہ میں تمہاری موت واقع ہو جاتی تو میرے طریقہ (سنت) پر نہ ہوتے۔

گناہ عظیم ہے کہ فرض نماز میں اتنی دیر کی جائے کہ نماز کا وقت گزر جائے اس طرح دوسری نماز کا وقت آجائے اور پھر دوسری نماز میں ساتھ ادا کرنا پڑیں۔

نماز عصر کی فضیلت

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا: میں حضرت خواجہ عثمان ہاروٹی کی مجلس میں حاضر تھا۔ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں منافقوں کی نماز بتاؤں صحابہ کرام جو حاضر تھے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، فرمائیے۔ سرور عالم نے فرمایا کہ جو شخص نماز عصر میں اتنی تاخیر کرے کہ سورج غروب ہونے لگے اور روشنی کم ہو جائے وہ شخص خطا کار اور منافق ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر عصر کی نماز کا تعین فرمادیں فرمایا اس کا صحیح وقت یہ ہے کہ سورج کی روشنی کم نہ ہو سیاہی نہ پھیلی ہو، سورج میں پیلا پن نہ آیا ہو سردی اور گرمی دونوں میں یہی حکم ہے۔

نماز فجر و ظہر کا بیان

عصر کی نماز کی فضیلت کے بعد اسی دوران ارشاد ہوا کہ حضرت خواجہ عثمان ہاروٹی کی دسی کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھو کہ ثواب زیادہ ہے اور ظہر کی نماز میں دیر کرنا سنت ہے تاکہ پیش کم ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ گرمی میں نماز ٹھنڈے وقت پر ادا کرو کیونکہ گرمی کی زیادتی جہنم کے سانس سے ہے۔

بعد ازاں خواجہ بزرگؒ کا ارشاد ہوا ایک مرتبہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی فجر کی نماز قضا ہو گئی۔ آپ نے بے حد گریہ و زاری کی غیب سے ندا الٰہی اے بایزید اس قدر کیوں رو رہے ہو۔ ایک نماز کی قضا کے بدلے ہزار نماز کا ثواب تمہارے اعمال نامہ میں لکھ دیا ہے اس کے بعد فرمایا میں نے تفسیر محبوب قریشی میں پڑھا ہے جو شخص پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتا ہے وہ نماز روز قیامت اس کی رہنمائی اور سفارش کرتی ہے اس کے بعد فرمایا ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ ایماندار نہیں ہے۔

محشر میں نماز کی پرش

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرش نماز بود

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ خواجہ عثمان ہاروٹیؒ قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا تھا کہ قیامت کے دن پیغمبروں، اولیاء اور مسلمانوں سے سب سے پہلا سوال نماز کا ہوگا جو اس امتحان میں کامیاب ہوگا تو نجات ملے گی اور جو جواب سے قاصر رہا تو دوزخ میں جائے گا اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

نماز وقت پر پڑھنے کی تاکید

سمرقند سے چھ درویش آئے ہوئے تھے۔ مولانا بہاء الدین بخاری اور خواجہ احد الدین بھی مجلس میں شریک ہوئے۔ نماز میں تاخیر نہ کرنے کا ذکر ہو رہا تھا۔

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا: ان مسلمانوں پر افسوس ہوتا ہے جو نماز میں دیر کرتے ہیں اور ہزار افسوس اس پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔

اسی دوران ایک واقعہ بیان فرمایا۔ میں ایک شہر میں گیا جہاں کے مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ نماز کے لیے وقت سے قبل تیار ہو جاتے تھے۔ میں نے اس مستعدی کی مصلحت دریافت کی تو فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو فوراً نماز ادا کر لیں اگر مستعدی سے تیاری نہ کی تو اندیشہ ہے کہ نماز کا وقت گزر جائے اور نماز وقت پر ادا نہ ہو۔ اس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح منہ دکھا سکتے ہیں۔ حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے سے پہلے توبہ میں جلدی کرو اور وقت گزر جانے سے پہلے نماز میں جلدی کرو۔

اس کے بعد ارشاد ہوا میں نے کتاب واسعہ میں دیکھا ہے اور اپنے استاد محترم مولانا احتشام الدین بخاری کی زبان سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اکبر الکبائر الجمع بین الصلوٰۃ۔

نماز کا مقام

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا لوگ بارگاہ عزت کے قریب نماز ہی میں ہوتے ہیں۔ حدیث ہے ”الصلوة معراج المؤمنین“ یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔

نماز اللہ جل شانہ سے ہمکلامی کا ذریعہ

نماز میں بندہ اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتا ہے اس کو سب سے زیادہ قرب نماز ہی میں حاصل ہوتا ہے۔ نماز ہی ایک ایسا موقع ہے بندہ کے لیے راز کہنے کا۔ ”المصلیٰ یناجی ربہ“ یعنی نماز پڑھنے والا اپنے رب سے راز کہتا ہے۔

ایک نمازی درویش کا بیان

ایک مجلس میں خواجہ بزرگؒ نے فرمایا عرصہ کی بات ہے ملک شام کے شہر کے قریب ایک غار میں شیخ اوحدا الواحدی غزنوی مشہور بزرگ رہتے تھے۔ اس قدر کمزور نحیف تھے کہ جسم پر کھال اور ہڈی نظر آتی تھی۔ مصلیٰ پر نماز پڑھتے تھے دوشیران کے دائیں بائیں رہتے تھے جب میں ملاقات کے لیے گیا تو شیروں کو دیکھ کر رک گیا، آواز دی اور کہا ڈرو نہیں، ادب و تعظیم سے قریب بیٹھ گیا فرمایا: جب تک تم انہیں نہیں ستاؤ گے یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس سے سب ڈرتے ہیں۔

بعد ازاں درویش نے فرمایا میں خلقت سے کنارہ کش ہوں۔ اس غار میں رہتا ہوں ایک بات کے خوف سے دن رات روتا ہوں۔ میں نے عرض کیا وہ کیا بات ہے؟ فرمایا: نماز ہے جب نماز پڑھتا ہوں دل سے یہ خیال آتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی کوتاہی سے شرط نماز ادا نہ ہو میری ساری محنت بیکار جائے اور یہ نماز الٹی میرے منہ پر مار دی جائے۔ اے درویش کسی نے نماز کے حقوق پورے کر دیئے تو سمجھو بڑا کام انجام دیا۔ اگر ذرا سی کوتاہی ہوئی تو کہنا چاہیے تمام عمر غفلت میں گزری اور محنت رائیگاں ہوئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز نہ پڑھنا گناہ عظیم ہے۔“

بعد ازاں دوزخ کا ذکر ہوا تو فرمایا جو شخص نماز وقت پر پوری شرائط کے ساتھ ادا نہ کرے اللہ جل شانہ دوزخ میں پھینک دیتا ہے دیکھو میری ہڈی سے چمڑا الگ ہو گیا ہے اور ہر وقت یہ فکر رہتی ہے واللہ اعلم مجھ سے حق نماز پورا ہوا یا نہیں۔ نماز کا بڑا حق ہے اگر یہ حق ادا ہوا تو نجات ورنہ روز قیامت شرمندگی کا باعث ہوگا۔ اس ذکر سے خواجہ بزرگ چشم پر آب ہوئے اور فرمایا نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے جب تک ستون ہے عمارت قائم ہے اگر ستون نکل گیا تو عمارت کی چھت گر جائے گی۔

تاکید نماز

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا: امام زاہد نے صلوٰۃ مسعودی کی شرح ولسعہ میں لکھا ہے کہ اللہ شانہ نے جس قدر تاکید نماز کی فرمائی ہے اس قدر کسی اور عبادت کی نہیں۔ حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ نصیحتیں فرمائی ہیں۔ کئی جگہ پیار اور محبت کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو بعض جگہ رغبت و شوق دلایا ہے اور کئی مقام پر بندوں کو خوف اور ڈر دلایا ہے۔ سات سو مقام پر نماز کی نصیحت کی ہے اس لیے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ تفسیر معروف میں ہے کہ روز قیامت پچاس مقامات پر پچاس سوالوں کا جواب دینا ہو گا۔ پہلا سوال ایمان کامل کا ثبوت، دوسرا سوال دوسری جگہ نماز اور دیگر فرائض کے بارے میں اور تیسرا سوال تیسری جگہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ اگر اس سے بری الذمہ ہو گیا تو نجات ورنہ ہر سوال کے ہر مقام کے بعد دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔ افسوس کا مقام ہے روز قیامت اتنی شرمندگی اور خجالت اٹھانا پڑے۔

فجر کی نماز کے بعد بیٹھنے کی فضیلت

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا: کہ اللہ کا نیک بندہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز پر جب تک سورج نکلتا ہے بیٹھا رہتا ہے نورانی شعاعیں اس پر پڑتی رہتی ہیں اور نیک بندہ ذکر اللہ میں بیٹھا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم کر دیتا ہے جب تک میرا بندہ مصلیٰ پر بیٹھا ہے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہو۔

بعد ازاں ارشاد ہوا کہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی کتاب میں اسرار الہی کا ذکر ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو نہایت غمگین شکل میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اے شیطان تیرے اس درجہ مغموں اور رنجیدہ ہونے کا کیا سبب ہے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کے چار گروہوں سے میری جان پر بن آئی ہے۔

پہلی جماعت موزنون کی ہے جب موزن اذان دیتا ہے اور اذان سننے والا جواب میں مصروف رہتا ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے میں نے اذان دینے اور سننے والے دونوں اشخاص کو بخش دیا اس سے میرے دل پر برق گر جاتی ہے۔ دوسری جماعت وہ ہے جو نبیل اللہ جہاد میں لگی رہتی ہے۔ ان کے گھوڑوں کی سموں کی آواز بھی اللہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے جب راہ خدا میں جانے والے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان کے اس عمل کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکم فرماتا ہے ان سواروں اور گھوڑوں کو میں نے بخش دیا۔ اللہ کی یہ رحمت دیکھ کر میری روح نکل جاتی ہے۔ تیسری جماعت حلال روزی کمانے والوں پر مشتمل ہے جب یہ اپنی محنت کے کمائے ہوئے پاک روپیوں کو اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لینے اور دینے والوں کو اپنی رحمت سے بخش دیتا ہے۔ چوتھی جماعت وہ ہے کہ جو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے مصلیٰ پر سورج نکلنے تک بیٹھی رہتی ہے اور اشراق کی نماز ادا کر کے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتی ہے۔ شیطان نے کہا یا رسول اللہ میں نے جب کہ میں فرشتوں میں شامل تھا لوح محفوظ پر لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اپنے مضلے پر بیٹھا رہے اور پھر اشراق کی نماز ادا کرے اللہ تبارک تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اس کے ساتھ ستر آدمیوں کو اس سے تعلق رکھنے والوں کو بھی آتش دوزخ سے نجات دے کر جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے۔

خواجہ بزرگؒ اور اہمیت نماز

حضرت خواجہ بزرگؒ پر کبھی کیفیت جمال اور کبھی حالت جلال رہتی تھی اکثر جمالی کیفیت کا غلبہ رہتا تھا۔ آپ اس درجہ مستغرق رہتے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے ایسے

عالم میں نماز کا وقت ہو جاتا تو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت قاضی حمید الدین ادب سے کھڑے ہو کر بلند آواز سے ”الصلوٰۃ الصلوٰۃ“ فرماتے مگر آپ کو آواز محسوس نہ ہوتی بعد ازاں آپ کے کانوں کے قریب بلند آواز سے ”الصلوٰۃ والصلوٰۃ“ فرماتے پھر بھی آپ کو خبر نہ ہوتی تو مجبور ہو کر آپ کے شانہ کو ہلاتے اس وقت آنکھیں کھول کر فرماتے شرع محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے چارہ نہیں۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خواجہ بزرگؒ نماز کا کس درجہ اہتمام رکھتے تھے اور ان کی نظر میں نماز کی کس قدر اہمیت تھی۔ نماز کے سلسلہ میں جن مجالسوں میں حضرت خواجہ بزرگؒ نے بیان فرمایا اکثر و بیشتر قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے اسی سلسلہ میں ہم سلسلہ چشتیہ کے آج عقیدت مندوں پر نظر ڈالیں اور جائزہ لیں کہ وہ کہاں تک اس پر عمل کرتے ہیں۔ افسوس کہ نماز دین کا اہم رکن جس کو خواجہ بزرگؒ نے اتنی پابندی سے قائم رکھا اس کو آج سلسلہ کے شیخ و مرشد کہلانے والے بجائے تاکید و ترغیب دلانے کے خود ترک کر رہے ہیں اور نماز کو عبادت ظاہری سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیا وہ اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں ہماری نظر میں وہ گمراہ ہیں اور جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کو راستہ نہیں دکھلا سکتا۔ (مولف)

فضائل سورہ فاتحہ

ارشاد ہوا حضرت جبرئیل نے سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جس طرح آپ کی تعریف ناممکن ہے اور جو عظمت اور برتری آپ کو حاصل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ آپ پر نازل فرمائی ہے۔ یہ سورت بڑی برکت اور فیض کی ہے۔ دوسری سورتوں کے ایک دو نام سے زیادہ نہیں لیکن سورہ فاتحہ کے حق تعالیٰ نے سات نام مقرر فرمائے ہیں۔ (۱) فاتحۃ الکتاب (۲) سبع المثانی (۳) ام الکتاب (۴) ام القرآن (۵) سورہ مغفرت (۶) سورہ رحمت (۷) سورہ الکفر۔ اس سورت میں سات حروف نہیں ہیں۔ (۱) ’ث‘ ثور اس کے پڑھنے والے کو ہلاکت سے کوئی غرض نہیں۔ (۲) ’ج‘ جہنم اس کا پڑھنے والا جہنم سے محفوظ رہے گا۔ (۳) ’ز‘ قوم تہور کا درخت اس کا پانی جہنم میں پلایا جائے گا اس کا پڑھنے والا بچا رہے گا۔ (۴) ’ش‘ شقی اس کا پڑھنے والا شقی نہیں

ہوتا۔ (۵) 'ظ' ظلمت اس کے پڑھنے والے کو ظلم و ستم سے کوئی کام نہیں۔ (۶) 'ف' فراق اس کے پڑھنے والے کو فراق سے واسطہ نہیں۔ (۷) 'خ' خواری اس کے پڑھنے والے کو خواری نہ ہوگی۔

ارشاد ہوا سرور کائنات کی حدیث مبارکہ ہے ”الفااتحة شفاء من كل داء“ سورہ فاتحہ تمام درودوں کی دوا ہے۔

طہارت کا بیان

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا عارفوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو دوست کی محبت میں مستغرق رہتی ہے۔ ان کے لیے لکھا ہے کہ جو شخص پاکی کے ساتھ سوتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرماتا ہے جب تک یہ نیند میں ہے اس کے محافظ بنے رہو جب وہ شخص نیند سے اٹھتا ہے تو فرشتے اللہ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں کہ یہ شخص پاکی کے ساتھ سویا تھا۔

بعد ازاں ارشاد ہوا جو شخص طہارت سے سوتا ہے اس کی روح عرش کے نیچے پہنچ جاتی ہے۔ حق تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اس کو لباس فاخرہ سے مزین کیا جائے جب اس شخص کی روح باری تعالیٰ کے شکر میں سجدہ کرتی ہے اس کی روح کو زمین پر آنے کی اجازت ہوتی ہے اور اس کی تعریف آسمانوں میں ہوتی ہے لیکن جو شخص ناپاکی میں سوتا ہے اس کی روح بلندی پر پہنچنا چاہتی ہے مگر پہلے ہی آسمان سے فرشتے اس کو اللہ کے حکم سے گرا دیتے ہیں کہ تو اس قابل نہیں ہے کہ یہ مقام بلند حاصل ہو اور سجدہ کرے۔ (دلیل العارفین)

غسل جنابت

حضرت مولانا شیخ بہاؤ الدین بخاریؒ اور مولانا شہاب الدین بغدادیؒ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ خواجہ بزرگؒ نے فرمایا آدمی کے جسم میں ہر بال کے نیچے ناپاکی ہوتی ہے اس لیے بال کی جڑ تک پانی پہنچنا ضروری ہے اپنے تمام بالوں کو اس طرح تر کرے کہ ایک بال بھی سوکھنا نہ رہے پائے ورنہ روز قیامت جسم اس سے جھگڑے گا۔

اس موقع پر آپؒ نے فرمایا میں نے فتاویٰ ظہیر میں دیکھا ہے کہ آدمی کا منہ پاک ہے وہ شخص جب کہ حالت ناپاک میں پانی پی لینے سے برتن ناپاک نہیں ہوتا، حیض والی عورت ناپاک مرد یا کافر ہو، موجب شریعت ان کا منہ پاک ہے بعد ازاں ارشاد ہوا ایک مرتبہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک صحابی نے باادب آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ کوئی شخص جس پر غسل واجب ہو گرمی کے مہینہ میں اس کا پسینہ کپڑے پر لگنے سے کیا کپڑا ناپاک ہو جائے گا آپؒ نے فرمایا نہیں انسان کا تھوک بھی کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا اس لیے کہ انسان کا تھوک بھی پاک ہے۔

پھر خواجہ بزرگؒ نے فرمایا حضرت خواجہ عثمان ہاروئیؒ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت آدمؑ جنت سے دنیا میں بھیجے گئے اور حوا سے ہم صحبت ہوئے تو حضرت جبریلؑ نے آکر کہا اے پیغمبر خدا آدم اٹھو اور اپنے جسم کو پانی سے دھو کر پاک کرو، حضرت آدمؑ کو غسل کرنے کے بعد طبیعت میں فرحت و تازگی حاصل ہوئی اور حضرت جبریلؑ سے دریافت کیا اس طرح غسل کا کچھ ثواب بھی ہے حضرت جبریلؑ نے جواب دیا اے آدمؑ آپ کے جسم پر جتنے بال ہیں ان میں سے ایک ایک بال کے عوض ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا غسل کرتے ہوئے جتنے قطرے آپ کے جسم سے ٹپکتے ہیں ایک قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے اور فرشتوں کی جماعت قیامت تک عبادت کرتی ہے جس کا ثواب نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ بعد ازاں حضرت آدمؑ نے دریافت کیا یہ ثواب مجھ تک محدود ہے یا میری اولاد بھی فائدہ اٹھائے گی حضرت جبریلؑ نے فرمایا اے آدمؑ آپ کی اولاد میں جو مومن جائز ضرورت کے بعد غسل کرے گا ان کے لیے آپ کے برابر ثواب ملے گا۔

اس بیان کے بعد حضرت خواجہ بزرگؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا یہ فائدہ اس کے لیے ہیں جو جائز غسل کرتے ہیں لیکن وہ جماعت جو حرام کاری کے بعد غسل کرتی ہے اللہ جل شانہ اس کے جسم کے ہر قطرہ سے جو زمین پر گرتا ہے ایک خبیث یاد یو پیدا کرتا ہے ان کی جماعت بدکاری میں اپنا وقت صرف کرتی ہے اور قیامت تک ان سے جس قدر گناہ ہوں گے اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

جھوٹ اور سچائی کا بیان

حضرت خولجہ بزرگؒ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے اپنا نقصان خود کرتا ہے اس کے گھر سے خیر و برکت چلی جاتی ہے پھر فرمایا بغداد کی جامع مسجد میں ایک ذاکر شاذل بزرگ مولانا عماد الدینؒ سے یہ حکایت سنی کہ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰؑ سے ہادیہ دوزخ جو ساتوں دوزخ سے زیادہ خوفناک ہے اس کا حال بتایا اس میں سانپ، بچھو اور گندھک کے پہاڑ ہیں اس کو روزانہ بھڑکایا جاتا ہے اس کی ذرا سی آگ دنیا میں گر جائے تو تمام پانی خشک ہو جائے اور تمام پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، زمین کے ساتوں پردے پھٹ جائیں اے موسیٰؑ اس دوزخ میں دو گروہوں پر عذاب ہو گا ایک دانستہ نماز نہ پڑھنے والا دوسرا میرے نام کی جھوٹی قسم کھانے والا۔

بعد ازاں آپؒ نے فرمایا کہ خولجہ محمد اسلم طوسیؒ جو مشہور بزرگ تھے ایک بار عالم سکر میں جچی قسم کھائی جب عالم صحو میں آئے تو کفارے کے طور پر چالیس سال تک کسی سے بات نہیں کی آج جچی قسم کھائی ہے کل جھوٹی قسم کا نفس عادی ہو جائے گا۔ حضرت خولجہ بختیار کاکیؒ نے عرض کیا حضور وہ اپنا کام کس طرح نکالتے تھے فرمایا اشاروں سے۔

صدقہ کا بیان

خولجہ اعظمؒ نے فرمایا اللہ جل شانہ کے نام جو شخص بھوکوں کو کھانا کھلا کر شکم سیر کراتا ہے اس کے اور دوزخ کے درمیان سات پردے آ جاتے ہیں اور ہر پردہ کا فاصلہ دوسرے پردے کے لیے حجاب بن جاتا ہے۔

ہنسنے سے باز رہنے کی تاکید

خولجہ بزرگؒ نے فرمایا اہل سلوک کے نزدیک ہنسی قہقہہ کے مرادف ہے۔ قبرستان میں ہنسنے کی ممانعت آئی ہے، قبرستان عبرت کا مقام ہے کھیل کود کی جگہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص قبرستان سے گزرتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ اے غافل

اگر تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تجھ پر کیا گزرنے والا ہے تیرا جسم پگھل جائے۔

اس موقع پر آپؒ نے فرمایا ایک دفعہ میں اور شیخ احد الدینؒ کرمانی سفر میں تھے ایک شاذل بزرگ کو دیکھا نہایت نحیف تھے ہم نے ان سے اس حالت کی وجہ جاننا چاہی انہوں نے کشف سے پہلے ہی خیال معلوم کر لیا اور فرمایا کہ ایک بار اپنے دوست کے ساتھ قبرستان میں بیٹھا تھا دوران گفتگو میں ایسی بات کہی کہ بے ساختہ ہنسی آ گئی قریب قبر سے آواز آئی اے غافل ملک الموت جیسا حریف ہو خاک کے نیچے سانپ، بچھو ہوں اس کو ہنسی کا کیا واسطہ ان کلمات کا دل پر بے حد اثر ہوا اور آواز کی ہیبت سے پگھل رہا ہوں اور آج تک سخت شرمندہ ہوں۔

ایک بزرگ کے رونے کا بیان

خولجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک بار حضرت خولجہ عثمان ہاروٹیؒ کے ہمراہ سیوستان کے سفر میں تھا ایک حجرہ میں ایک شاذل بزرگ شیخ صدر الدینؒ محمد احمد سیوستانیؒ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا جو ان کے پاس جاتا محروم واپس نہ آتا عالم غیب کی کوئی نہ کوئی چیز ان کو عنایت کر دیتے اور فرماتے درویش کے لیے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا۔ موت کی سختی اور قبر کے عذاب کا تذکرہ ہوتا تو بید کے مانند کپکپانے لگتے، آنکھیں اشکبار ہونے کے بجائے خوں ریز ہو جاتی تھیں، آنکھوں کا رخ ہوا کی جانب رکھتے اور کھڑے کھڑے روتے رہتے یہ کیفیت گزرنے کے بعد مخاطب ہو کر فرماتے ایک دن مر کر ملک الموت کا سامنا کرنا ہے۔ آرام کی نیند اور خوش مذاقی سے کیا تعلق سوائے ذکر خدا کے کسی اور کام میں رہنا اچھا معلوم نہیں ہوتا اے عزیزو تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ زمین والوں پر کیا گزر رہی ہے نمک کی طرح پانی میں گھل جاؤ۔

بعد ازاں ان بزرگوں کا ارشاد ہوا، بصرہ کے ایک بزرگؒ نہایت عبادت گزار تھے میں قبرستان میں بیٹھا تھا کہ وہ بزرگ وہاں آئے ایک قبر میں عذاب ان کو کشف کے ذریعہ معلوم ہو گیا۔ ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے اور روح قالب سے پرواز کر گئی۔ ان کا جسم نمک کی طرح پگھل کر غائب ہو گیا میں ہیبت قبر سے گھلا جا رہا ہوں، یہ واقعہ تیس سال بعد تم سے بیان کیا ہے مگر آج بھی خوف سے لرزاں ہوں۔

شریعت اور طریقت

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا شریعت ایک قانون ہے اس کی پابندی لازمی ہے اور ثابت قدمی سے اس کے احکام پر عمل کرنا ہے سر مو تنواز اور انحراف نہ ہو اس میں کامیابی حاصل ہوگی تو دوسرا درجہ طریقت کا ہے۔ یہاں استقلال کی ضرورت ہے، سنت کے مطابق طریقت پر عمل کیا تو مقام اعلیٰ پہنچ جاتا ہے جس کو معرفت کہتے ہیں اس مرتبہ پر ثابت قدمی رہی تو وہ جو چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے۔

قبرستان میں نہ کھانے پینے کی تاکید

خواجہ اعظمؒ کا ارشاد ہوا قبرستان میں نفس کی خواہش سے کھانا پینا بڑا گناہ ہے یہ مقام عبرت کا ہے نہ کہ نفسانی خواہشات پوری کرنے کا پھر یہ واقعہ بیان فرمایا میں نے امام یحییٰ ابوالخیر زندویؒ کے مزار پر یہ حدیث دیکھی ہے۔ قبرستان میں کھانا کھانے اور شراب پینے والا ملعون و منافق ہے پھر یہ فرمایا ایک دن خواجہ حسن بصریؒ قبرستان میں گئے وہاں مسلمانوں کے ایک گروہ کو شراب اور کھانے میں مشغول پایا۔ خواجہ حسن بصریؒ ان کے نزدیک گئے اور فرمایا تم لوگ مسلمان ہو یا منافق یہ ان کو ناگوار گزرا اور ضرر پہنچانا چاہی آپ نے فرمایا میں نے یہ اس لیے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قبرستان میں کھانا کھائے اور شراب نوشی کرے وہ منافق ہے اس لیے کہ قبرستان خوف و عبرت کا مقام ہے دیکھو تمہاری طرح بلکہ تم سے بہتر لوگ اس خاک کے نیچے سو رہے ہوں، کیڑوں مکوڑوں نے انہیں گھیر رکھا ہے ان کی خوبصورتی خاک میں مل گئی تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیزوں کو سپرد خاک کیا تمہارا دل اس جگہ کھانا پینا کیسے گوارا کرتا ہے خواجہ حسن بصریؒ کی اس بات کا ان کے دل پر اثر ہوا اور توبہ کی۔

جو رو ظلم کا بیان

ارشاد ہوا کسی مسلمان کو بلا وجہ تکلیف پہنچانا بڑا گناہ ہے اگرچہ اس کو تیسرے درجہ کا گناہ مانا ہے لیکن اہل سلوک کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔

والذین یؤذون المؤمنین بغير ما اكتسبوا وقد احتملوا بهتانا واثما مبیین۔
یعنی مسلمانوں کو ستانا گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو اچھا نہیں سمجھتا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوتے ہیں۔

نور ایمان

فرمایا اللہ کے ذکر سے اور قرآن سننے سے دل نرم نہ ہو یا اعتقاد و ایمان میں زیادتی ممکن نہ ہو بلکہ وہ لہو و لعب کی طرف ہی لگا ہو تو یہ بڑا گناہ ہے۔ کلام پاک میں ہے:

”انما المؤمنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم واذا تلیت علیہم آیاتہ

زادتهم ایماناً وعلی ربهم یتوکلون۔“

یعنی یقیناً پکے مسلمانوں کی نشانی یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہو تو ان کے دل روشن ہو جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات قرآنی کی تلاوت ہوتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

ذکر الہی ادب اور استغراق

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اللہ کے ذکر میں ہی مذاق میں مبتلا تھے ان کے دل پر ذکر سے اثر نہ ہوا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کھڑے ہو کر فرمایا یہ تیسرا گروہ منافقوں کا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ ابراہیم خواصؒ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ذکر الہی کر رہے تھے جب حضرت خواجہ ابراہیمؒ نے اللہ جل شانہ کا نام سنا تو حالت ذوق و شوق میں رقص کرنے لگے بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی ہر بار ہوش آتے ہی اللہ کا نام زبان پر جاری ہوتا اور پھر مستغرق ہو جاتے اور ہوش نہ رہتا سات دن رات یہی عالم رہا ہوش آنے پر وضو کر کے نماز ادا کی جب سجدہ میں گئے یا اللہ کہا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ بیان کر کے خواجہ بزرگؒ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور یہ قطعہ فرمایا:

عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود
وز ماد محبت خویش مدہوش بود
فردا کہ محشر خلق حیراں باشند
نام تو درون سینہ و گوش بود

والدین کی خدمت اور زیارت

حضرت شیخ جلال الدینؒ اور حضرت محمدؒ اوحہ چشتی بھی مجلس میں تھے اہل سلوک کے نزدیک پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے یہ ذکر ہو رہا تھا کہ:

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا جو اولاد اپنے والدین کو خالص اللہ کے واسطے دیکھتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال میں حج مقبول کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ حضرت بایزیدؒ سے کسی نے پوچھا تم نے یہ دولت کیسے حاصل کی جواب دیا والدین سے۔ ایک دفعہ سردی کی رات تھی آدھی رات کو میری والدہ نے پانی کا آنخورہ طلب کیا جب پانی لایا تو اس دوران ان کی آنکھ لگ گئی جگانا مناسب نہ سمجھا اور سر ہانہ آنخورہ لے کر کھڑا رہا آخری شب میں ان کی آنکھ کھلی انہوں نے آنخورہ میرے ہاتھ سے لینا چاہا جو سردی کی شدت سے میرے ہاتھ پر چپک گیا تھا میرے ہاتھ کی کھال کھنچی چلی گئی۔ ماں اس تکلیف کو کیسے دیکھ سکتی تھی فوراً مجھے بغل میں لے کر میری پیشانی کو چوما اور کہا اے جان مادر تو نے بڑی تکلیف اٹھائی بعد ازاں میرا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگی اے اللہ تو میرے فرزند کو بخش دے ان کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں سے یہ نعمت بے بہا مجھے بخش دی۔

قرآن شریف کی زیارت اور تلاوت کا بیان

فرمایا دوسری عبادت زیارت قرآن پاک کرنا ہے جو شخص قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھے اس کو دو ثواب ملتے ہیں پہلا زیارت قرآن مجید دوسرا ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں اس کے اعمال میں شامل کی جاتی ہیں اور دس برائیاں اعمال سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حضرت خواجہ بزرگؒ سے دریافت کیا؟ سفر اور لڑائی میں کلام

پاک لے جانا چاہیے یا نہیں، خواجہ بزرگؒ نے فرمایا دور ابتداء میں اسلام پھیلا نہیں تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام مجید ساتھ نہیں لے جاتے تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآن پاک کہیں چھوٹ جائے اور کفار کے قبضہ میں چلا جائے اور صحیفہ مقدسہ کی بے حرمتی ہو اب اسلام قوی ہو گیا ہے مسلمان ہر طرف پھیل گئے ہیں اب کوئی ایسا ڈرنہیں ہے، کلام پاک ساتھ رکھنا چاہیے۔

جو قرآن مجید ادب سے دیکھتا ہے اس کی آنکھوں کی روشنی بڑھ جاتی ہے اور آنکھیں نہیں دکھتی ہیں۔

علماء کی زیارت

فرمایا اہل سلوک کے نزدیک تیسری عبادت ادب اور عقیدت سے عالم بزرگ کا چہرہ دیکھنا ہے اس نظر سے جس سے زیارت ہوتی ہے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو اس کے حق میں قیامت تک بخشش کی دعا کرتا رہتا ہے اس کو عالموں کا درجہ عطا فرماتا ہے اور اعلیٰ علیین کا درجہ ملتا ہے۔

جو شخص علماء اور مشائخ سے منہ پھیرتا ہے اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن ریچھ کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔

خانہ کعبہ کی زیارت

چوتھی عبادت خانہ کعبہ کی زیارت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص ادب و خلوص سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جاتا ہے یہ عبادت ہے اور اللہ اس کے اعمال میں ہزار برس کی عبادت اور حج کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اس کو اولیاء کے درجے میں شمار کیا جاتا ہے۔

مرشد کی زیارت

فرمایا: پانچویں عبادت مرشد کی زیارت ہے اپنے پیرو مرشد کی اطاعت ضروری ہے وہ جو نصیحت کرے اس کو توجہ سے سنے اور اس پر عمل کرے، نماز اور ادو وظائف جس کی مرشد نے تاکید کی ہو پابند رہے تو کامیاب ہوگا۔

سقاوت کی فضیلت

خواجہ بزرگؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی: ایک درویش نہایت غریب تھے۔ ان کو فتوحات ہوتی تھیں ان کی عادت تھی کہ آنے جانے والے کے لیے کھانا ضرور رکھتے تھے اتفاق سے دو کامل درویش ان کے مکان پر آ گئے انہوں نے پانی طلب کیا آپ نے پانی کے ساتھ دو جو کی روٹیاں بھی درویشوں کو پیش کر دیں۔ درویشوں کو کھانے کی حاجت بھی تھی دونوں کا مشورہ ہوا اس شخص نے تو اپنا کام کر دیا اب ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے آخر یہ طے پایا اس کو دین و دنیا دونوں دینا چاہیے دونوں نے دعا کی اور رخصت ہوتے ہوئے اللہ نے درویشوں کی دعا قبول کی اور دین و دنیا کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

اللہ کی دوستی

خواجہ بزرگؒ نے بخارا کے سفر میں ایک نہایت ذا کر و شغل بزرگ کو استغراق میں دیکھا یہ نابینا تھے، وجہ نابینائی کی دریافت کی تو یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب میں دوستی کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا جہاں عظمت و وحدانیت کی تجلیات میری نظر میں تھی ایک روز اتفاق سے میری نظر غیر پر پڑ گئی غیب سے آواز آئی دعویٰ ہماری محبت کا اور نظر غیر پر۔ مجھ پر شرمندگی طاری ہوئی اور دعا کی کہ تیرے جمال کے سوا یہ آنکھیں غیر دیکھیں تو اندھا ہونا بہتر یہ الفاظ ختم ہوتے ہی بینائی جاتی رہی۔

اس کے بعد خواجہ بزرگؒ نے فرمایا حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد ان کو حکم دیا نماز پڑھو جب حضرت آدمؑ نماز پڑھتے تو یہ کیفیت ہوتی کہ ”جب آپ قیام میں ہوتے تو دل صحبت حق میں جان منزل قرب میں اور سر وصل یار میں۔“

اللہ کی محبت

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کسی نے خواجہ شبلیؒ سے دریافت کیا کہ اس درجہ عبادت و ریاضت کے باوجود آپ پر خوف رہتا ہے۔ خواجہ شبلیؒ نے فرمایا اس کے دو اسباب ہیں۔ پہلا مجھے ڈر لگا رہتا

ہے کہ میرا مولانا مجھے اپنے در سے یہ کہہ کر نہ ٹھکرا دے کہ تو اس دربار کے قابل نہیں ہے۔ دوسرا میرے دل میں خوف رہتا ہے کہ مرتے ہوئے ایمان سلامت نہ رہا تو تمام عمر کی عبادت اکارت گئی پھر ارشاد ہوا خواجہ شبلیؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر تھا محبت کا تذکرہ ہوا اس شخص نے عرض کیا سقاوت کیا ہے خواجہ شبلیؒ نے فرمایا شقی گناہ کر کے اپنی قبولیت کی توقع رکھے پھر فرمایا ایک مرتبہ حضرت داؤدؑ کا جب عبادت کر کے باہر آنکھیں بند کیے تشریف لائے ایک بزرگ نے وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا پینتالیس سال سے آنکھیں بند کی ہیں کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کروں اور غیر کو نہ دیکھوں میرا عہد ہے ان آنکھوں سے دوست کا ہی دیدار کروں گا پھر ارشاد ہوا ایک بزرگ فرماتے تھے روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اولیاءوں کے عملوں کا معائنہ کرو جب یہ گروہ ہماری دوستی اختیار کر لیتا ہے تو ہر طرف سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

عارفوں کا ذکر

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا عارف اس کو کہتے ہیں جس پر غیب سے ہزاروں تجلیاں رونما ہوں اور ایک ہی وقت میں ہزاروں اور کیفیتیں عیاں ہوں۔

عارف وہ ہے جس کو تمام جہاں کی خبر ہو ایک بات کو ہزار انداز سے بیان کر دے محبت کی باریکیوں کو کھول کھول کر سامنے رکھ دے۔ عارف وہ ہے جو ہر وقت دریاۓ عشق میں رہے اور باہر آئے تو اسرار و انوار الہی کی بیش بہا موتی نکال کر جوہریوں کے سامنے رکھ دے اور مرغوب نظر ہو۔

عارف کے دل پر شب و روز عشق کی کیفیت طاری رہتی ہے وہ قدرت کی صنایع دیکھتا ہے اور حیران ہو جاتا ہے، اٹھتے بیٹھتے دوست کی یاد اور تصورات میں رہتا ہے سوتے ہوئے عالم حیرت میں رہتا ہے، جاگتا ہے تو عظمت الہی کے گرد طواف کرتا ہے۔ کسی لمحہ دوست کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔

خواجہ بزرگؒ نے دسویں مجلس میں چند بزرگوں کے عارفانہ کلمات بیان فرمائے۔

1۔ خواجہ شبلیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ عارف کی کیا پہچان ہے فرمایا کہ جو خاموش رہے اور غمگین نظر آئے یہی عارف کی بزرگی کی علامت ہے۔

۲۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصریؒ مسجد لکری میں اپنے ہم مشرب کے ساتھ موجود تھے کہ ایک صوفی نے عارف اور صوفی کی تعریف معلوم کی حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ وہ گروہ جو بشریت کی کدورت کو نکال دے دل صاف کرے اور دنیا و خواہشات سے دور ہو جائے وہ عارف و صوفی ہے اور اعلیٰ مراتب پر پہنچنے کے لیے خود کو جس قدر فانی اللہ کرے اور مخلوق کی محبت چھوڑ کر اللہ کا عشق پیدا کرے۔

عارفوں کی پہچان

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا جب عارف پر کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس عالم میں ہزاروں فرشتے جو مراتب و صفات کے لحاظ سے اعلیٰ مقام رکھتے ہوں سامنے آ جائیں تو ان کی جانب آنکھ نہیں اٹھاتا اور اپنے حال میں بے خود و سرشار رہتا ہے۔ عارف کی دوسری پہچان یہ ہے کہ اس کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ نظر آئے گی اور اس کی مسکراہٹ کا سبب یہ ہے کہ جب وہ عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے قربت رکھنے والی ہر شے کا جلوہ انہیں تبسم لیے نظر آتا ہے اور وہ ان کے لبوں کو تبسم بخش دیتا ہے۔ پھر فرمایا عارف پر ایک حال وارد ہوتا ہے اس عالم میں ان کا ایک قدم زمین سے اور عرش در عرش سے حجاب عظمت پر پہنچا دیتا ہے اس طرح وہ حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسرا قدم اٹھاتے ہیں تو اپنے مقام پر لوٹ آتے ہیں۔ اس ذکر سے خواجہ بزرگؒ چشم برآب ہوئے اور فرمایا یہ عارفوں کا ادنیٰ درجہ ہے عارف کامل کا درجہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس مقام تک پہنچ کر کب عالم ظاہر پر آتا ہے۔

عارف کا درجہ

عارف اپنے دل میں نور الہی اور کشف پیدا کر لے یہ کمال حاصل کرنے کے بعد اس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو شخص کرامت اولیاء کا منکر ہو تو بزرگ کرامت اس کو قائل کر دے۔

عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ کی صفیتیں اس پر ظاہر ہونے لگیں، حضرت بایزیدؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ راہ طریقت میں کس مقام پر ہو آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ جب دونوں انگلیوں کے درمیان نظر ڈالتا ہوں تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے مجھے نظر آ جاتا ہے۔

عارف کی شناخت

ارشاد ہوا، خواجہ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ عارف کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کو ترک کر کے خاموشی اختیار کر لے۔

پرفرمایا عارف وہ ہے جو اپنے دل کو ہر طرح کے خیال سے صاف کر لے اور فردانیت (یکتائی) اختیار کر لے جس طرح اللہ کی ذات یکتا ہے جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو دنیا کی ہر شے عارف کے قبضے میں ہو جاتی ہے وہ اس کیفیت میں کسی شے کو خاطر میں نہیں لاتا اور دنیا اس کو بے حقیقت نظر آتی ہے۔

ارشاد ہوا عارف کا کمال یہ ہے کہ دوست کی راہ میں اپنی ہستی کو فنا کر دے اور روز قیامت عظیم علماء کی یہ حالت ہوگی کہ محبت الہی کے شوق میں وہ اپنے علم اور عبادات کو بھول جائیں گے اور ان کے دل میں یہی تمنا ہوگی کہ محبوب حقیقی کا جلوہ نظر آئے اور یہی کیفیت طاری رہے، فرمایا ابتدائی مراحل میں عارف اپنے شوق و عرفان کے حالات سب سے کہہ دیتا ہے عاشق کو اپنی ہر منزل یا درکھنا چاہیے، جب تک وصل نہ ہو عاشق کے لبوں پر فریاد رہتی ہے دریا کی روانی کا شور اس وقت تک سنائی دیتا ہے جب تک وہ سمندر سے نہ مل جائے۔

عارف وہ ہے جو اپنا ایک سانس ذکر الہی کے بغیر ضائع نہ ہونے دے پھر ارشاد ہوا کہ میرے پیرومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہیں وہ اللہ کا دوست ہے۔ پہلی دریا کی طرح سخاوت۔ دوسری آفتاب کی طرح شفقت، تیسری زمین کی طرح تواضع۔

سلوک کا بیان

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے سلوک کے سو درجے بتائے ہیں۔ سترہویں درجہ میں کشف و کرامات کا اظہار ہوا ہے۔ تہتر درجہ اور طے کرنے کے بعد کرامات ظاہر کرے۔ چشتیہ خاندان میں چند بزرگوں نے سلوک کے پندرہ درجے بتائے ہیں پانچواں درجہ کشف و کرامات کا ہے، ہمارے بزرگوں کا فرمان ہے کہ پندرہ درجے طے کرنے کے بعد انسان کامل ہو جاتا ہے اس کے بعد کشف و کرامات کا اظہار ہو تو کوئی تعجب بات نہیں۔ ارشاد ہوا اہل سلوک نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ دیدار الہی کیوں نہیں چاہتے آپ نے فرمایا موسیٰؑ نے چاہا پھر بھی ناکام رہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر تمنا کے اللہ جل شانہ نے یہ دولت عطا فرمائی جب بندہ کو بھلے برے کی تمیز نہیں تو راضی برضا رہے جب وہ اس لائق سمجھے گا تو حجاب کے پردے خود اٹھ جائیں گے اور تجلی نظر آئے گی۔

عشق کا بیان

ارشاد ہوا عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے جو شے اس میں گرتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔ محبت کی آگ ہر آگ سے تیز ہے۔

فرمایا ایک روز حضرت بایزیدؒ مقام قربیت میں تھے کہ غیب سے آواز آئی اے بایزید یہ مبارک گھڑی ہے جو چاہے مانگ لے عطا ہوگا، بایزیدؒ نے سرسجدہ میں رکھ کر عرض کیا اے پروردگار تو جو عطا فرمائے میں اس پر راضی ہوں۔ آواز آئی تجھے آخرت عطا ہوئی آپ نے عرض کیا اے اللہ یہ تو دوست کے لیے قید خانہ ہے پھر آواز آئی اے بایزیدؒ جنت و دوزخ عرش و کرس اور جو کچھ ہماری ملکیت میں ہے تجھے سب عطا کیا عرض کیا مولیٰ جیسی تیری مرضی پھر آواز آئی اچھا تو اپنے مطلب کا اظہار کر و عرض کیا اے اللہ تو دلوں کا حال جاننے والا ہے آواز آئی اے بایزیدؒ تو مجھے مانگ رہا ہے اگر میں تجھے طلب کروں تو کیا کرے گا بایزیدؒ نے یہ سنتے ہی عرض کیا اے اللہ تیری بزرگی اور جلال کی قسم اگر تو مجھے طلب کرے تو میدان حشر

میں دوزخ کے پاس جا کر کھڑا ہو جاؤں گا اور ایک نعرہ بلند کروں گا دوزخ کی آگ بجھ جائے گی آتش محبت کے سامنے آتش دوزخ کیا چیز ہے پھر غیب سے آواز آئی اے بایزیدؒ تو نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا جذبہ عشق

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا حضرت رابعہ بصریؒ ایک رات کو جذبہ عشق میں کہنے لگیں الحریق الحریق۔ میں جلی لوگ یہ سن کر آگ بجھانے دوڑے ایک درویش کامل نے لوگوں کو آتا دیکھ کر کہا تم اس آگ کو نہ بجھا سکو گے رابعہ کے دل میں آتش محبت بھڑک رہی ہے جس کی وجہ سے وہ میں جلی میں جلی کہہ رہی ہے اس کے دل میں دوست نے گھر بنا لیا ہے اور اب وہ آنے کو ہے یہ آگ بجھ جائے گی۔

عشق منصورؒ

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کہ حضرت منصور حلاجؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ عشق دوست میں درجہ کمال کیسے حاصل کیا جائے فرمایا محبوب کی حکومت میں عاشق کے ساتھ طرح طرح کی جو رو بے اعتنائی کا برتاؤ کرے اور عاشق ذرہ برابر بھی محبت کے اصولوں سے نہ بڑھے اور محبوب کی رضا میں سر نیاز جھکائے ہر وقت حکم بجالانے پر کمر بستہ رہے اور مشاہدہ دوست میں مستغرق ہو جائے۔ دین و ایمان کی خبر نہ رہے، خواجہ بزرگؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور زبان سے یہ شعر ادا ہوا:

خود بردیاں جو بندہ گیرند عاشقان پیش شاں چنیں میرند
(خوبرو خوب کام کرتے ہیں عاشقوں کو غلام کرتے ہیں)

دیدار دوست

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا بغداد کے قہر کے سامنے ایک عاشق کے ہزار کوڑے مارے گئے لیکن اس میں ذرہ برابر بھی حرکت نہ ہوئی اور کوئی احساس نہ ہوا، ایک بزرگ نے حال دریافت

کیا، جواب دیا میں اپنے محبوب کے دیدار میں محو تھا، مجھے کچھ خبر نہیں میرے ساتھ کیا ہوا۔

ارشاد ہوا امام غزالیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے ایک دفعہ بغداد کے بازار میں ایک ہوشیار آدمی کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے لوگوں نے دیکھا کہ بجائے کسی رنج و تکلیف کے اس کے چہرے پر تبسم کے آثار نمایاں ہیں ایک شخص نے دریافت کیا کیا وجہ ہے کہ تم نے اس مصیبت کی پروا نہیں کی، جواب دیا کہ میرے سامنے میرا محبوب جلوہ افروز تھا اور میں تجلیات دوست میں محو تھا مجھے تکلیف کا احساس تک نہیں، مجھے معلوم نہیں میرے ساتھ کیا ہوا۔

یہ واقعہ بیان کر کے خواجہ بزرگؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ شعر ارشاد ہوا:

اوبر سر قتل و من در حیرانم - کاں راندن تیغش چہ کوی آید
وہ میرے قتل پہ آمادہ ہو حیرانی ہے - مجھ کو محبوب پہ انداز ستم رانی ہے

اچھی صحبت

اس مجلس میں بہت سے بزرگ موجود تھے اچھی صحبت کا ذکر ہو رہا تھا، خواجہ بزرگؒ نے یہ حدیث بیان فرمائی الصحت تائرون ساعة (صحبت کے اثرات لازمی ہیں) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اگر کوئی بد نیکوں کی صحبت اختیار کرے تو نیک بن جاتا ہے اور اگر کوئی نیک بروں کی صحبت میں بیٹھے تو بدکار بن جائے گا:

ہر کہ یافت اند صحبت یافت
(جس نے حاصل کیا صحبت سے حاصل کیا)

فقیری کا بیان

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا حضرت خواجہ عثمان ہاروٹیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ کوئی فقیر کہلانے کا مستحق کب ہوتا ہے فرمایا کہ انسان کے بائیں جانب کا فرشتہ جس کا کام برائی لکھنے کا ہے اگر آٹھ سال تک اس کو برائی لکھنے کا موقع نہ ملے تو ایسا آدمی فقیری کے خطاب سے یاد کیے جانے کا مستحق ہے ورنہ اس کو فقیر نہیں کہہ سکتے۔

توکل کا ذکر

ایک مجلس جس میں مولانا بہاؤ الدین شیخ احمد الدین کرمائی اور دیگر درویش موجود تھے، عارفوں کے توکل کا تذکرہ ہو رہا تھا، خواجہ اعظمؒ نے فرمایا عارفوں کا توکل یہ ہے کہ بجز اللہ کے کسی پر بھروسہ نہ کرے اور نہ کسی کی جانب رغبت کرے دراصل متوکل کہلانے کا وہ مستحق ہے جو رنج و تکلیف کسی پر ظاہر نہ ہونے دے اور نہ ہی شکوہ و شکایت زبان پر لائے، ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ توکل کی نشانیاں کیا ہیں جواب دیا متوکل کہلانے کا وہ شخص مستحق ہے جس پر عشق و محبت کا غلبہ اس طرح طاری ہو کہ سوائے اللہ کے کسی اور کو نہ دیکھے۔

ارشاد ہوا ایک بزرگ سے سنا ہے چند باتیں جب تک کسی میں نہ ہوں وہ عارف نہیں کہلاتا۔

(۱) جو موت کو عزیز جانے (۲) جو رنج و خوشی میں اللہ کے ذکر سے رغبت رکھے (۳) جو دوست کی تجلیوں میں بے قرار ہو جائے (۴) جو دوست کے تخیل و تصور سے مسرور ہو جائے۔

توبہ کا بیان

خواجہ اعظمؒ نے فرمایا توبہ کے کئی درجے ہیں (۱) جن لوگوں میں جہالت کا مادہ ہو کر یز کرو (۲) باطل پرستوں سے دور رہنے کی کوشش کرو (۳) جو کلام اللہ کے منکر ہوں ان کی طرف منہ نہ کرو۔ جو اللہ کے محبوب بندے ہوں ان کی صحبت اختیار کرو (۴) نیکوں کی جانب توجہ کرو (۵) توبہ کو لازمی سمجھنا چاہیے اور توبہ صحیح طریقہ سے کرنا چاہیے (۶) ظلم اور سختی سے خود کو روکو (۷) اپنے قلب کی صفائی کرو۔

جب انسان ان باتوں کی تکمیل کرے تو سمجھنا چاہیے کہ توبہ پوری ہوئی، خواجہ بزرگؒ نے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سب سے کمزور وہ شخص ہے جس کو زبان پر اختیار نہ ہو اور وہ خواہشات نفسانی کا غلام ہو اور سب سے طاقتور وہ شخص ہے جس کو زبان پر قابو ہو اور خواہشات نفسانی سے منہ پھیر لے۔

شوق و محبت

خواجہ بزرگؒ نے فرمایا ایک بار کسی نے شیخ ابو بکر شیلیؒ سے دریافت کیا شوق اور محبت میں کس کو فضیلت ہے۔ فرمایا محبت کا مقام زیادہ بلند ہے جب تک محبت پیدا نہیں ہوتی شوق نہیں ہوتا محبت سے شوق پیدا ہوتا ہے شوق محبت کا ایک جزو ہے۔

بہترین عمل

حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کیا ہے فرمایا کہ جو انسان حسن سلیقہ سے اوقات کی تقسیم بہتر بنائے اور عمل پیرا ہو، یہ بات یاد رکھے جب تک انسان رنج و تکالیف سے نہیں گزرتا بندگی کا مقام نہیں ملتا اور جو تکلیف اور صعوبتوں سے گھبرا گیا اس کا محبت کا دعویٰ غلط ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی خواہشات اور تمناؤں کو ختم کر دے تب کوئی مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے جب کہ راضی برضا ہو اہل اللہ اپنی عبادت و ریاضت میں عمل پابندی سے کرتے رہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تعلیمات و اقوال

حضرت خواجہ صاحب اخلاق محمدیؒ کا نمونہ تھے آپ نے اپنی تعلیمات سے اخلاق و محبت اخوت، مساوات اور انسان کی زندگی کے ہر گوشہ کو اجاگر کیا ہے۔ اس دور خود پرستی، خود غرضی، مادہ پرستی میں ان کی تعلیمات مشعل راہ ہیں۔ آپ کی تعلیمات نے انسانی قدروں کی نشوونما کی خلوص ہمدردی، بھائی چارے کا پیغام دیا۔ خدمت خلق کے ذریعہ عوام و خواص کو بلا لحاظ مذہب و ملت ایک دھاگے میں پرو دیا۔ آپ نے انا اور تکبر کا بت توڑ کر انسان کے اندر جذبہ محبت و ہمدردی پیدا کی ہے۔ آج ہر شخص تشنگی محسوس کر رہا ہے اور اس کی تلاش میں ہے۔ خواجہؒ کی تعلیمات اس اونچے نیچے نفرت، دشمنی اور سماجی برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ انسان کو انسانی رشتہ سے باندھتی ہیں۔ آج بین الاقوامی سطح پر یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ مساوات اور انصاف قائم ہو۔ سب کو آزادی کے ساتھ برابری کے حقوق ملیں۔ خواجہؒ کی

تعلیمات ہر انسان کے لیے ہیں۔ انفرادیت سے اجتماعی زندگی تک جب یہ اصول عملی رخ اختیار کریں گے تو انسانیت عروج پر ہوگی اور خواجہؒ نے اپنی تعلیمات اور عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی فلاح اور بہتری اخلاق اور خدمت خلق میں ہے۔

تعلیمات

- ۱۔ بارگاہِ خداوندی میں نماز سے قرب حاصل ہوتا ہے۔
- ۲۔ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور دوزخ کے درمیان سات پردے حائل کر دے گا جس میں ہر ایک پردہ پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔
- ۳۔ جس نے جھوٹی قسم کھائی گویا اس نے اپنے خاندان کو ویران کر دیا۔ اس گھر سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔
- ۴۔ قبرستان میں قصداً کھانا پینا گناہ کبیرہ ہے جو عداً کھائے وہ منافق ہے۔
- ۵۔ مسلمان بھائی کو ستانا کبیرہ گناہ ہے۔
- ۶۔ آپؒ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے:

(۱) قرآن شریف کو احترام سے دیکھنا۔

(ب) والدین کو دیکھنا۔

(ج) علماء کرام کو دیکھنا۔

(د) خانہ کعبہ کو دیکھنا۔

(ه) اپنے پیرومرشد کو دیکھنا۔

اقوال

- ۱۔ عارف آفتاب کی مانند ہوتا ہے جو سارے جہان کو روشنی بخشتا ہے جس کی روشنی سے کوئی چیز خالی نہیں رہتی۔
- ۲۔ توکل حقیقت میں وہ ہے جو خلقت کی مدد کرے اور تکلیف کی شکایت نہ کرے۔
- ۳۔ تصوف رسوم ہے نہ کہ علوم اور اہل محبت کے انفس میں ہوتی ہیں۔

۴۔ چار صفتیں جو ہر نفس ہیں:

(ا) درویشی میں اظہار غنا۔

(ب) گرنگی میں اظہار سیری۔

(ج) غم میں خوش ہونا۔

(د) دشمن سے بھی دوستی کرنا۔

(۵) جو عارف عبادت نہیں کرتا وہ حرام روزی کھاتا ہے۔

(۶) ندیوں میں بہتا ہوا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر میں جا گرتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔

(۷) اہل عرفان یا دالہی کے سوا اور کوئی بات زباں سے نہیں نکالتے۔

(۸) اہل سلوک میں محبت ایک ایسا عالم ہے کہ لاکھوں علماء اس کی سمجھنے کی خواہش کرتے ہیں لیکن ذرہ برابر بھی سمجھ میں نہیں آتا اور زہد میں ایسی طاعت ہے کہ زاہدوں کو خبر نہیں اور اس سے غافل ہیں وہ ایک راز ہے جو دونوں جہاں سے باہر ہے اور جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۹) عارفوں کا ایک مرتبہ یہ ہے کہ جب اس مقام پر پہنچتے ہیں کہ تمام عالم اور جو کچھ اس عالم میں ہے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

(۱۰) جب بندہ سراپا تقویٰ اور سراسر شریعت کا پابند ہو جاتا ہے تب مقام طریقت پر آتا ہے اور اس کو معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۱) نماز میں جس قدر اطمینان، حضوری قلب و مشغولی ہوتی ہے اسی قدر قرب الہی ہو جاتا ہے۔

(۱۲) بھوکوں کو پیٹ بھر کھانا کھلانا، غریبوں کی فریاد سننا، حاجت روائی کرنا، در ماندوں کی دیکھیری کرنا اس سے بہتر عذاب دوزخ سے بچنے کے لیے کوئی عمل نہیں۔

آپ کے مشہور خلفاء

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی

آپ غریب نواز کے خلیفہ اعظم، سلسلہ چشتیہ کے روشن چراغ، نہایت کامل و واصل درویش، علوم صوری و معنوی سے آراستہ کمالات باطنی اور درجات روحانی سے پیراستہ۔

آپ کی ولادت قصبہ اوش میں ہوئی آپ سادات میں سے ہیں، بچپن ہی سے کرامات کا اظہار ہوا، مولانا ابو حفص سے تعلیم پائی جو اپنے دور کے کامل بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ و حضرت شیخ احد الدین کرمانیؒ سے فیض حاصل کیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے آپ کو دلی لگاؤ تھا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ خواجہ کے سفر میں ساتھ ساتھ رہتے آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا اور جانشین مقرر ہوئے۔

خواجہ غریب نوازؒ آپ کو پیارے بختیار کہتے تھے، لفظ کاکی آپ کے نام میں شامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا وقت کثرت عبادت صوم و صلوة میں گزرتا اور بھوک کی شدت کے بعد مصلیٰ کے نیچے سے کاک (چھوٹی خمیری روٹی) نکال کر کھالیا کرتے تھے۔

ایک روز محفل سماع گرم تھی اس شعر پر کیفیت طاری ہوئی:

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر ست

چار روز اسی استغراق کی حالت میں گزر گئے آپ کا سر قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی طرف اور قدم مولانا شیخ بدر الدینؒ کی جانب تھے آپ نے قاضی حمید الدینؒ کو ارشاد فرمایا خرقہ، عصا، غلین و مصلیٰ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے سپرد کر دو۔

۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو وصال ہوا آپ کا مزار دہلی کے قریب مہرولی میں ہے اور زیارت گاہ خواص و عام ہے اور فیض جاری ہے، سالانہ عرس کی تقاریب ہوتی ہیں۔ اجمیر شریف میں خواجہ قطب الدین کا چلہ ہے اور ہر ماہ ۱۴ تاریخ کو بعد نماز عصر درگاہ کی جانب سے دیوان خواجہ کی قیادت میں محفل سماع اور فاتحہ ہوتی ہے، چلہ پر عرس کی سالانہ تقاریب بھی ہوتی ہیں۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری

قطب صاحب کے بعد آپ کا درجہ ہے، آپ بڑے عارف اور کامل بزرگ تھے۔ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ خوش تھے، حاضرین میں کسی نے دنیا مانگی کسی نے عقبیٰ، بعد ازاں آپ نے حضرت صوفی حمید الدین سے دریافت کیا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، حضرت صوفی نے عرض کیا کہ میری کیا مجال کہ سوال کروں جو مولا چاہیں وہی چاہتا ہوں پھر آپ نے خواجہ قطب الدین کی طرف متوجہ ہوئے کہ تو بھی جو چاہے طلب کر لے، قطب صاحب نے جواب میں عرض کیا:

ہرچہ تو خواہی بخواہم روئے سر بر آستانم

بندہ را فرماں نباشد ہرچہ فرمائی بر آتم

آپ نے دونوں سے خوش ہو کر فرمایا سلطان التارکین حمید الدین صوفی، قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی۔

حضرت صوفی حمید الدین کے لیے آپ نے دعا کی تھی کہ دنیا و آخرت میں معزز رہے اور سلطان التارکین کے خطاب سے نوازا تھا۔

ایک روز خواجہ بزرگ نے ارشاد کیا کہ اولاد معین الدین و حمید الدین ایک ہے۔

(سیر العارفین)

خواجہ غریب نواز کی حیات ظاہری میں کوئی رشتہ داری قائم نہیں ہوئی تھی لیکن یہ بات صحیح ثابت ہوئی، حضرت خواجہ حسین ناگوری نبیرہ صوفی حمید الدین ناگوری نے اپنی صاحبزادی کا عقد خواجہ نور الدین طاہر بن شیخ تاج الدین بایزید نبیرہ خواجہ غریب نواز سے کر دیا۔ اس کے بعد کئی اور عقد اس خاندان میں ہوئے اور آج بھی رشتہ داری قائم ہے۔

صوفی حمید الدین ناگوری کا وصال ۲۹ ربیع الثانی ۶۷۳ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار ناگور میں مرجع خلافت ہے۔ سالانہ عرس کی تقاریب بھی ہوتی ہیں۔

حضرت خواجہ فخر الدین

آپ خلف اکبر حضرت خواجہ اعظم ہیں آپ نے منازل سلوک سایہ عاطفت پداری میں طے کیں اور جلد عارف کامل بن گئے، مفصل حالات خواجہ بزرگ میں پچھلے صفحات میں آچکے ہیں۔ موضع مانڈل میں کاشت کرتے تھے۔ ۵ شعبان ۶۶۱ھ میں وصال ہوا، عہد جہانگیر کی کتاب ”اذکار ابرار“ مصنف محمد غوثی شطاری مانڈوی اور مؤلف ”مراۃ الاسرار“ صوفی عبدالرحمن نے مزار کا مقام نہیں دیا۔ موجودہ سجادہ نشین مانڈل عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ خدام صاحبان سرواڑ شریف چادر لے جاتے ہیں۔

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری

آپ حضرت شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اعظم اور مرید ہیں۔ ایک عرصے تک بدایوں میں رہے جو علم و ادب کا مرکز تھا اور شیوخ کا مسلک، سہروردی سماع سے موانست نہ رکھتے تھے جبکہ قاضی حمید الدین سماع کے دلدادہ تھے آپ کو ہندوستان میں سماع کا موجد سمجھا جاتا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری جو سماع کو روجی غذا سمجھتے تھے اپنے پیرو مرشد حضرت سہروردی کے مسلک میں نہ پا کر حضرت خواجہ کی جانب رجوع ہوئے جہاں سلسلہ چشتیہ میں سماع روا تھا اس طرح آپ حضرت غریب نواز کے بھی مجاز تھے۔ (مولف) آپ حضرت خواجہ قطب الدین کے ساتھ محفل سماع میں اکثر رہتے تھے۔ ایک محفل سماع میں حضرت قطب الدین پر کیفیت طاری ہوئی اور وصال بھی ہوا تو حضرت قطب صاحب کا سر آپ کی جانب تھا۔

حسب تحریر خزینۃ الاصفیاء آپ کا وصال ۱۰ ربیع الثانی و دیگر مورخین کے نزدیک ۱۰ رمضان المبارک ۶۵۸ھ ہے اور ۶۲۳ھ آپ کی عمر ۱۸۰ سال ہوئی۔ آپ کے سات لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں آپ تبر عالم اور بزرگ کامل تھے آپ کی تصانیف میں ”شرح اسمائے حسنی“، ”شرح چہل حدیث“ کے علاوہ کئی کتابیں ہیں۔

حضرت شیخ معین الدینؒ

ان بزرگ کے متعلق مفصل حال معلوم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ دہلی سے روانہ ہوئے تو حضرت قطب الدین کاکی کا وصال ہو گیا تھا۔ حسب تحریر (مسا لک السالکین) آپ پ خلفاء خواجہ بزرگؒ میں سے ہیں۔

حضرت شیخ وجیہ الدین خراسانیؒ

بموجب آفتاب اجمیر زمانہ خلافت ۵ صفر ۶۰۰ھ اور وصال ۱۱ رجب ۶۷۶ھ ہے مزار ملتان اور حسب ماہتاب اجمیر تاریخ وصال ۹ جمادی الآخر ۶۳۵ھ اور مزار ہرات میں ہے۔

حضرت شیخ احمد تہرؒ

بموجب آفتاب اجمیر زمانہ خلافت ۲۹ محرم ۵۹۹ھ اور وصال کی تاریخ ۱۳ محرم ۶۰۳ھ اور مزار ہرات میں ہے۔

حضرت شیخ برہان الدین بدوؒ

زمانہ خلافت ۳ رمضان ۵۵۲ھ اور تاریخ وصال ۱۴ رجب ۶۶۲ھ مزار اجمیر میں ہے۔ (آفتاب اجمیر)

عبداللہ بیابانی (اے پال جوگی)

زمانہ خلافت ۵۸۹ھ تاریخ وفات ۶۳۸ھ (آفتاب اجمیر) مفصل حالات کرامات میں دیکھیے۔

حضرت شیخ محمد ترکؒ

آپ خواجہ عثمانی ہاروٹی کے خلیفہ ہیں نارنول (صوبہ ہریانہ موجود ہے) آکر قیام کیا۔ آپ بھی خواجہ غریب نوازؒ کے مجاز تھے۔ وصال ۶۳۲ھ میں ہوا مزار نارنول میں ہے۔

حضرت شیخ علی سنجریؒ

زمانہ خلافت ۳ رجب ۶۰۸ھ (آفتاب اجمیر) آپ کے سپرد خلافت نامہ لکھنے کی خدمت تھی۔ کئی تذکروں میں آپ کے واقعات ملتے ہیں آپ کا مزار مینار مسجد کے نیچے مسجد قوۃ السلام میں ہے۔ (تذکرہ اولیاء ہند)

شیخ وحید الدین خراسانیؒ

زمانہ خلافت ۱۱ ربیع الاول ۶۱۴ھ اور تاریخ وصال ۹ جمادی الثانی ۶۳۵ھ مزار ہرات میں ہے۔ (آفتاب اجمیر)

حضرت شیخ صدر الدین کرمانیؒ

زمانہ خلافت ۲ ربیع الاول ۶۰۹ھ ہے۔ (آفتاب اجمیر)

حضرت بی بی حافظہ جمالؒ

آپ حضرت غریب نوازؒ کی صاحبزادی ہیں، مفصل حالات اولاد غریب نواز میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

حضرت شیخ مہتامتؒ

(خزینۃ الاصفیاء) مفصل حالات معلوم نہیں۔

حضرت شیخ یادگار محمد سبزہ واریؒ

زمانہ خلافت ۸۵۸ھ (آفتاب اجمیر) ہرات۔

سلطان مسعود غازیؒ

غالباً ان کو سالار غازیؒ کی کتابوں میں لکھا ہے، مزار اجمیر ہے جو سالار غازی کے نام سے موسوم ایک چھوٹی پہاڑی یا ٹیلہ ہے۔

حضرت امام الدین دمشقی

آپ دمشق سے ہندوستان آئے اور خواجہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا آپ کا فیض صحبت پا کر تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا وصال ۷۵۵ھ کو اربع الاول ۵۷۵ھ کو اجمیر میں ہوا اور مزار خواجہ بزرگ کے پانداڑ ہے۔ (آفتاب اجمیر)

سعدی دیو (سادھورام دیو)

یہ پجاریوں کا سردار، منتر اور علم نجوم میں کامل تھا۔ ایک ہجوم کے ساتھ خواجہ اور ساتھیوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ خواجہ صاحب کے جمال و جلال کو دیکھ کر قدموں میں گر گیا اور ساتھیوں کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا۔ آپ نے سعدی دیو نام تجویز فرمایا:

دیکھ کر اندازہ تبلیغ مبارک کا کمال بن گئے شیخ حرم ہو کر مسلمان برہمن
قل ہو اللہ احد کے نغمہ توحید سے آگئی خود بت پرستوں میں ادائے بت
شکن

علامہ انور صابری

مبلغ اعظم ہند

جب کبھی ظلمت و تاریکی کے بادل دنیا پر چھائے ہیں اور لوگ اس خوفناک اندھیرے میں راہ انسانیت سے بھٹک کر ذلت و مصیبت کے گڑھوں میں گرنے لگے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو شمع ہدایت بنا کر بھیجا ہے تاکہ راہ مستقیم پر چل کر نجات پائیں اور ہلاکت سے بچ جائیں ان میں سے وہی لوگ امن و عافیت میں رہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق جیسی نعمت عطا فرمائی چنانچہ حضرت آدم سے یہ سلسلہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا اس کے بعد نہ کوئی پیغمبر پیدا ہوا اور نہ ہوگا لیکن العلماء و رثة الانبیاء کے تحت لوگ علماء اور ولیوں کے ذریعہ رشد و ہدایت پاتے رہیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ ہر زمانہ میں ولی، قطب پیدا کیے ہیں اس لیے یہ نہ ٹوٹنے والا سلسلہ اسلام میں باقی ہے، ولیوں کو پیغمبروں جیسی صفات عطا فرمائی ہیں تاکہ باطل کا مقابلہ کر سکیں، ولی علم شریعت میں یکتا اور علم معرفت میں کامل ہوتے ہیں، کوئی ولی جاہل نہیں گزرا، جس نے ولی کی صحبت اختیار کی اس کی زندگی کی کاپی ملت گئی:

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت خواجہ بزرگ علوم صوری و معنوی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ آپ اخلاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے جب آپ کو روحانی سلطان الہند بنا کر بھیجا گیا اس وقت شمالی ہندوستان اور ساحلی علاقے واقف اسلام ہو چکے تھے تاہم ایک بہت بڑا علاقہ ابھی ہدایت سے دور تھا۔ چھوٹ چھات اونچ نیچ اور دیگر برائیوں میں لوگ گھرے ہوئے تھے اور حق و انصاف سے محروم تھے۔

حضرت خواجہ بزرگ عطاءے رسول بن کرائے تھے اور حق و وحدانیت کا پیغام لے آئے تھے اور اسی کی تبلیغ فرماتے تھے۔ آپ پیکر ایمان و یقین، سرِ پامحبت اور اوصاف حمیدہ کا مجموعہ تھے، شفقت ہمدردی اور رحم جیسی خوبیاں لے کر ہدایت کے لیے آئے تھے، لوگ آپ کے اخلاق اور برتاؤ کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کے پاس نہ تلوار تھی نہ فوج، جس کے خوف اور طاقت سے لوگوں کو منوایا جائے اور نہ ہی دولت و خزانہ تھا جس کا لالچ دے کر تبدیلی مذہب پر آمادہ کیا جائے۔ تنگ نظر مورخین نے اسلام کو تلوار سے پھیلنا لکھا ہے یہ ان کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ البتہ ایسے مواقع ضرور آئے ہیں کہ باطل نے اپنے علوم و فنون ساحری سے آپ کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن آپ کی سچی کرامتوں سے ان کی ایک نہ چلی اور مجبور ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑے۔

دوسرا جواب تنگ نظروں کے لیے یہ ہے کہ اجمیر جو ہندوستان میں اس وقت سب سے بڑی طاقت کا مرکز تھا، جہاں طاقت کا استعمال ناممکن تھا اگرچہ برہمنوں اور اچھوتوں کو کمزور طبقہ مان لیا جائے مگر راجپوتوں کی بہادری اور دلیری سے کون انکار کر سکتا ہے جبکہ راجپوت سرداروں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپ کی شخصیت میں جاذبیت، کشش اور زبان میں بے پناہ تاثیر تھی۔ ایک بار جو آپ کے روئے کی زیارت کر لیتا یا شرف ملاقات نصیب ہو جاتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور پھر اس سلسلہ کے اکابر و مشائخ تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت میں لگ گئے اور مختلف مقامات اور دروازوں تک پھیل گئے اور پوری زندگی تبلیغ اسلام میں وقف کر دی۔ اس طرح چراغان چشتیاں ایک دوسرے کو روشن کر کے ظلمت و تاریکی کو دور کر کے وحدانیت، اخوت و محبت کی راہ آج بھی دکھا رہے ہیں۔ سلطان الہند کے دربار سے لوگ بلا لحاظ مذہب و ملت آج بھی فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں اور دامن مراد بھر رہے ہیں۔

عملیات و وظائف

ترقی علم کی دعا

حضرت خواجہ فرماتے ہیں ہر روز نماز کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھی جائے تو علم اور ذہن میں ترقی ہوگی۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى
(۵۵:۲۰)

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

حضرت خواجہ نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کو زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ورد ہر روز ایک ہزار بار پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

اللھم صل علی محمد عبدک و حبیبک و رسولک

ترقی رزق کی دعا

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ مہینے کے پہلے جمعہ سے چالیس جمعہ تک بعد نماز مغرب گیارہ مرتبہ ”حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ“ (۱۷۳:۳) پڑھے اور ہر جمعہ کے بعد کاغذ پر مندرجہ ذیل آیت کریمہ لکھ کر کنویں میں ڈالتا جائے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعٰیْشَ قَلِيْلًا مَا تَشْكُرُوْنَ
(۱۰:۷) انشاء اللہ غنی ہو جائے گا۔

نجات مرض کے لیے

حضرت خواجہ اجمیری فرماتے ہیں کہ کھمبھ، جمعسق، چینی کی پلیٹ پر لکھ کر

مریض کو پلائیں یا گلے میں تعویذ کی شکل میں ڈالیں انشاء اللہ رو بصحت ہوگا۔

حاجت کے پورا ہونے کی دعا

حضرت خواجہ اجمیری کا ارشاد ہے جو شخص ہر فرض کے نماز کے بعد مندرجہ ذیل دعا کو پڑھے گا انشاء اللہ اس کی ہر حاجت پوری ہوگی۔

يَا شَافِعُ يَا رَفِيعُ نَحْنُ مِنْ كُلِّ يَقِينِ.

روزی میں برکت کے لیے

حضرت خواجہ فرماتے ہیں جو شخص مندرجہ ذیل دعا پڑھے انشاء اللہ روزی میں برکت ہوگی۔

سُبْحَنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ. (۲:۲۳)

ہر مصیبت سے نجات کے لیے

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت اس آیت کریمہ کو پڑھنے سے مصیبت سے نجات ملتی ہے۔

اَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ. (۸۷:۲۱)

دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے

خواجہ اجمیری فرماتے ہیں کہ جس وقت دشمن کے سامنے جانا ہو یہ دعا پڑھے۔

يَا سُبُّوحُ يَا قُدُّوسُ يَا غَفُورُ يَا وَدُودُ.

یا سبوح یا قدوس یا غفور یا ودود۔ ہر مرض و درد کے لیے

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ مقام مرض پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ یہ آیت پڑھ کر دم کرے انشاء اللہ جلد شفا ہوگی۔

وَ كَلْبُهُمْ بِأَسْطٍ ذِرَاعِيهِ بِالْوَصِيدِ (۱۸:۱۸)

شیرینی ثمر کے لیے

حضرت خواجہ کا ارشاد ہے کہ مندرجہ ذیل آیت پڑھ کر خر بوزہ یا کوئی اور پھل تراشا جائے تو انشاء اللہ شیریں اور لذیذ ہوگا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۳۷:۲)

ہر مشکل کے حل کے لیے

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ مشکل کے وقت سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے اور اس طرح پڑھنی چاہیے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی ”م“ کو ”الحمد“ کے ”ل“ سے ملائے اور ولا الضالین کے بعد تین مرتبہ آمین کہے انشاء اللہ مشکل حل ہوگی۔

پیٹ کے درد کے لیے

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ درد شکم کے لیے سات مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھ کر دم کرے مریض کو پلائے انشاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔

سکرات کی سختی آسان کرنے کے لیے

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جس کو سکرات موت کی سختی ہو اس کے پاس نزع کی حالت میں سورہ یسین شریف با وضو پڑھے انشاء اللہ سکرات کی سختی آسان ہو جائے گی۔

آسیب سے نجات کے لیے

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دعا کو تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرنے کے بعد منہ پر اسی پانی کا چھینٹا مارا جائے یا اس کو پڑھ کر کان پر دم کیا جائے اس شخص سے آسیب کا اثر دور ہو جائے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ (۱:۲۲)

اسم اعظم

حضرت خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا کہ اسم اعظم یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ یا حی یا قیوم پڑھ لیا جائے اور اپنی حاجت براری کے لیے اللہ سے دعا کرے۔

زہرِ یلے جانوروں کے کاٹنے کی دعا

حضرت خواجہ اعظمؒ نے فرمایا کہ کسی شخص کو زہرِ یلا جانور کاٹ لے تو اس جگہ انگلی گھماتے ہوئے سات بار مندرجہ ذیل دعا ایک سانس میں پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اس کا چھینٹا مارے یا کان پر دم کرے انشاء اللہ زہر کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

وَإِذَا بَطِشْتُمْ بِطِشْتُمْ جَبَّارِينَ (۱۳۰:۲۶)

ادائیگی قرض کے لیے

حضرت خواجہ بزرگؒ نے مندرجہ ذیل آیت ۴۱ دن تک ۵ مرتبہ ہر نماز میں روزانہ پڑھا کریں۔ انشاء اللہ قرض سے نجات ملے گی۔ آیت شریف یہ ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قُلِ اللَّهُمَّ مِلْكَ الْمُلْكِ تَوْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ
تَنْزِخِ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِمْ تَشَاءُ وَتُلْهِمْ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْغَيْرُ إِنَّكَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ • تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ
الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيَّتِ وَتُخْرِجُ الْمَمِيَّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
(۲۷:۲۶:۳)

کرامات خواجہ اعظمؒ

آپ کی کرامات بہت ہیں جن کا سلسلہ آپ کی حیات ظاہری کے بعد آج تک جاری ہے۔ چند کرامات حسب ذیل ہیں۔

یادگار محمد کا تائب ہونا

سبزہ وار کا حکم محمد یادگار جو نہایت فاسق و فاجر، بد مزاج اور ظالم تھا، مزید برآں خلفاء ثلاثہ کے اسمائے گرامی سے اس کو خاص ضد تھی، اس کا ایک سر سبز اور شاداب باغ تھا خواجہ اعظمؒ باغ میں حوض کے قریب تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہو گئے اور یادگار محمد کے ملازمین کے کہنے کی پروا نہ کی، یادگار محمد اس اثناء باغ میں آ پہنچا آپ کو دیکھ کر ملازمین پر غصہ ہوا کہا اس فقیر کو یہاں سے کیوں نہیں اٹھایا، یہ الفاظ سن کر حضرت خواجہؒ نے یادگار محمد کی طرف دیکھا، نظر ملتے ہی زمین پر گر پڑا اور مرغِ کمل کی طرح تڑپ کر بے ہوش ہو گیا اس کے خواص کے ہوش جاتے رہے اور آپ کے قدموں میں گر کر عاجزی و التجا کی اور معافی مانگی۔ آپ نے حوض کا پانی خادم سے منگوایا اور اس کے چھینٹا مارا، ہوش میں آ کر آپ سے سچے دل سے معافی کا خواستگار ہوا، حکومت اور دولت چھوڑ کر آپ کا مرید ہو کر عارفِ کامل بن گیا۔ خلافت دے کر ہراث مامور کر دیا۔^{۳۲}

فلسفی حکیم کا راہِ راست پر آنا

بلخ میں مولانا ضیاء الدین تھے، حکمت میں مہارت اور فلسفہ میں عبور حاصل تھا، علوم ظاہری میں فاضل، علوم باطنی سے بے خبر، آبادی سے دور باغ میں ان کا مدرسہ تھا، خواجہ بزرگؒ کا وہاں قیام ہوا، آپ نے شکار کیا تھا، افطار و مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھا رہے

تھے۔ ضیاء الدین صاحب کو کلنگ کی ایک ٹانگ دی جس کو کھاتے ہی فلسفہ کا باطل مجسمہ چکنا چور ہو گیا اور بے ہوش ہو گئے۔ حضرت خواجہؒ نے اپنا لیس خوردہ مولانا کے منہ میں ڈال دیا فوراً ہی ہوش میں آ گئے، مع اپنے شاگردوں کے حضرت خواجہ سے بیعت ہوئے اور منازل عرفانیت طے کر کے اعلیٰ مقام پر پہنچے اور حضرت خواجہ سے خرقہ خلافت پایا۔

اونٹوں کا واقعہ

جب خواجہ جمع ساتھیوں کے اجمیر پہنچے تو سایہ دار درختوں کے نیچے قیام فرمایا، کچھ ہی دیر بعد ساربان بھی آ گئے اور آپ سے اس جگہ سے ہٹنے کو کہا آپ نے فرمایا اونٹوں کو دوسری جگہ بٹھا دو مگر ساربان نے نہ مانا اور کہا کہ راجہ کے اونٹ یہاں بیٹھیں گے۔ آپ نے فرمایا ”ہم تو اٹھتے ہیں، تمہارے اونٹ بیٹھے رہیں گے“ دوسرے دن ساربان نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو نہ اٹھے، مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے گستاخانہ سلوک کی معافی چاہی آپ نے مسکرا کر فرمایا اللہ کے حکم سے تمہارے اونٹ اٹھ جائیں گے ساربان جب واپس آئے تو دیکھا کہ اونٹ کھڑے ہو گئے ہیں۔

مظلوم کا زندہ ہونا

آپ وضو کے لیے تیار تھے کہ ایک عورت گریہ وزاری کرتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو حاکم وقت نے بے قصور پھانسی دے دی ہے میں آپ کے پاس فریاد لے کر آئی ہوں، آپ وضو سے فارغ ہو کر عصا ہاتھ میں لے کر مع صوفیوں اور بڑھیا عورت کے مقتول کے قریب پہنچے اور عصا سے اس کی لاش کی جانب اشارہ کر کے فرمایا اگر تو بے گناہ ہے تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا چنانچہ مقتول زندہ ہو گیا اور دونوں ماں بیٹے آپ کے قدموں میں گر پڑے اور بخوشی اپنے گھر روانہ ہوئے۔

آپ کی نعلین کا واقعہ

اچھے پال جوگی جو فن سحر میں کامل تھا، اس نے ہرن کی کھال پر بیٹھ کر بلند پروازی کر کے اپنے فن اور برتری کا مظاہرہ کیا، حضرت خواجہؒ نے انہی نعلین کو حکم دیا کہ اسے بال کو لے

آئیں چنانچہ نعلین اڑ کر اچھے پال جوگی کے سر کو بجاتے ہوئے اس کو نیچے اتار لائیں اچھے پال جوگی نے آپ کے قدموں میں گر کر معافی چاہی اور اسلام قبول کیا آپ نے عبد اللہ نام رکھا۔

ظالم سے نجات دلانا

آپ تشریف فرما تھے کہ ایک مرید خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور مجھے حاکم شہر نے پریشان کر رکھا ہے اور اب اس کے ظلم کی انتہا نہ رہی آپ نے فرمایا وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے، مرید جب باہر نکل کر آیا تو لوگوں کی آوازیں سنائی دیں معلوم ہوا کہ وہی حاکم گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔

بادشاہت کی پیشین گوئی

ایک روز درویشوں کی مجلس تھی حضرت شیخ شہاب الدین، حضرت شیخ احد الدین کرمائی بھی شریک تھے اس عرصہ میں ایک نوعمر لڑکا ہاتھ میں تیرکمان لیے گزرا، آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہوگا چنانچہ وہی لڑکا جس کا نام شمس الدین اتمش تھا دہلی کا بادشاہ ہوا۔

مرید کو قرض سے نجات دلانا

آپ کے ایک مرید شیخ علی کو ایک شخص نے پکڑا اور بدتمیزی سے قرض کی رقم طلب کرنے لگا جب آپ کے سمجھانے پر بھی نہ مانا تو آپ نے دوش سے چادر زمین پر ماری فوراً دینار اور اشرفیاں زمین پر پھیل گئیں آپ نے فرمایا جس قدر قرض تیرا ہے اس ڈھیر سے اٹھا لے، اس شخص کی نیت خراب ہو گئی اس نے زیادہ دینار اٹھا لیے اس کا ہاتھ فوراً خشک ہو گیا عاجز ہو کر فریاد کرنے لگا اور معافی چاہی آپ نے معاف فرمادیا۔

دوسرا خط

اللہ الصمد کے اسرار سے واقف، لم یلد ولم یولد کے انوار کے ماہر میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی، اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج زیادہ کرے فقیر پر تقصیر معین الدین سنجر کی جانب سے خوشی اور خرمی آمیز اور اس محبت سے بھرا ہوا سلام پہنچے، مقصود یہ کہ تادم تحریر صحت ظاہری کے سبب مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دارین عطا فرمائے، بھائی جان میرے شیخ خواجہ عثمان ہاروٹی کا ارشاد ہے کہ بجز اہل معرفت کے کسی اور کو عشق کے رموز سے واقف نہیں کرنا چاہیے۔

جب خواجہ شیخ سعدی میگونی نے حضرت خواجہ ہاروٹی سے پوچھا کہ اہل معرفت کو کس طرح پہچان سکتے ہیں تو آں جناب نے فرمایا اہل معرفت کی علامت ترک ہے جس میں ترک نہیں اس میں معرفت حق کی بوجہ نہیں یہ اچھی طرح یقین کر لو کہ کلمہ شہادت اور نفی اثبات حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور مال و مرتبہ بڑے بھاری بت ہیں انہوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا اور کر رہے ہیں یہ معبود خلاق بن رہے ہیں بہت لوگ جاہ و مال کی پرستش کرتے ہیں پس جس نے جاہ و مال کو نکال دیا ہے اس نے گویائی کر دی اور جسے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے اس نے پورا پورا اثبات حاصل کر لیا ہے۔ یہ بات لا الہ الا اللہ کے کہنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے پس جس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا، اسے خدا شناسی حاصل نہیں ہوئی۔ والسلام۔

تیسرا خط

حقائق و معارف سے واقف، رب العالمین کے عاشق میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی، واضح رہے کہ انسانوں میں سب سے دانا وہ فقراء ہیں جنہوں نے درویشی و نامرادی کو اختیار کر رکھا ہے کیونکہ ہر ایک مراد میں نامرادی ہے اور نامرادی میں مراد ہے برخلاف اس کے کہ اہل غفلت نے صحت کو زحمت اور زحمت کو صحت خیال کر رکھا ہے، پس دانا

مکتوبات خواجہ بنام قطب صاحب^{رح}

پہلا خط

دردمندان طالب شوق دیدار الہی کے اشتیاق کے آرزو مند درویش میرے بھائی خواجہ قطب الدین دہلوی، اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں سعادت نصیب کرے۔

سلام مسنون کے بعد مقصود یہ ہے کہ ایک روز خواجہ عثمان ہاروٹی کی خدمت میں خواجہ نجم الدین صغریٰ، خواجہ محمد طارق اور درویش حاضر تھے کہ اس اثناء میں ایک شخص نے حاضر ہو کر خواجہ صاحب سے پوچھا کہ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص کو قرب الہی حاصل ہوا؟

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ نیک عملوں کی توفیق بڑی اچھی شناخت ہے، یقین جانو جس شخص کو نیک کاموں کی توفیق دی گئی ہے اس کے لیے قرب کا دروازہ کھل گیا ہے پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا ایک شخص کے یہاں ایک صاحب ذوق کینز تھی جو نصف شب کے وقت اٹھ کر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتی اور شکر حق، بجلالاتی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی اسے پروردگار میں تیرا قرب حاصل کر چکی ہوں مجھے اپنے سے دور نہ رکھنا، اس کنیز کے آقا نے یہ ماجرا سن کر اس سے پوچھا کہ تمہیں کیوں کر معلوم ہے کہ تمہیں قرب الہی حاصل ہے، اس نے جواب دیا صاحب مجھے یوں معلوم ہے کہ اللہ نے مجھے آدھی رات میں جاگ کر دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق دے رکھی ہے اس لیے میں جانتی ہوں کہ مجھے قرب الہی حاصل ہے، آقا نے کہا جاؤ میں نے تمہیں اللہ کی راہ میں آزاد کیا۔

پس انسان کو دن رات عبادت الہی میں مصروف رہنا چاہیے تاکہ اس کا نام نیک لوگوں کی فہرست میں لکھا جائے اور نفس شیطان کی قید سے نجات رہے۔ والسلام

وہی ہے جو کسی دنیاوی مراد کا خیال آنے پر فوراً اسے ترک کر کے نامرادی اور فقر کو اختیار کر لے اپنی مراد کو چھوڑ کر نامرادی سے موافقت کر لے۔^{۳۳}

”نامراد تانہ گردی بامراد کے رسی“

پس مرد کو حق تعالیٰ سے وابستگی ضروری ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اگر اللہ تعالیٰ آنکھ دے تو ہر راہ میں سوائے اس کے جلوہ کے اور کچھ نہ دیکھے اور دونوں جہاں میں جس کی طرف نگاہ کرے اس میں اس کی حقیقت دیکھے دینداری اور آنکھ حاصل کرو کیونکہ اگر غور سے دیکھو تو خاک کا ہر ایک ذرہ جام جہاں نما ہے، سوائے ظاہر مٹاپ اور شوق کے اور کیا لکھوں۔ والسلام۔

سجادہ نشین حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

دیوان حضرت خواجہ حسین اجمیری سجادہ نشین خواجہ نوازؒ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے عقیدت مندوں کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا، سلطان اور امراء کی نذورات میں اضافہ ہو چکا تھا ضرورت محسوس ہوئی کہ اولاد خواجہ میں سے قرب رکھنے والا سجادہ نشین مقرر ہو جو اپنے جد امجد کی نمائندگی کرے۔ مزار کی رسومات کی نگرانی اور وابستہ جاگیر کا انتظام کرے، سجادہ نشین کے گزربسر کے لیے جاگیر مخصوص عطا ہوئی اور خاندان خواجہ کے لیے علیحدہ۔

حضرت خواجہ حسین اجمیریؒ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو اس مقدس جگہ کے لیے ضروری ہیں۔

ابوالفضل نے اکبر نامہ میں خواجہ حسین اجمیریؒ کو نبیرہ حضرت خواجہ بزرگؒ ہونے سے انکار کی کوشش کی ہے لیکن اسی عہد میں اکبر کے مقرب مشہور مورخ ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں نبیرہ خواجہ بزرگؒ لکھا ہے، مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار اور دیگر مورخین نے خواجہ حسین کو نبیرہ حضرت خواجہ معین الدینؒ تسلیم کیا ہے اور دربار اکبری میں مولانا محمد حسین آزاد نے حضرت خواجہ حسین کو نور کا ٹکڑا بتایا ہے۔

- ۱۔ تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسین اجمیریؒ کی مخالفت کے تین اسباب تھے۔
- ۱۔ شیخ خواجہ حسین اجمیریؒ عابد اور شاعری تھے ایک عرصہ تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں وقت گزارا ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے مخالفین نے ان کو اولاد خواجہ ہونے سے انکار کیا، اس سے قبل حضرت تاج الدین بایزید بزرگؒ کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا تھا۔
- ۲۔ ابوالفضل جو شہنشاہ اکبر کا وزیر اعظم تھا خود کو حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے

خاندان سے وابستہ کر کے اپنے آپ کو حضرت خواجہ حسین کا خالہ زاد بھائی مشہور کیا جب اس کی تردید حضرت خواجہ حسین نے کر دی جس شخص سے یہ حقیقت حال بیان ہوئی تھی اس نے تمام ماجرا ابو الفضل سے بیان کیا، ابو الفضل نے اپنے دل و دماغ میں اس کو محفوظ رکھا اور ”اکبر نامہ“ میں حضرت خواجہ حسین کو نبیرہ خواجہ بزرگؒ میں شامل نہیں کیا۔ مناقب الحبيب مصنف حاجی نجم الدین خلیفہ حضرت سلیمان تونسوی نے ۱۴۸ پر لکھتے ہیں کہ ابو الفضل نہایت کینہ رکھتا تھا اور ہر وقت ایذا رسانی میں رہتا تھا یہاں تک کہ خواجہ حسین کو ملک بدر کر دیا اور مکہ معظمہ بھیج دیا۔ بہتان یہ لگایا کہ وہ راجگان سے سازش کر کے اکبر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔

۳۔ اکبر کے دین الہی کی یقیناً حضرت خواجہ حسین نے مخالفت کی ہوگی، ابو الفضل جو دین الہی کے پھیلانے میں پیش پیش تھا بہترین موقع حاصل ہو گیا چنانچہ خواجہ حسین کو قید کرانے میں اس کا خاص کردار تھا۔

خواجہ حسینؒ قلعہ بکھر میں چودہ سال قید رہے، مشائخ وقت کی مسلسل کوشش اکبر کی والدہ اور دیگر بیگمات کی سفارش اور مرزا نظام الدین کے وسیلہ سے ۱۰۰۲ھ میں رہا ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۷۶ سال تھی چنانچہ پہلے آپ کو تین سو بیگمہ زمین مدد معاش کے لیے بکھر میں دی لیکن بیگمات کی سفارش سے آپ کو عزت و تعظیم کے ساتھ اجمیر رخصت کیا اور جاگیر عطا فرمائی بعد ازاں اکبر نے فرمان کے ذریعہ اولاد خواجہ بزرگؒ کے لیے بھی جاگیریں مرحمت فرمائیں۔

حضرت خواجہ حسینؒ کو پہلا سجادہ مقرر کیا، آپ ضعیف العمر تھے چنانچہ درگاہ خواجہ بزرگؒ کے انتظام میں مدد کے لیے متولی کا تقرر کیا جو سجادہ نشین کا ماتحت تھا اور سجادہ نشین کے حکم سے انتظام کرتا تھا، لفظ ”دیوان“ سجادہ نشین کے ساتھ برتری کی علامت ہے۔

دیوان خواجہ حسینؒ نہایت عبادت گزار مجاہدہ و ریاضت میں مشغول بزرگ تھے ان کے بعد اس پائے کا بزرگ اولاد خواجہ میں نہیں گزرا۔ حضرت خواجہ حسین نے سجادہ نشین کے حق کو صحیح معنوں میں نبھایا ہے، دیوان خواجہ حسینؒ پایہ کے عالم و صوفی کے ساتھ بہترین شاعر بھی تھے، ان کی ابیات آج بھی روشنی کے وقت پڑھی جاتی ہیں اور قبہ شریف میں طلائی نقش و نگار

میں دیوار نظر آتی ہیں ان ابیات میں سے مقطع غائب ہو گیا ہے اس کی تصدیق احسن السیر سے ہو سکتی ہے چنانچہ خواص و عوام کی معلومات کے لیے پوری ابیات حسب ذیل ہیں جو نتیجہ فکر و عقیدت دیوان سید خواجہ حسین اجمیریؒ سجادہ نشین نبیرہ خواجہ بزرگؒ ہیں۔

خواجہ خواجگان معین الدین	اشرف اولیائے روئے زمیں
آفتاب نہ پھر کون و مکان	بادشاہ سریر ملک یقین
در جمال و کمال آں چہ سخن	ایں میں بود حصن حصین
مطلع در صفات او چہ کفتم	در عبادت بود چو در شمعین
اے درت قبلہ گاہ اہل یقین	بردت مہر و ماہ سودہ چین
خادمان درت ہمہ رضواں	در صف روضہ چوں غلد بریں
روئے بر در گہت ہمیں ساند	صد ہزاراں ملک چو خسرو چین
ذره خاک او غیر سرشت	قطرہ آب اوجو مار معین
جانشین معینؒ خواجہ حسین	بہر نقاشی بہ گفت چینیں
کہ شو درنگ تازہ کہنہ ز نو	قبہ خواجہ معین الدین
الہی تابود خورشید و ماہی	چراغ چشتیاں را روشنائی

دیوان خواجہ حسین کا وصال ۱۰۲۰ھ میں ہوا مزار مسجد شاہجہانی کے عقب میں ہے، مقبرہ کا اندرونی حصہ سنگ مرمر، بیرونی حصہ چونے کا ہے، خواجہ بزرگؒ کے روضے سے مشابہ ہے یہ مقبرہ ۱۰۴۷ھ میں عہد شاہجہانی میں باہتمام سید دلاور تعمیر ہوا، دروازہ کی محراب پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں:

شد از توجہ ہادی و مرشد و معین	شہنشاہ دوسرا خواجہ معین الدین
بنائے مقبرہ باصفا خواجہ حسینؒ	بلفظ مغز شدہ سال خاتمیت ایں

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بعد ان کی اولاد ذرینہ اور کلاں میں یہ حضرات:

۱۔ حضرت خواجہ فخر الدین (۶۳۲-۶۶۱)۔

۲۔ حضرت خواجہ حسام الدین سوختہ ۶۶۱ تا ۷۷۷ھ۔

۳۔ حضرت معین الدین خورد (دوم)۔

۴۔ خواجہ نظام الدین۔

۵۔ فرید الدین۔

۶۔ تاج الدین بایزید ۸۸۰ھ۔

۷۔ نور الدین طاہر ۹۰۵ھ انتقال ہوا۔

۸۔ حضرت رفیع الدین بایزید خورد ۹۲۲ھ انتقال ہوا۔

۹۔ حضرت معین الدین ثالث ۹۴۰ھ۔

جب زائرین اور عقیدت مند کثیر تعداد میں حاضر ہونے لگے تو اکبر نے سجادہ نشین دیوان کا پہلا تقرر خواجہ حسین صاحب کا کیا اور جاگیر عطا فرمائی۔

۱۰۔ دیوان حضرت خواجہ حسین (بال حتی) ۱۰۳۲ھ میں انتقال ہوا۔

۱۱۔ دیوان خواجہ ولی محمد۔

۱۲۔ دیوان سید علم الدین۔

۱۳۔ دیوان سید علاء الدین ۱۰۹۲ھ تا ۱۱۰۱ھ۔

۱۴۔ دیوان سید محمد ۱۱۰۱ھ۔

۱۵۔ دیوان فخر الدین۔

۱۶۔ دیوان سراج الدین (اول)۔

۱۷۔ دیوان سید منیر الدین۔

۱۸۔ دیوان سید امام الدین اول۔

۱۹۔ دیوان سید اصغر علی۔

۲۰۔ دیوان سید ذوالفقار علی۔

۲۱۔ دیوان سید مختار علی۔

۲۲۔ دیوان مہدی علی ۱۸۱۹ء تا ۸۳۹۰ھ۔

۲۳۔ دیوان سید سراج الدین (دوم) ۱۸۳۹ء تا ۱۸۶۵ء۔

۲۴۔ دیوان غیاث الدین ۱۸۶۵ء تا ۱۹۰۹ء۔

۲۵۔ دیوان سید امام الدین (دوم) ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۱ء۔

۲۶۔ دیوان سید شرف الدین ۱۹۱۲ء تا ۱۹۲۲ء۔

۲۷۔ دیوان سید آل رسول ۱۹۲۲ء تا ۱۹۴۷ء پاکستان چلے گئے اور انتقال ۱۹۷۲ء پشاور میں ہوا۔

۲۸۔ دیوان سید عنایت حسین ۱۹۴۸ء تا ۲۵ ستمبر ۱۹۵۹ء۔

۲۹۔ دیوان سید صولت حسین ۱۹۵۹ء تا ۷ جولائی ۱۹۷۵ء مقدمہ ہار گئے اور معزول ہو گئے۔

۳۰۔ دیوان سید علم الدین ۸ جولائی ۱۹۷۵ء۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء انتقال ہوا۔

۳۱۔ دیوان سید زین العابدین ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۵ء تا ہنوز۔

۱۹۴۷ء میں جناب سید عنایت حسین صاحب کو حکومت نے عارضی درگاہ دیوان بنا دیا۔ انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے سید صولت حسین سجادہ نشین ہوئے۔ عدالت نے سید علیم الدین صاحب کو سجادہ نشین تسلیم کیا، انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے سید زین العابدین صاحب کا تقرر ہوا اور سپریم کورٹ نے یہ عہدہ موروثی تسلیم کیا ہے۔

* - * - *

تاریخ درگاہ انتظامیہ (ایڈمنسٹریشن)

حکمران مالوہ نے درگاہ خواجہ بزرگ کے انتظامیہ میں عقیدت کے ساتھ دلچسپی لی ہے لیکن اکبر نے اپنے فرمان کے مطابق ۱۵۶۷ء سے درگاہ خواجہ کے لیے اٹھارہ گاؤں کی جاگیر وقف کر دی تھی، حضر خواجہ حسین کو سجادہ نشین مقرر کیا گیا، چونکہ وہ ضعیف العمر تھے اس لیے ان کی مدد کے لیے متولی کا تقرر ہوا جو سجادہ نشین کی ایماء و درگاہ شریف کا انتظام کرتا تھا اس عہدہ پر بلا لحاظ مذہب کسی کا بھی تقرر ہو سکتا تھا، متولیوں میں بعض نے حسن انتظام کا ثبوت دیا ہے۔ چند ایسے بھی گزرے ہیں جن کو غبن و خائن میں برطرف کیا گیا ہے، حکومت انگریز نے مذہبی اوقاف کا ایکٹ ۲۰-۱۸۶۳ء میں پاس کیا جس کا نفاذ ۱۸۶۷ء میں ہوا۔ اس کے تحت پانچ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی مع صدر عمل میں آئی۔ یہ کمیٹی ۱۹۳۶ء تک کام کرتی رہی چونکہ درگاہ خواجہ گو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے، حسن انتظام کے لیے ایک علیحدہ ایکٹ نمبر ۲۳-۱۹۳۶ء میں پاس ہوا اور نفاذ ۱۹۴۰ء میں ہوا اس طرح پچیس ممبران کی کمیٹی عمل میں آئی اور متولی اسی کمیٹی کے تحت رہا۔ بد قسمتی سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہ ہو سکا جب درگاہ شریف کے دائرہ عمل میں اضافہ ہوا قومی حکومت نے ۱۹۴۹ء جسٹس غلام حسین صاحب کی صدارت میں تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی اس کی رپورٹ ایکٹ نمبر ۳۶-۱۹۵۵ء پاس ہوا۔ ۱۹۵۲ء میں متولی کا عہدہ ختم کر دیا۔ اس طرح ناظم جس کا مرکز نے پہلے ہی تقرر کر دیا تھا۔ انتظام سنبھال لیا۔ نئے ایکٹ ۱۹۵۵ء کے تحت درگاہ کمیٹی نومبران پر مشتمل ہے۔ ممبران کا انتخاب مرکزی حکومت مختلف صوبوں سے پانچ سال کے لیے کرتی ہے صدر منتخب ممبران میں سے ایک سال کے لیے کیا جاتا ہے، کمیٹی کی سفارش پر مرکزی حکومت منسٹری برائے وقف ناظم کا تقرر کرتی ہے۔ ناظم کمیٹی کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔

ذرائع آمدنی درگاہ شریف

ذرائع آمدنی مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) معاوضہ جاگیر راجستھان (۲) کرایہ جائیداد (۳) نذورات ذریعہ منی آرڈرو بینک وغیرہ۔ درگاہ کمیٹی نے اندرون درگاہ شریف جگہ جگہ ہرے بکس رکھ دیئے ہیں اور دفتر ناظم درگاہ شریف میں رسید دے کر بھی جمع کرتے ہیں (۴) آمدنی۔ گیٹ ہاؤس۔

مصارف درگاہ شریف

- ۱۔ حضور غریب نواز کے عرس کی سالانہ تقاریب کے خصوصی انتظامات کے علاوہ تقریباً ۱۲۸ اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سالانہ عرس اور فاتحہ وغیرہ منعقد کرنا۔
- ۲۔ ہر روز مزار اقدس پر صندل و بیج و گل سرخ اور موم پیش کرنا۔
- ۳۔ روزانہ صبح و شام غرباء کو لنگر تقسیم کرنا رمضان المبارک میں روزہ داروں کے لنگر اور قیدیوں کے افطار کا خصوصی اہتمام کرنا۔
- ۴۔ لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین۔
- ۵۔ محفل قل شریف۔
- ۶۔ کوچنگ سنٹر بابت امتحانات آر۔ اے۔ ایس و دیگر۔
- ۷۔ پینے اور وضو کرنے کے پانی کا خصوصی انتظام، بجلی کی سپلائی اور موسم سرما میں گرم پانی کا انتظام۔
- ۸۔ درگاہ شریف، اس کی مساجد اور عید گاہ کی دیکھ بھال کرنا، موزنین اور اماموں کی تنخواہیں ادا کرنا۔
- ۹۔ میڈیکل و انجینئرنگ طلباء کے وظائف۔
- ۱۰۔ بیواؤں، یتیموں اور مصیبت زدہ زائرین کی امداد۔
- ۱۱۔ یونانی و ہومیو پیتھک دوا خانوں میں مفت علاج۔
- ۱۲۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اور خواجہ ماڈل اسکول اجمیر میں تعلیم کا انتظام کرنا اور ان اداروں کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنا۔ دارالعلوم کے طلباء کا مفت قیام و طعام۔

۱۳۔ درگاہ شریف اور اس کی متعلقہ جائیدادوں میں وقتاً فوقتاً سفیدی، رنگ و روغن اور مرمت کے کام انجام دینا۔

۱۴۔ ملازمین کی تنخواہیں اور موروثی عملے کے مالی حقوق کی ادائیگی۔

مستقبل قریب میں جو منصوبے زیر غور ہیں ان میں سے خاص مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ زائرین کی مزید سہولت کے لیے ایک نئے گیٹ ہاؤس کی تعمیر جس کے لیے موجودہ گیٹ ہاؤس سے ملحق کچھ جائیدادیں خریدی جا چکی ہیں اور اس کی تعمیر بھی شروع ہو چکی ہے۔

۲۔ درگاہ شریف کی اراضی واقع قصبہ کاہڑ کے بہترین استعمال کا پروجیکٹ۔

۳۔ غریب نواز ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کا قیام جس میں اقلیتی اور پسماندہ طبقے کے طلباء کو مختلف پیشوں کے متعلق تکنیکی تعلیم دی جاسکے گی۔

۴۔ درگاہ شریف اور اس کے مہمان خانوں میں پانی کی بہتر فراہمی کے لیے اپنے پمپ ہاؤس اور ٹینکرس فراہم کرنا وغیرہ۔

مراسم و معمولات درگاہ شریف

خدمت شریف (صبح کا وقت)

نماز فجر سے ایک گھنٹہ قبل تہجد کے وقت مشرقی دروازہ جو صدر دروازہ کہلاتا ہے نیگی دالان کی جانب یہاں عقیدتمندان جمع ہو جاتے ہیں۔ خدام صاحبان میں سے ایک صاحب اذان دیتے اس کے بعد باری دار یا کلید بردار دروازہ کھولتے ہیں۔ اس وقت صرف خدام صاحبان ہی داخل ہوتے ہیں بعد ازاں درود و سلام پیش کر کے دوسرا دروازہ کھولا جاتا ہے اس وقت خدمت میں شریک ہونے والے تمام خدام صاحبان گنبد شریف میں داخل ہو جاتے ہیں، خدمت میں جو اشیاء استعمال کی جاتی ہیں درج ذیل ہیں تاکہ قارئین کی آنکھوں کے سامنے اس کا منظر آجائے۔

(۱) بڑا فراشہ (۲) چنور (۳) جھاب (۴) فراشہ

بڑا فراشہ

بانس کے اوپر مور کے پروں کا ایک مٹھا باندھ دیا جاتا ہے۔ مور کے پر بانس سے تقریباً سوا ڈیڑھ فٹ باہر نکلے رہتے ہیں اس بانس پر کپڑے کا غلاف چڑھا کر دھاگے سے باندھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس کا ایک سراموٹا اور دوسرا پتلا ہو جاتا ہے اور پروں کی طرف سے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کا استعمال صرف مزار کے اندرونی احاطہ کو صاف کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

چنور

اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سفید تیلیاں مور کے پروں کی چھیل کر نرم اور نازک جسے انہیں چھلکوں کو اکھاڑ کر کے ایک جانب باندھ دیا جاتا ہے اور اس پر نفرتی خوشنما دستہ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس

کو چنور مور چھل کہتے ہیں۔ اس سے مزار اور تختہ مزار شریف کے پھول صاف کیے جاتے ہیں۔

جھاب

یہ بانس کی پتلی پتلی پھچھچوں کی ایک خوان کی شکل میں بنی ہوتی ہے اوپر موٹی مکمل سرخ رنگ کا لٹھے کا کپڑا سلا ہوتا ہے۔ یہ جھاب کہلاتا ہے۔

فراشہ

ایک لمبی جھاڑو جو مور کے پروں سے بنی ہوتی ہے دونوں چاندی کے کٹھروں کے بیچ اور گنبد شریف کے باہر کے حصوں کی صفائی کے کام آتا ہے اس کو فراشہ کہا جاتا ہے۔

خدام صاحبان گنبد میں سب سے پہلے مزار کا اندر کا احاطہ بڑے فراشے سے صاف کرتے ہیں۔ بعد ازاں مزار کے پھول اور پھولوں کی بیج اتار کر اس کو چنور سے تمام پھول صاف کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد غلاف کو سمیٹ کر لوح مزار پر رکھ دیا جاتا ہے پھر چنور سے تخت مزار کو صاف کرتے ہیں اور ان تمام پھولوں کو ایک جھاب میں جمع کر کے باہر بھیج دیتے ہیں اور مزار شریف پر تازہ گل سرخ پیش کی جاتی ہے۔ بعد ازاں چاندی کے دونوں کٹھروں کے بیچ اور باہر کے حصے فراشے سے صاف کیے جاتے ہیں اور پھر گنبد شریف کے مشرق اور جنوب کی طرف دونوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ عقیدتمندان جو پہلے سے زیارت کے اشتیاق میں منتظر رہتے ہیں والہانہ انداز میں داخل ہوتے ہیں۔ درگاہ شریف کی یہ رسم قدیم خدمت کے نام سے مشہور ہے۔

مزار کے پھول بوریوں میں جمع کر کے درگاہ انتظامیہ مخصوص کنوؤں میں ڈالوتی ہے۔

خدمت شریف بعد نماز ظہر (صندل مالی)

عرس کے علاوہ ہر موسم میں روزانہ تین بجے اور جمعرات کو ڈھائی بجے دروازہ بند کیا جاتا ہے۔ پائیں دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اس وقت مستورات کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہوتی صرف مرد ہی داخل ہو کر ایک طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مزار شریف پر صندل

چڑھایا جاتا ہے اور صبح کی طرح خدمت ہوتی ہے۔ مزار پر عطر، کیوڑہ، عرق گلاب بھی پیش کرتے ہیں۔ اگر غلاف تبدیل کرنا ہوتا ہے تو اس کو اتار کر توشہ خانہ میں رکھ دیتے ہیں۔ صندل مالی کے وقت زائرین و معتقدین سب گنبد شریف میں موجود ہوتے ہیں۔

ڈنکا اور روشنی

مغرب کی نماز سے بیس منٹ قبل خدام صاحبان میں سے تین اشخاص چھوٹی دیگ سے متصل حجرہ روشنی سے دیسی موم بتیاں لے کر نکلتے ہیں اور صحن چراغ میں پہنچنے پر نقارچی کو اشارہ کرتے ہیں وہ اکبر کے نذر کردہ کلمہ دروازے کے نقارے پر ضرب لگاتا ہے یہ روشنی ہونے کے وقت کا اشارہ ہے۔ اس کو ڈنکا ہونا یا ڈنکا بجانا کہتے ہیں۔

موم بتیاں لیے ہوئے یہ تینوں خدام صندلی مسجد کی صحن سے گزر کر بیگی دالان سے گنبد شریف میں داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت زائرین کثرت سے اندر اور باہر جمع ہو جاتے ہیں۔ مزار کے مغربی حصے میں چاندی کے کٹھرے کے باہر گنبد شریف کے مغرب کی جانب دیوار سے لگے چار اشخاص خدام صاحبان میں سے ایک صف میں کھڑے رہتے ہیں ان کے سامنے گنبد شریف کے چاروں کناروں پر رہنے والی چار چاندی کی قدیلیں ایک قطار میں رکھی رہتی ہیں۔ ان تین اشخاص میں سے ایک شخص موم بتیاں روشن کرتا ہے پھر یہ چار اشخاص چاروں قدیلیں اپنے سر پر اٹھا لیتے ہیں ایک صاحب جو قرآن شریف کی محراب سے جنوب کی طرف کھڑے پہلے نمبر پر ہوتے ہیں وہ چند فارسی کے اشعار منقبت پڑھ لیتے ہیں۔ چوتھے مصرعے پر حاضرین بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔ یہ اشعار عہد جہانگیری کے طلائی تحریر ہیں اور خواجہ حسین کے تحریر کردہ ہیں:

خواجہ خواجگان معین الدین اشرف اولیاء روئے زمیں
کہ شور رنگ تازہ کہنہ ز تو قبہ خواجہ معین الدین
(معین الاولیاء) مؤلفہ ڈپٹی امام الدین صاحب

خدمت بعد نماز عشاء روضہ کے دروازے کا معمول ہونا

جب مسجدوں میں عشاء کی نماز ختم ہو جاتی ہے تو احاطہ نور اور پائیں دروازہ کے قریب قوالیاں شروع ہو جاتی ہیں جب شاہی گھڑیاں پانچ بجاتا ہے تو عشاء کی نماز کے ڈیڑھ گھنٹے بعد سب دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلے صدر دروازہ بند ہوتا ہے بعد ازاں آدھے گھنٹے بعد پائیں دروازہ بند ہوتا ہے۔ دروازہ بند ہونے سے قبل اعلان ہوتا ہے اور سب زائرین باہر چلے جاتے ہیں اور باہر آ کر صدر دروازے کی دونوں جانب عقیدہ تہذیب اور مودبانہ انداز میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خدام صاحبان میں سے تین اشخاص اس وقت موجود رہتے ہیں۔ کتھرے کی موم بتیاں گل کر دی جاتی ہیں صرف چار قندیلوں کی موم بتیاں رہتی ہیں۔ گنبد شریف کے چاروں کناروں میں رات بھر بتیاں روشن رہتی ہیں۔ تینوں اشخاص گنبد میں فرش اور چاندی کے کتھروں کے درمیانی حصے میں جا روب کشی کرتے ہیں۔ پہلے شمالی اور پھر مشرقی توشہ خانہ کے سامنے سے فراشہ ہوتا ہے بعد ازاں سرہانے سے قرآن مجید کی محراب کے سامنے کے فرش کو صاف کیا جاتا ہے اور پھر مزار شریف کے بائیں طرف کاغذ اور پھول وغیرہ جمع کر دیتے ہیں اور مشرقی دروازے سے باہر رکھتے ہیں۔ ایک کے بعد ایک مورچھل سے صفائی کرتے ہوئے باہر آتے ہیں اور زائرین کے سروں پر لگاتے ہوئے مسجد صندوق خانہ میں پہنچتے ہیں۔ درگاہ کے چپراسی کو چھ بجانے کا اشارہ کرتے ہیں اور چپراسی بلند آواز سے تقارچی کو کہتا ہے اس کے بعد کلید بردار پہلا دروازہ بند کرتا ہے اور پائیں دروازے کے قوال اپنی قوالی ختم کر کے رخصت ہو جاتے ہیں اور احاطہ نور کے قوال بھی قوالی ختم کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور قدیم زمانے کے کچھ اشعار منقبت گاتے ہیں۔ زائرین گنبد کی جانب باادب کھڑے رہتے ہیں۔ ان اشعار کو ”کڑکا“ کہا جاتا ہے۔ کڑکا گانا اور کڑکا پڑھنا بھی کہتے ہیں۔ فن موسیقی میں اس طرز کو راکنی کدرا اور تال چھپ کہتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

کڑکا

ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا چشتی چراغ جگ میں اجارا
ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
چتر چتر اون برن کہیے باون جتن ہرا جوگی اجپال باجا
اڑ چلو جب ہی پیر حکم کیو جب سر کو سنبھال کوسن اتارا
ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
تو تھب دنیا دین بھیو ہندل دلی نور ہدی ہر دوارا
بھیوراجہ گھبر لکن اجمیر جب کیو اسلام توڑا کفارا
ہے تو صحیح معین الحق بدہ سنوارا
کفر جن توڑے اسلام کیو جے گرد نے شان دربار باجا
اتر دکھن پورب پچھم پیروں کی سنی کٹے آوا جا
دین کو تھب معین الدین خواجہ
بجا من گیان دیں کو تھب معین الدین خواجہ
چتر دولہا بنے خواجہ حسین دیوان ایک معجزہ داند ہتھارا
خواجہ دین کو تھب معین الدین خواجہ

جمعرات کی محفل

ہر جمعرات کو بعد نماز عشاء احاطہ نور میں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے فرش اور قالین بچھایا جاتا ہے۔ حسب قدیم فانوس رکھا جاتا ہے۔ فرش کے درمیان گدیلہ پر دیوان صاحب بیٹھتے ہیں چھوٹے فانوس کے پاس اگر دانی رکھی رہتی ہے دونوں جانب چوبدار کھڑے رہتے ہیں، فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور بعد ازاں سماع کا آغاز ہوتا ہے جو ایک گھنٹہ بعد فاتحہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ شاہی زمانے کے چھ بجے حسب معمول ”کڑکا“ پڑھا جاتا ہے۔

محفل چھٹی شریف

چھ تاریخ حضرت خواجہ بزرگ کے وصال کی ہے اس لیے چاند کی چھ تاریخ کو ہر ماہ فاتحہ ہوتی ہے اور محفل سماع منعقد ہوتی ہے جمعرات کی محفل سماع کی طرح سب رسومات پوری ہوتی ہیں، اتفاق سے جمعرات اور چھٹی شریف اک دن ہوتی ہے تو دونوں فاتحہ کا تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ چوب دارنقر کی چوبی لے کر کھڑے ہوتے ہیں ورنہ لکڑی کی چوبیں استعمال ہوتی ہیں، صبح کے وقت قرآن کریم کے بعد فاتحہ ہوتی ہے، منقبت بھی پڑھی جاتی ہے۔

میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ درگاہ شریف رنگ برنگی لڑیوں سے سجائی جاتی ہے اور جگہ جگہ روشنی ہوتی ہے۔ پوری درگاہ شریف بقعہ نور بن جاتی ہے، کہیں محفل میلاد ہے تو کہیں تلاوت پاک میں مشغول ہیں کسی جگہ بیان ولادت پاک میں لوگوں کے ہجوم جوق در جوق شرکت کر رہے ہیں تو اکبری مسجد کے اوپر حجرہ میں زیارت مومن کے لیے شوق و اشتیاق میں چلے جا رہے ہیں گویا ہر طرف رحمت ہی رحمت نظر آتی ہے صبح کو توپوں کی گونج اور درود و سلام کی آوازیں سے فضا عجیب پر کیف معلوم ہوتی ہے۔

عشرہ محرم الحرام

محرم کا چاند نظر آتے ہی درگاہ شریف میں بیان شہادت ہوتا ہے، بیرون درگاہ شریف خدام صاحبان بیان شہادت کی مجلس کا انعقاد کرتے ہیں، مرثیہ خوانی ہوتی ہے، امام باڑہ میں تعزیہ رکھا جاتا ہے جس کا پورا صرفہ خدام صاحبان برداشت کرتے ہیں، اکثر ان صاحبان میں سبز کرتے یا سبز رومال کا استعمال کرتے ہیں۔ کچھ سیاہ کپڑے پہنتے ہیں۔

تقریبات عیدین

جب ہلال عید نظر آتا ہے نوبت و شادیانے بجائے جاتے ہیں، توپوں کی آواز سے فضا گونج اٹھتی ہے، ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے، صبح کو سجاہ نشیں حزار پرانوار غریب

نواز پر پھولوں کی چادر اور عطر پیش کرتے ہیں اور سلام کر کے پاکی میں سوار ہو جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ قاضی شہر بھی ہوتے ہیں اور ساتھ ساتھ اہل شہر جلوس کی شکل میں عید گاہ پہنچتے ہیں، نماز کے بعد واپسی پر جب سجادہ نشیں پاکی سے اتر کر درگاہ کے سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہیں شادیانے اور نقارے بجائے جاتے ہیں اور قبة شریف میں کلام پاک کی طاق کے نیچے ادب سے بیٹھ جاتے ہیں، فاتحہ کے بعد خانقاہ واپس آ جاتے ہیں۔ سجادہ نشیں کے آنے اور جانے کے وقت توپ چھوڑی جاتی ہے لوگ حویلی میں مبارکباد دینے حاضر ہوتے ہیں۔

بسنت کی تقریب

ماہ گاہ کی پانچ تاریخ کو بسنت منائی جاتی ہے قوال اور دیگر عملہ بسنتی لباس پہنے اس بہار کے نغموں کے ساتھ قبة شریف سے خواجہ حسین کے گنبد میں ہو کر سجادہ کی خانقاہ میں رسم پوری کرتے ہیں۔

اعراس بزرگان چشت

حضرت خواجہ معین الدین کے سلسلہ کے بزرگوں کے عرس کی تقاریب کے موقع پر روضہ شریف کے پاس ارکاٹ کے دالان میں محفل سماع کا انعقاد ہوتا ہے جو ”کڑکا“ کے ساتھ ختم ہوتا ہے اور شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔

پیر زادگان

یہ اولاد خواجہ غریب نواز ہیں۔ سلاطین نے اولاد غریب نواز کے بسراوقات کے لیے جاگیریں دے دی تھیں، سجادہ نشیں جو اولاد غریب نواز میں سے ہے مخصوص جاگیر دے رکھی تھی، آزادی کے بعد حکومت نے کچھ معاوضہ ادا کر کے تمام جاگیریں اپنے تحویل میں لیں۔ صرف درگاہ شریف کے لیے حکومت سالانہ معاوضہ رقم دے رہی ہے۔

سادات کے چند عقیدت مند خاندان ہاشمی، کاظمی اور مودودی جو یہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں ان کی قرابت داری پیر زادگان سے ہے، پیر زادگان میں سوائے سجادہ نشیں کے سب برسر ملازمت یا کاروبار میں مصروف ہیں، شرافت سادگی اور ہمدردی اس خاندان کی خصوصیت ہیں، پیر زادگان کی جانب سے مندرجہ ذیل تقاریب ہوتی ہیں۔

محفل میلاد اور زیارت موئے

۱۔ پیر زادگان اور ان کے رشتہ داروں کی جانب سے ”حجرہ موئے مبارک“ بالائے اکبری مسجد میں ۱۱ ربیع الاول کو مخصوص انداز میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے اور ۱۲ ربیع الاول کو بعد قرآن خوانی موئے کی زیارت ہوتی ہے، اس روح پرور اجتماع میں لوگ دور دور سے شریک ہوتے ہیں۔

۲۔ حویلی دیوان صاحب میں مجلس وعظ و میلاد شریف کا بڑی شان سے انعقاد ہوتا ہے۔

محافل محرم

حویلی شاہ جی میں محفل کو رنگ برنگ اور خوبصورت جھاڑ فانوس قدیلیوں اور خوشنما چراغوں سے سجایا اور روشن کیا جاتا ہے، بیان شہادت سادگی سے ہوتا ہے جو اجمیری مجالس میں خصوصیت رکھتا ہے۔ عمدہ چائے تقسیم ہوتی ہے، پیر زادگان میں تعزیداری کی رسومات نہیں ہوتی ہیں۔

چاند رات کی فاتحہ

۲۹ جمادی الثانی کو پیر زادگان میں غریب نواز کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے فاتحہ ہوتی ہے، ہر گھر میں زندہ پکایا جاتا ہے، یہ تہرک کھانے کے لیے ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں۔

خدام صاحبان

سیکڑوں سال سے آستانہ غریب نواز سے وابستہ ہیں، مزار مبارک میں پھول، صندل اور روشنی کی خدمت انجام دیتے ہیں، معلمین کی طرح زیارت کراتے ہیں، اکثریت کا انحصار معاش زائرین خواجہ بزرگ پر ہے۔ ذی علم حضرات بھی ہر دور میں رہے ہیں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے ہیں، ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے اپنی ذاتی صلاحیتوں کو قوم کی طرف نہیں لگایا۔ ممکن ہے قوم نے انہیں صحیح مقام نہ دیا ہو خدام صاحبان میں سے چند تجارت اور زراعت کے پیشہ کو پسند کرتے ہیں، خدام صاحبان کی انجمن کی جانب سے مندرجہ ذیل تقاریب ہوتی ہیں۔

محفل میلاد النبی

آستانہ خواجہ غریب نواز میں کئی روز تک محفل میلاد النبی منعقد ہوتی ہے جس میں زائرین خواجہ بھی شریک ہوتے ہیں۔ درگاہ شریف خوشنما روشنی سے جگمگا اٹھتی ہے اور یہ روح پرور نظارہ کئی روز تک رہتا ہے۔

محافل محرم

خدام صاحبان کی انجمن کی جانب سے یکم محرم سے ۱۰ محرم تک مجالس محرم کا بڑے اہتمام سے انعقاد ہوتا ہے۔ مجلس کو خوبصورت پھولوں اور رنگ برنگی روشنی سے مزین کیا جاتا ہے، مجلس سوز خوانی ہوتی ہے، لوگ گریہ وزاری کرتے ہیں، مرثیہ مخصوص انداز میں پڑھا جاتا ہے، خدام صاحبان کی جانب سے تعزیداری کی رسومات شاندار طریقہ پر منائی جاتی ہے، سبز رنگ کے کرتے دوپٹے اور سرخ رنگ کی واسکٹ رنگ برنگ کی ٹیٹو پیلٹس عجیب منظر پیش کرتی ہیں۔ کچھ لوگ سیاہ کپڑوں کا استعمال بھی کرتے ہیں مجلس وعظ بھی ہوتی ہے۔

سرواڑ شریف کی چادر

انجمن خدام صاحبان کی جانب سے ۲ شعبان کو بڑی شان و شوکت سے چادر سرواڑ شریف جاتی ہے جس میں لوگ کثرت سے شرکت کرتے ہیں۔

انجمن شیخ زادگان

یہ حضرات بھی خدام غریب نواز ہیں اور آستانہ سے وابستہ ہیں اکثریت ملازم پیشہ اور کاروباری ہے کم لوگوں کا انحصار زائرین خواجہ پر ہے ان کی انجمن اپنے حقوق کا تحفظ کرتی ہے اور دوسری تقاریب بھی مناتی ہے۔ بزرگوں کے فاتحہ کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔

اولیاء کرام صوفیاء اور علماء کی حاضریاں

حضرت خواجہ بزرگؒ ہمہ گیر عقیدت و محبت کا مرکز ہیں ہر گروہ اور ہر فرقہ میں آپ کی عزت و عظمت ہے یہاں چند مشہور بزرگوں کے مختصر حالات درج ہیں جنہوں نے آپ سے فیض صحبت پایا اور حاضر ہو کر باریاب ہوئے آپ کے سب خلفاء کو شامل کر لیا گیا ہے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

جس قدر فیض صحبت آپ نے حاصل کیا کسی اور کو نصیب نہیں ہوا، آپ برسوں سفر میں بھی ساتھ رہے اور خلافت و جانشین کا خرقہ حاصل کیا آپ کی آخری حاضری جمادی الثانی ۶۳۳ھ میں ہوئی آپ کو خلافت دے کر دہلی کی جانب روانہ کیا۔ (مفصل حالات پچھلے باب میں آپ کے مشہور خلفاء میں دیکھیے)

صوفی حمید الدین ناگوریؒ

حضرت قطب الدینؒ کے بعد آپ کا درجہ ہے۔ آپ نے بھی برسوں فیض صحبت کا اکتساب کیا اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور ناگور کی طرف جانے کا حکم پیر و مرشد سے ملا۔ آپ کے خاندان کو غریب نواز کے خاندان سے رشتہ داری اور قرابت حاصل ہوئی۔ (مفصل حالات پچھلے باب میں ”آپ کے مشہور خلفاء“ میں دیکھیں)

بابا فرید الدین گنج شکرؒ

بابا فریدؒ نے فیض صحبت حاصل کیا اور حضرت خواجہ بزرگؒ کے دہلی تشریف لے جانے پر خواجہ قطب الدینؒ نے بابا فریدؒ جو اس وقت چلہ میں تھے منازل عرفان طے کرانے اور دعا کے لیے کہا چنانچہ خواجہ بزرگؒ نے آپ کا دایاں ہاتھ خود پکڑ کر اور بایاں ہاتھ قطب صاحب کو دے کر دعا فرمائی تھی، اس کے بعد بھی بابا فرید الدین خواجہ بزرگؒ کے مزار پر حاضری دیتے رہے اور چلہ کشی کی۔

مولانا فخر الدین زراویؒ

آپ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے خلفاء میں سے ہیں، اپنے وقت کے جید عالم اور مفتی گزرے ہیں، سماع کا ذوق تھا کئی بار دربار غریب نوازؒ میں حاضر ہوئے ہیں۔ ۷۴۰ھ میں زیارت حرمین سے واپسی پر کشتی ڈوب گئی اور آپ غریق بحر رحمت ہوئے۔

شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ

آپ کا شمار مجازیب اعلیٰ اور مشہور اولیاء میں ہوتا ہے آپ حضرت شمس الدین ترکؒ کے خلیفہ اور حضرت علاء الدین صابر کے ہم زمانہ ہیں، آپ دربار خواجہ میں حاضر ہو کر مزار پر انوار سے فیض حاصل ہوئے اس وقت مزار مبارک کچا تھا آپ کا وصال ۷۱۴ھ میں ہوا مزار پانی پت کرناں میں ہے۔

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ

آپ مشہور اولیاء میں سے ہیں، شیر شاہ اور اکبر آپ کے معتقد تھے آپ کی دعا سے اکبر کے یہاں شہزادہ سلیم پیدا ہوا۔ آپ نے دربار غریب نوازؒ میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کیے، آپ کا وصال ۹۷۹ھ میں ہوا، مزار فتح پور سیکری میں ہے۔

شیخ بدیع الدین شاہ مدارنگن پورؒ

آپ ہندوستان تشریف لا کر سب سے پہلے دربار خواجہ میں کچھ روز اعتکاف میں رہے۔ اجمیر میں ”شاہ مدار صاحب کا چلہ“ آپ کی وجہ سے مشہور ہے۔ صاحب اجازت ہو کر کاپی چلے گئے، آپ کا وصال ۸۴۰ھ میں ہوا، آپ کا مزار مکن پور ہی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی سرہندؒ

آپ کئی سلسلوں سے وابستہ ہیں: نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، صابریہ آپ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ دربار خواجہ بزرگؒ میں حاضر ہوئے ہیں، فیض و برکات حاصل کیے آپ کا وصال ۱۰۳۵ھ میں ہوا، مزار سرہند میں ہے۔

حضرت امیر ابو العلا نقشبندیؒ

آپ کا شمار مشہور بزرگوں میں سے ہے آپ کا سلسلہ ابو العلائی جاری ہوا، بنگال اور حیدرآباد میں کثرت سے مرید ہیں، آپ کا وصال ۱۰۶۱ھ میں ہوا مزار شریف آگرہ میں ہے۔

حضرت مولانا فخر دہلویؒ

آپ کا اسم گرامی محمد فخر الدین ہے، آپ خاندان نظامیہ کے مشہور ترین بزرگوں میں سے ہیں، آپ کے سلسلہ سے دو مشہور شخصیں تونسوی اور نیازی جاری ہوئیں۔ آپ بلند پایہ کے عالم تھے، خلافت حاصل کرنے کے بعد حیدرآباد سے دربار غریب نوازؒ میں فیوض و برکات حاصل کیے اور اشارہ باطنی سے دہلی تشریف لے گئے، آپ کا وصال ۱۱۹۹ھ میں ہوا، مزار حضرت قطب الدین کی درگاہ کے قریب ہے۔

شاہ سید امام ابدالؒ

آپ عالی مرتبت بزرگ گزرے ہیں مدراس سے اجمیر آکر رہے بعد ازاں دہلی سے بمبئی ہو کر مدینہ منورہ پہنچ کر آباد ہو گئے اور وہیں وصال ہوا۔ مزار مبارک جنت البقیع میں ہے آپ کے خلیفہ حاجی محمد عابد ہیں۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ

آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے خلافت ملنے کے بعد اجمیر دربار خواجہ میں حاضر ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد یہاں سے دکن کے لیے بشارت ملی اب تاقیامت وہاں رہنا۔ مزار گلبرگہ شریف میں ہے۔

حضرت قادر ولی شاہ الحمید ناگوریؒ

آپ حضرت غوث گوالیاریؒ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے دربار خواجہ میں حاضری دی اور فیض روحانی حاصل کی۔ آپ جنوبی ہند میں بہت مشہور ہیں آپ کا آستانہ مرجع خلایق بنا ہوا ہے۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سنائیؒ

آپ نے بھی آستانہ درگاہ خواجہ میں حاضری دی اور فیوض روحانی حاصل کی۔

حضرت مخدوم جہاں نیاں جہاں گشتؒ

آپ نے دربار خواجہ میں والہانہ انداز میں حاضری اور حسب منشا مردوں سے فیض حاصل ہوئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

آپ کا شمار پایہ کے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف مستند سمجھی جاتی ہیں۔ شریعت اور طریقت میں اعلیٰ مقام ہے۔ آپ دربار خواجہ میں عقیدت مندانہ حاضری دے کر فیض حاصل ہوئے ہیں۔

حضرت میر قربان علیؒ

آپ سادات میں سے ہیں اور مشہور بزرگ گزرے ہیں اللہ نے جہاں آپ کو دولت و ثروت عطا فرمائی۔ وہاں ذوق عبادت سے بھی نوازا۔ آپ یوپی سے بے پور آکر آباد ہوئے۔ مہاراجہ جے پور آپ کی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے آپ کو اعلیٰ منصب پر فائز کیا۔ غریب نوازؒ سے فیوض و برکات حاصل کیے، مزار مبارک جے پور میں ہے۔

سید مظفر علی شاہ جعفریؒ

آپ آگرہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں، بیس سال تک عبادت و ریاضت کی پیدل چل کر حاضر دربار غریب نوازؒ ہوئے اور مزار مبارک پر انوار سے فیض حاصل کیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ میں وصال ہوا، مزار مبارک آگرہ میں ہے۔

حاجی وارث علی شاہؒ

آپ مشہور بزرگوں میں سے ہیں، آپ نے بڑی عقیدت سے حاضری دی ہے۔ شہر اجمیر میں داخل ہوتے ہی برہنہ پا ہو گئے، بعد ازاں کبھی جوتا نہیں پہنا، آپ کے مریدوں کی تعداد بہت ہے، مزار مبارک دیوہ شریف میں ہے۔

خواجہ شاہ سید نیاز احمد چشتیؒ

آپ خواجہ فخر جہاںؒ کے خلیفہ اعظم ہیں اور صاحب کمال بزرگ ہوئے ہیں۔ سماع سے لگاؤ تھا، صاحب حال تھے ان کے کلام میں گداز عشق و محبت و سلوک و معرفت ہے۔ اس سلسلہ کے وابستہ نیازی کہلائے اور لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ کا وصال ۱۲۵۰ھ بریلی میں ہوا۔

حضرت نور محمد مہارویؒ

حضرت خواجہ فخر جہاںؒ کے خلیفہ ہیں اور مشہور بزرگ گزرے ہیں اس سلسلہ میں ہزاروں مرید ہیں اور دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ

حضرت نور محمد مہارویؒ کے خلیفہ ہیں، آپ صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں آپ کے مریدوں کا سلسلہ وسیع ہے۔

حضرت عزیز میاں چشتی نظامی نیازیؒ

آپ سلسلہ نیاز یہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ خواجہؒ سے لگاؤ تھا، ہر سال حاضری دیتے تھے، بڑے وضع دار صوفی اور شاعر تھے آپ کا حلقہ مریدین وسیع ہے، آپ نے خانقاہ نیاز یہ اجمیر میں قائم کی۔ مزار بریلی میں ہے۔

حضرت سید صدر الدینؒ

کئی بار آستانہ خواجہ میں حاضری دی، فیوض و برکات حاصل کیے۔ مزار بہروج (گجرات) میں ہے۔ سید ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین ہیں۔
مندرجہ ذیل صوفیاء اور علماء بھی حاضر دربار ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ الہ بخش، حضرت کمبل شاہ بابا دہلویؒ، حافظ سدید الدین تونسویؒ، شاہ امداد اللہ مہاجر کلیؒ، جھاڑو شاہ بابا جیسور حضرت سید انوار الرحمنؒ جے پور، خواجہ حسن نظامیؒ، گدڑی شاہ باباؒ، حضرت نور محمد خان ٹکرانہ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا صبغة اللہ فرنگی محلیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمنؒ سیوہارویؒ، مولانا محمد طیب صاحبؒ، مولانا محمد رضا خاں صاحبؒ، مولانا محمد انور اللہ خاں (بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد) مولانا محمد قاسم نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند)۔

-

سلاطین کی حاضریاں اور نذورات

روحانی سلطان الہند کے دربار میں سلاطین وقت جبین نیاز لیے حاضر ہوئے ہیں، اکبر اور جہانگیر جیسے شہنشاہوں نے عجز و انکساری میں پایادہ حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ آج تاریخ میں ان سلاطین کے صرف نام رہ گئے ہیں جبکہ روحانی سلطان الہند کا فیض آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ تاقیامت یہ سلسلہ قائم رہے گا۔

سلطان شہاب الدین غوریؒ ۵۸۸ء تراوڑی کی جنگ میں فتح کے بعد ٹیکڑی^{۳۳} کے رستہ سے اجمیر پہنچ کر شرف نیاز حاصل کیا بیعت ہو کر دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوا۔

سلطان شمس الدین التمشؒ ۶۱۲ھ

یہ وہ خوش نصیب سلطان ہے جس کو بچپن میں سلطان ہونے کی پیش گوئی حضرت غریب نوازؒ نے کر دی تھی، سلطان آپ کا بے حد معتقد تھا اور علم معرفت حاصل کرنے کا شرف اسی سلطان کو ہے۔

سلطان محمود خلجیؒ ۸۵۹ھ

اجمیر پر راجپوتوں کا غلبہ ہو گیا تھا سلطان محمود نے اجمیر فتح کر کے دربار غریب نواز میں عقیدت مندانہ حاضری دی اور مسجد تعمیر کرائی جو آج کل صندلی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔

شہزادہ بہادر شاہ گجراتی

انہوں نے ۹۳۱ھ میں دربار سلطان الہند میں نیاز مندانہ حاضری دی۔

شہنشاہ اکبر

اکبر نے کئی بار اس دربار عالیہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ۹۷۶ھ میں پایادہ حاضر ہو کر بڑی دیگ نذر کی اور مشرقی دروازہ نصب کرایا۔ شہزادہ سلیم کی ولادت کے بعد اکبری مسجد تعمیر کرائی۔

شہنشاہ جہانگیر ۱۰۲۲ھ

جہانگیر اپنی ہستی کو خواجہ بزرگ کا طفیل سمجھتا تھا، بے حد عقیدت تھی تخت نشین ہوتے ہی زیارت روضہ کے لیے اجمیر روانہ ہوا جب شہر قریب آ گیا تو پیدل خیرات کرتا ہوا آستانہ غریب نواز حاضر ہوا۔ جہانگیر نے اپنے اجمیر کے قیام میں نوبار حاضری دی، طلائی کٹہرہ اور چھوٹی دیگ اس کی نذورات ہیں، کئی دیہات درگاہ کی نذر کیے ہیں۔

شہزادی حور النساء

اس شہزادی نے جہانگیر کے دور حکومت میں حاضری دی تھی، علیل ہو کر انتقال ہوا۔ جہانگیر کو اپنی اس پوتی سے بہت محبت تھی۔ (منفصل حالات عمارات درگاہ شریف میں دیکھیے)

شاہجہان ۱۰۵۳ھ

اس بادشاہ کو بھی کسی سے کم عقیدت نہ تھی، اس نے اپنی عقیدت کی نشانیاں عمارات کی شکل میں چھوڑی ہیں کئی بار دربار خواجہ میں حاضری دی اور نذورات پیش کیں، شاہجہاں کے فرمان اب تک توشہ خانہ میں محفوظ ہیں۔ سنگ مرمر کی بیشتر عمارات قبر شریف کا بیرونی احاطہ جنتی دروازہ، جامع مسجد وغیرہ شاہجہاں کی نذر عقیدت ہیں۔

شہزادی جہاں آراء بیگم

اپنے والد شاہجہاں کے ہمراہ دربار خواجہ میں حاضر ہوئی یہ شہزادی نہایت دیندار، قابل اور فاضل تھی۔ حضرت خواجہ بزرگؒ سے بے حد عقیدت تھی ”مونس الارواح“ میں حالات خواجگان چشت لکھتے ہیں اپنے سفر اجمیر کے حالات نہایت عقیدت سے پیش کیے

ہیں، بیگی دالان ان کی عقیدت کی یادگار ہے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ

عالم اور دیندار تھا، عقیدت مندانہ حاضر ہو کر بلند آواز سے السلام علیکم کہا فوراً وعلیکم السلام کی آواز آئی۔ یہ بات یہاں لکھنا ضروری ہے کہ عالمگیر دیندار اور بزرگ تھا اس نے ایسے مزارات سمار کرادیئے جو چند موقع پرستوں نے عوام کو فریب دینے کے لیے تعمیر کر لیے تھے اور صاحب مزار غیر معروف اور فیض سے عاری تھے۔

شاہ افغانستان

امیر حبیب اللہ خاں نے ۱۹۰۷ء میں اجمیر آ کر دربار خواجہؒ میں عقیدت مندانہ حاضری دی۔

نظام دکن

میر عثمان علی خاں نے ۱۹۱۲ء میں دربار غریب نوازؒ میں حاضری دی۔ سینکڑوں دیکھیں کھانے کی تیار کرائیں، غرباء مساکین کے علاوہ اہل شہر نے بھی سیر ہو کر کھایا، ہزاروں روپیہ تقسیم کیا۔ عثمانی دروازہ جو نظام اسٹیٹ سے مشہور ہے۔ محفل خانہ حسن عقیدت کی یادگار ہے۔ مدرسہ عثمانیہ کے اخراجات نواب دکن کے ذمہ رہے۔

سربراہ سلطنت کی حاضریاں

نواب رام پور، نواب ٹونک، نواب جاوہر، نواب بھوپال، نواب پالن پور، نواب پرتاپ گڑھ وغیرہ جب یہ ریاستیں آزادی سے قبل موجود تھیں یہ لوگ عقیدت مندانہ حاضر ہوئے اور فیض یاب ہوئے۔

ٹنکو عبدالرحمن

ملایا کے وزیراعظم نے خلوص اور عقیدت سے دربار خواجہؒ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور نماز جمعہ ادا کی، الیکشن میں اس کو کامیابی کی بشارت ہوئی تھی۔

شاہ بلیشیا

۱۹۷۵ء میں بادشاہ مع بیوی اور رشتہ داروں کے دربار غریب نوازؒ میں حاضر ہوئے، بعد ازاں ایک مختصر تقریر میں مخلصانہ خواہش کا اظہار کیا جو حاضری کے بعد پوری ہوئی۔

جناب ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر جمہوریہ ہند

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے کئی بار عقیدت مندانہ حاضری دی ہے اور اکثر نماز بھی ادا کی ہے۔ صندلی مسجد کے امام اور مولانا عبدالرحمن عراقی سے قرآن پاک کی آیات قرات سے سنی، مولف وہاں موجود تھا۔

جناب فخر الدین علی احمد صدر جمہوریہ ہند

جب آپ مرکز میں وزیر تھے درگاہ وقف بھی آپ کی وزارت میں شامل تھا کئی بار دربار خواجہؒ میں حاضری کا شرف حاصل کیا ہے، غریب نواز گیسٹ ہاؤس کا آپ نے ہی افتتاح کیا، صدر جمہوریہ ہند کا عہدہ سنبھالنے سے قبل آپ نے حاضری دی ہے۔

جناب امین الدین نواب لوہار واس وقت درگاہ کمیٹی کے صدر تھے انہوں نے مولف کی کتاب ”سرتاج الاولیاء“ ۱۹۷۵ء میں پیش کی۔ عزت مآب صدر جمہوریہ نے محفل خانے کی سیڑھیوں کے پاس خطاب کیا جس میں مولف بذات خود شریک تھا۔

جناب آصف علی زرداری صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

کے لیے ان کے یہ الفاظ ہیں ”ہندوستان میں میں نے ایک قبر کو شہنشاہی کرتے دیکھا۔“
ملکہ میری شہنشاہ جارج پنجم کی اہلیہ ۱۹۱۱ء میں ملکہ جب اجمیر آئی تو دربار میں حاضری
کا شرف حاصل کیا اور پانچ سو روپے اپنی جانب سے درگاہ شریف میں یادگار قائم کرنے کے
لیے نذر کیے۔ محفل خانہ کے قریب میں حوض کی تعمیر کرائی۔

مہاتما گاندھی

۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس احمد آباد جاتے ہوئے مہاتما گاندھی نے بڑی عقیدت اور
سادگی سے حاضری دی۔ مولانا معین الدین بھی ساتھ تھے۔

پنڈت جواہر لال نہرو

وزیراعظم ہند کے عہدہ سے قبل ۱۹۴۵ء میں حاضری دی اور اس کے بعد کئی بار جب بھی اجمیر
آئے دربار غریب نواز میں ضرور حاضر ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں فسادات کے بعد اجمیر آئے اور محفل خانہ
میں مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی۔ مولف پنڈت جی کی تقریر میں شامل تھا۔

ڈاکٹر رادھا کرشن

ہمارے سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر رادھا کرشن جو فلسفی ہونے کے ساتھ مذہبیات
میں گہری دلچسپی رکھتے تھے خواجہ بزرگ کے لیے عقیدت مندانه خیال کا اظہار کیا ہے۔

پنڈت سندر لال

پنڈت سندر لال کئی زبانوں کے ماہر اور تاریخ دان نے اجمیر میں آکر دربار خواجہ میں
عقیدت مندانه حاضری دی اور شاہجہاں مسجد میں تقریر کی۔

ڈاکٹر راج گوپال اچاریہ

ڈاکٹر راجگوپال اچاریہ ہمارے سب سے پہلے گورنر جنرل نے دربار خواجہ میں حاضر
ہو کر اظہار عقیدت پیش کیا۔ ۱۹۴۸ء میں دربار خواجہ میں حاضری دی اور حاجی وزیر علی
صاحب کے دالان میں انہوں نے انگریزی میں عقیدت مندانه تقریر کی جس کا ترجمہ خان

سر کردہ اور مشہور غیر مسلموں کی حاضریاں

گرو نانک جی

حاضر ہو کر عقیدت مندانه خیالات کا اظہار کیا۔

مہاراجہ جے سنگھ جے پور

حضرت غریب نواز سے بے حد عقیدت تھی کٹھرہ کی مرمت کرائی، چاندی کا کٹھرہ پیش کیا۔

مہاراجہ گو بند سنگھ ریاست دتیا

آپ کو معزول کر دیا گیا تھا آخری کوشش دربار خواجہ میں حاضری کی تھی، عقیدت سے
سرپرچار کو پیش کی اور مراد حاصل ہوئی آپ کو بحال کر دیا گیا۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد ۱۹۲۴ء

آپ ریاست حیدر آباد کے وزیراعظم تھے حضرت خواجہ بزرگ سے عقیدت تھی آپ
اردو کے شاعر بھی تھے شاہ تخلص تھا حاضری کے وقت مورچھل جھلنے کی خدمت بجالائے اور
برجستہ قطعات کہے۔ بطور نمونہ ایک قطعہ حسب ذیل ہے:

مورچھل جھلنے کی خدمت مل گئی
شاد کو دنیا کی عزت مل گئی
بارگاہ خواجہ اجمیر سے
لوکلید گنج قسمت مل گئی

لارڈ کرزن ۱۹۰۲ء

آپ وائسرائے ہند تھے غریب نواز کی شہرت سے حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا، مزار مبارک

بہادر عبدالوحید صاحب نے اردو میں کیا۔ مولف وہاں موجود تھا۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد

ہمارے سب سے پہلے صدر جمہوریہ ہند نے دربار خواجہؒ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے خواجہ صاحب کی حیات مبارکہ پر روشنی ڈالی، مولانا عبدالباری معنی نے ان کو دو قلمی نسخے مثنوی مولانا روم کے پیش کیے جس پر انہوں نے انگریزی ہندی اور اردو میں دستخط کر کے کتب خانہ درگاہ شریف کو نذر کر دیا۔ نام کاتب محمد قلی، کتابت: ۱۱۲۲ھ ۱۷۱۰ء۔

ان کے علاوہ جناب گرگھ نہال سنگھ، جناب حکم سنگھ، ڈاکٹر سپور ناتھ، جناب جوگندر سنگھ، جناب ایس ایس ڈھلوں وغیرہ بھی حاضر دربار ہوئے ہیں۔

وزیر اعظم ہند اندرا گاندھی

دوبار عقیدت مندانہ حاضری دے چکی ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو، پنڈت سندر لال، ڈاکٹر اے جے گوپال آپاریہ اور ڈاکٹر راجندر پرشاد کی آمد پر مولف بذات خود موجود تھا۔

عمارات درگاہ شریف

روحانی سلطان الہند کے دربار میں ہر وقت رونق رہتی ہے۔ زیارت کے لیے عقیدت مندوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے کوئی پھول پیش کر رہا ہے کوئی شیرینی لے کر حاضری دے رہا ہے۔ غرض یہ کہ عقیدت مند پھول، چادر، گرتیاں، عطر، موم، بتیاں اور چادریں وغیرہ روزانہ پیش کرتے ہیں۔

عمارات جس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے اسی عقیدت اور مراد برآوری کا نتیجہ ہیں جن کی تعمیر حسب حیثیت عقیدت مندوں نے مختلف دور میں کی اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے یہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کی جیتی جاگتی زندہ و جاوید مثال ہے جہاں لوگ بلا لحاظ مذہب و ملت روزانہ اس دربار میں حاضر ہو کر عقیدت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

عثمانی دروازہ

یہ نظام گیٹ سے مشہور ہے درگاہ بالا کے راستہ سے آنے والے زائرین اس دروازہ سے داخل ہو کر درگاہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں۔

یہ دروازہ میر عثمان علی خاں نواب دکن نے ۱۹۱۲ء میں اپنے عقیدت مندانہ حاضری کے سلسلے میں تعمیر کرایا۔ ایک انگریزی انجینئر نے اس کا نقشہ تیار کیا اور مولوی حبیب اللہ کے زیر نگرانی تین سال میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی اور پچاس ہزار روپے کے قریب اس کی تعمیر میں صرف ہوئے۔ اس دروازہ کی بلندی تقریباً ۷۰ فٹ ہے شاندار محراب ہے اور بالائی حصہ میں نقار خانہ ہے جہاں پانچ وقت نوبت اور شہنائی کی دل فریب آواز گونجتی ہے اور گھڑیاں ہر گھنٹہ بعد بجایا جاتا ہے جس سے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ اس دروازے میں لوہے کے شاندار اور خوبصورت جالی دار کواڑ چند سال قبل کسی عقیدت مند نے پیش کیے ہیں۔

کلمی یا شاہجہانی دروازہ

نظام دروازہ سے داخل ہو کر چند قدم بعد یہ دروازہ آتا ہے اس کے اوپر بھی نقار خانہ ہے جو شاہان مغلیہ کے زمانے سے ہے۔ ۱۰۴۷ء میں سرخ پتھر کا دروازہ شاہجہاں کی عقیدت مندانہ پیشکش ہے۔ چونے کی سفیدی سے اس کی سرخی چھپ گئی ہے، دروازہ کی محراب پر سنہری حروف میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے اور یہ شعر:

بعد شاہجہاں بادشاہ دین پرور
زود و ظلمت نقر آفتاب دین نیکس

شہنشاہ اکبر نے ۹۸۳ھ میں بنگال کی تخییر کے بعد دو نقارے پیش کیے جو آج تک موجود ہیں درگاہ کی جانب سے نوبت نفیری بجتی ہے، اس دروازے کے کواڑ لکڑی کے ہیں، پچاس سال قبل کسی عقیدت مند تاجر نے چاندی کا پتھر چڑھایا ہے۔

یونانی شفا خانہ

اکبری مسجد دروازے کے دائیں جانب میڑھیوں کے پاس واقع ہے، یہ

دواخانہ درگاہ کمیٹی کی جانب سے قائم کیا گیا ہے۔ اس دواخانہ میں ہر خاص و عام کا علاج مفت ہوتا ہے۔

غریب نواز ہومیوپیتھک دواخانہ

جو مولف کی تحریک پر درگاہ کمیٹی نے قائم کیا۔ یہ دواخانہ درگاہ کے قریب باب الشریف سے داخل ہونے پر دائیں جانب واقع ہے جس میں شام و سحر زائرین و مقامی حضرات کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔

خواجہ ماڈل اسکول

درگاہ کمیٹی کی جانب سے درگاہ کیمپس سول لائن اجمیر میں انگلش میڈیم اسکول قائم کیا گیا ہے جہاں ہر سال ایک کلاس کا اضافہ ہو رہا ہے۔ اردو اور دینیات کا بھی انتظام کیا گیا ہے، تجربہ کار عملہ خدمت انجام دے رہا ہے اور یہ اسکول دوسرے اسکولوں کے مقابلہ میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ فی الحال پرائمری کلاسز ہیں۔

دارالعلوم عثمانیہ

یہ بہت قدیم درسگاہ ہے اس کا شمار ہندوستان کے چوٹی کی درسگاہوں میں ہوتا ہے۔ ۱۹۳۷ء کی تقسیم اور فسادات نے اس میں تعطل پیدا کر دیا تھا پھر وقتاً فوقتاً اس میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی گئی مگر ۱۹۹۰ء میں اس مدرسے کا درگاہ کمیٹی نے مجھے مہتمم تقرر کیا۔ اس کے بعد اس میں کافی ترقی ہوئی۔ مدرسین اور طلباء میں اضافہ ہوا۔ تعلیمی معیار بلند ہوا اور باہری طلباء کے لیے مفت دارالاقامہ اور مطبخ کا انتظام کیا گیا۔ اس کے جملہ مصارف درگاہ کمیٹی اٹھاتی ہے۔ دعا ہے کہ یہ دارالعلوم ۱۹۳۷ء والی پوزیشن میں واپس لوٹ آئے جس نے بخارا، افغانستان، نیپال اور عراق کے لوگوں سے استفادہ کیا تھا۔

مولانا معین الدین صاحب اور مولانا امجد علی صاحب جیسے بزرگ علماء اس کے صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ مولانا محمد یونس ناظم دارالعلوم رہے ہیں۔ دارالعلوم کا قدیم کتب خانہ کی ذمہ داری مولف کے پاس ہے۔ کتب میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ جدید طرز پر کتب خانہ

تبدیل کیا جا رہا ہے۔ تصوف کا علیحدہ شعبہ زیر تجویز ہے۔

اکبری مسجد

شفاخانہ کے برابر اکبری مسجد کا شاندار دروازہ ہے اس مسجد کی تعمیر ۹۷۷ھ میں اکبر نے جہانگیر کی پیدائش پر کرائی اور حاضر ہو کر اظہار عقیدت کیا۔

یہ مسجد سرخ پتھر کی تعمیر ہے اور محرابوں میں سنگ مرمر کے نیل بوٹے ہیں۔ مسجد کے محراب کی بلندی ۵۶ فٹ ہے، مسجد ۱۴۰ مربع فٹ ہے، جنوب میں درگاہ کا محافظ خانہ ہٹا کر مسجد کی توسیع کر دی گئی ہے، ان میں کتب خانہ دارالعلوم قائم ہے۔

اس مسجد میں حوض اور کنواں بھی تھا جو پاٹ دیئے گئے ہیں۔ فرش کی مرمت عقیدت مند نواب دانا پور نے کرائی۔ مسجد کے مغربی حصہ میں سنگ مرمر کا فرش بنایا گیا ہے۔ مسجد کی توسیع مولف کی عقیدت مندانہ کوشش کا نتیجہ ہے۔

موئے مبارک کا حجرہ

اکبری مسجد کے دروازے کے اوپر ایک حجرہ ہے جس میں موئے مبارک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہیں۔ یہ مقدس تبرک ازراہ عقیدت جناب سید لطیف الزمان صاحب سجادہ نشین روضۃ الحدیث حیدر آباد دکن نے ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں جناب سید سعید مودودی صاحب کو مرحمت فرمایا۔ اس وقت خدمت سید ابراہیم علی انجام دے رہے ہیں، موئے مبارک کی آمد کا جلوس اجمیر کا ایک تاریخی جلوس تھا اس سے قبل مسلمانوں نے کسی جلوس میں عقیدت کے ساتھ کثیر تعداد میں شرکت نہیں کی تھی۔

تقریبات موئے مبارک

۱۱ ربیع الاول، بارہویں شب میں میلاد شریف اور غسل مبارک ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر قرآن خوانی اور زیارت بعد نماز عصر اور بعد نماز مغرب حجرہ مخصوصہ میں موئے مبارک رکھ دیئے جاتے ہیں۔

بلند دروازہ

یہ دروازہ سلطان محمود خلجی نے تعمیر کرایا، سرخ پتھر سے بنا ہوا ہے چونے کی سفیدی سے سرخ پتھر چھپ گیا ہے۔ اس دروازہ کی بلندی ۸۵ فٹ ہے یہ درگاہ شریف کی تمام عمارتوں سے بلند ہے اسی لیے اس کو بلند دروازہ کہتے ہیں۔ نیچے فرش سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کا ہے اس کی محراب تین سنہری زنجیروں میں تین سنہرے قمقمے آویزاں ہیں، برجیوں پر بھی دو فٹ سے زیادہ سنہری کلس لگے ہوئے ہیں۔ دروازہ کے سامنے دو چھتریاں ہیں اور پیچھے کم بلندی پر سادہ چھتریاں ہیں دروازہ کے دونوں طرف چبوترے ہیں جہاں سے اوپر جانے کے لیے دونوں طرف زینہ ہے۔ دروازہ کے مشرق کی طرف چبوترہ پر حضرت شیخ احمد خلیفہ خواجہ بزرگ کا مزار ہے۔ ۲۵ جمادی الثانی کو اس دروازہ پر جھنڈا لگایا جاتا ہے جس سے عرس شریف کی شروعات سمجھی جاتی ہے۔

بڑی دیگ

بلند دروازے سے دو قدم پیڑھیاں اتر کر مغرب کی طرف بڑی دیگ ہے یہ دیگ شہنشاہ اکبر نے چتور گڑھ کی فتح کے بعد حاضر ہو کر ۹۶۳ھ میں پیش کی تھی اس کا محیط (گھیر) ساڑھے تیرہ گز ہے اور اس میں سوا سو من کے قریب چاول پکائے جاسکتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی کئی بار اس میں کھانا پکتا ہے اکثر عرس شریف کے دوران عقیدت مند کھانا پکواتے ہیں، پہلے یہ کھانا تقسیم کیا جاتا تھا لیکن صبح سے شام تک جب دیگ خالی نہ ہوئی تو قدیم زمانے سے درگاہ شرف کے قریب رہنے والی ایک برادری جو اندر کوئی سے موسوم ہے خاص لباس میں جو جلنے سے محفوظ رکھتا ہے دیگ کو لوٹتے تھے۔ اب دیگ کا کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔

چھوٹی دیگ

بڑی دیگ کے مشرق میں چھوٹی دیگ ہے جو جہانگیر نے دربار میں حاضر ہو کر خلوص و عقیدت سے پیش کی۔ تاریخ یہ ہے ۱۰۲۲ھ ”بدینا باد و دائم نعت دیگ جہانگیری۔“

اس دیگ کی مرمت بڑی دیگ کے بعد ہوئی بعد ازاں نواب علی دلدوز نواز جنگ امیر حیدر آباد نے دو ماہ بعد تیار کرائی، دونوں دیگوں کے قریب کافرش سرخ پتھر کا بنا ہوا تھا اب سنگ مرمر کا ہے۔ دیگوں کے قریب لوہے کے کٹھرے بنے ہوئے ہیں۔ اس میں ۶۰ من کھانا تیار ہو سکتا ہے۔

نوٹ: بعض اوقات دیکیں مسلسل پکتی ہیں۔ کوئی کھانا لینے والا نہیں ہوتا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں بد بو آ جاتی ہے اور نالیوں میں بہایا جاتا ہے۔ یہ رزق کی بے حرمتی ہے جو اللہ کو اور نہ ہی خواجہ گو پسند ہے۔ ایسے موقعوں پر پلاؤ یا حلوہ دیگ میں آنے والے خرچہ کے برابر صرف ہو جائے تو مناسب ہے۔

صحن چراغ

بڑی دیگ کے قریب صحن میں گنبد نما خوبصورت چھتری میں اکبر کا پیش کردہ چراغ رکھا ہوا تھا جس کو اب ہٹا دیا گیا ہے۔

محفل خانہ

پہلے اس صحن میں شامیانہ لگا کر محفل سماع منعقد ہوتی تھی، نواب بشیر الدولہ والئی دکن نے اپنے فرزند کی ولادت پر عقیدت میں اس کی تعمیر ۱۳۰۹ھ میں کرائی۔ یہ شاندار عمارت ۴۶ فٹ مربع ہے اس میں قیمتی جھاڑو فانوس آویزاں ہیں، پہلے موسم بقی استعمال ہوتی تھی اب بجلی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عرس کے ایام میں یہاں محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔

خانقاہ

محفل خانہ کے اندر دروازے سے اس خانقاہ کا راستہ ہے۔ اکبر نے مسجد کے ساتھ اس کی تعمیر کرائی تھی یہ قدیم سماع خانہ ہے جہاں سجادہ نشین ۵ رجب کو سہ پہر میں سماع میں شرکت کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ بزرگ کو اسی جگہ غسل دیا گیا تھا۔

حوض اور سبیل

محفل خانہ کے سامنے ایک خشک حوض ہے جو عرس کے زمانہ میں بھر دیا جاتا ہے اس کی تعمیر میں شہنشاہ جارج پنجم کی اہلیہ نے دربار میں حاضر ہو کر پانچ سو روپے پیش کیے کچھ رقم درگاہ کمیٹی نے ملا کر سائبان بھی تعمیر کرا دیا، حوض کے برابر سبیل ہے۔ زائرین کے آرام کے لیے کھول دی ہے۔

لنگر خانہ

محفل خانہ کے سامنے مشرق کی طرف بڑے صحن سے گزر کر ایک بھانگ نظر آتا ہے اس میں لوہے کا ایک کڑھاؤ ہے جس میں پچاس پچاس کلو صبح وشام جو کائمنیں دلیا پکتا ہے اور غرباء و فقراء میں تقسیم ہوتا ہے عقیدت مند لوگ بطور تبرک اس کو کھاتے ہیں اس کا انتہام درگاہ کمیٹی کی جانب سے ہوتا ہے۔

جہاں غرباء و فقراء لنگر لینے کے لیے جمع ہوتے ہیں ایک عمدہ چمن عمارت موجود ہے اس کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد غریبوں اور فقیروں کو بارش اور دھوپ سے نجات ملی ہے۔

لنگر خانہ کے صحن میں ایک چھتری ہے یہ شہنشاہ اکبر کے فقیرانہ انداز کی یادگار ہے۔ اکبر یہاں ہاتھ میں فقیر کی حیثیت سے لنگر لینے آیا تھا اس کے ہاتھ سے یہ پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تھا۔

بجلی خانہ

لنگر خانہ سے شمال کی طرف بجلی گھر تھا جہاں بجلی تیار ہو کر پوری درگاہ میں روشن ہوتی تھی۔ اب انجن ہٹا دیا گیا ہے اور سرکاری بجلی حاصل ہو گئی ہے جس کے اخراجات کی کفیل درگاہ کمیٹی ہے۔ جنار میٹر بھی لگایا گیا ہے، لائٹ چلے جانے کے بعد اس کا استعمال ہوتا ہے۔

جامع مسجد یا مسجد شاہجہانی

محفل خانہ کے جنوب اور سبیل کے برابر ایک دروازہ ہے اس میں داخل ہو کر چند قدم پر دائیں جانب مغرب میں یہ عالیشان مسجد شاہجہانی کی تعمیر کردہ ہے جب وہ اودے پور فتح کر کے اجمیر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے دولاکھ چالیس ہزار کے صرفہ سے یہ مسجد تعمیر کرائی جو کئی سال بعد مکمل ہوئی۔ اس کی لمبائی ۹ گز اور چوڑائی ۷ گز ہے،

صحن میں پانچ دروازے ہیں تین مشرق کی جانب اور ایک شمال دوسرا جنوب حوض کی جانب ہے۔ کلیم ہمدانی نے مسجد کے لیے قصیدہ لکھا ہے ایک مصرع مندرجہ ذیل میں تاریخ نکالی ہے:

”کعبہ حاجات دنیا مسجد شاہجہاں“

مسجد کے بالائی حصہ میں شمال کی جانب دو حجرے ہیں۔ ایک حجرہ کے مغرب کی جانب ۱۲۹۱ء میں دہلی سے تبرکات نبوی لا کر رکھے گئے۔ دوسرا حجرہ پیش امام جامع مسجد کا ہے۔ مسجد شاہجہانی میں نماز جمعہ ہوتی ہے اس وقت توپیں داغی جاتی ہیں جس سے ایک شان معلوم ہوتی ہے پہلی توپ اذان کے وقت، دوسری خطبہ کے وقت، تیسری اقامت کے وقت کے لیے، چوتھی سلام کے بعد۔

مزار خواجہ حسین اجمیری

شاہجہانی مسجد کے پیچھے مغرب میں مقبرہ ہے جس میں حضرت خواجہ حسین اجمیریؒ کا مزار مبارک ہے اس کا مفصل ذکر سجادہ خواجہ بزرگؒ میں ہو چکا ہے۔ اندرون مقبرہ سجادگان کے مزارات ہیں۔ اس مقبرہ کے قریب زمین سجادہ نشین کے خاندان کے قبرستان کے لیے مخصوص ہے، اکبر کا فرمان ماہ ذی قعدہ ۹۶۹ھ میں نبیرہ خواجہؒ کے علاوہ دوسروں کو دفن کی ممانعت کی ہے۔ یہ زمین پیرزادگان میں تقسیم ہو گئی ہے جو قطعہ جس خاندان کے حصہ میں آیا اسی میں اپنی میت دفن کرتا ہے۔

سولہ کھنبہ

جہالہ کے پشت پر ایک خوبصورت دالان ہے جس میں سولہ ستون ہیں مرمیں جالیاں ہیں یہ حضرت شیخ علاء الدینؒ جو حضرت خواجہ حسین اجمیریؒ نبیرہ و سجادہ نشین کے بھتیجے ہیں ان کی زندگی میں دیوان خانہ مشہور تھا ان کی وفات کے بعد وہیں دفن کیا گیا ہے، تاریخ سال تعمیر محراب پر مشرق کی جانب منقوش ہے۔

قطعہ

بنائے مقبرہ بہادر شیخ علاء الدین کہ باد عاقبت او بخیر از زانی جوار مرقد آں شاہباز عرش نشین کہ زیر شہپر اویضہ مسلمانی

جاتیں۔ جھالرہ کے ایک خشک حصہ کو گہرا کر کے چاروں طرف چہار دیواری کردی گئی ہے ان میں پانی موجود ہے یہ خدام صاحبان نے ایک کنواں محرم میں تعزیہ ٹھنڈا کرنے کے لیے تعمیر کیا ہے۔ باقی حصہ پر درگاہ انتظامیہ نے زائرین کی سہولت کے لیے سنگ مرمر کا فرش بنوایا ہے۔ زائرین یہاں عرس کے موقع پر قیام کرتے ہیں۔ عرس کے دوران باہر سے آئے دواخانے زائرین کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔

شاہی گھاٹ

مسجد شاہجہاں کے جنوب مشرق حوض کے قریب صحن ہے جس کو شاہی گھاٹ یا سایہ گھاٹ کہتے ہیں۔ یہاں ایک مزار حضرت خواجہ ضیاء الدین ابوسعیدؒ فرزند خواجہ اعظمؒ کا ہے۔ سنگ مرمر کی چھتری ہے۔ دوسری چھتری کا مزار فرزند حضرت سید وجہ الدین مشہدی عم سید حسین خنگ سوار کا ہے۔ ان کے عرس کی تقاریب ہوتی ہیں۔

کرناٹکی دالان

یہ سایہ گھاٹ کے متصل تین درہ سنگ مرمر کی عمارت ہے۔ یہ دالان کرناٹک کے رئیس مظاہر رئیس الہند کا تعمیر کردہ ہے۔ اس میں اشعار منقوش ہیں۔

عبادت خانہ مستورات

کرناٹکی دالان کے سامنے پائیں دروازہ جس کو جنوبی دروازہ بھی کہتے ہیں نظر آتا ہے سنگ مرمر کے صحن سے پائیں دروازے کی جانب داخل ہوتے ہوئے دائیں بائیں عبادت خانہ مستورات ہے۔ یہ سنگ مرمر کا ہے اس میں پردے پڑے رہتے ہیں۔ یہاں پردہ نشیں مستورات عبادت کرتی ہیں۔ اس میں حضرت خواجہ معین الدین خورداور حضرت خواجہ قیام الدین بابریال نبیرہ خواجہ بزرگ کے مزارات ہیں۔

احاطہ

احاطہ مستورات سے پائیں دروازہ کے قریب جنوب مغرب میں سنگ مرمر کا خوبصورت احاطہ ہے اس کے کچھ حصہ پر چھت ہے۔ اس احاطہ سے ایک راستہ پائیں

چوکار درپے اتمام سال رفت خرد بگفت روضہ مرتب بخوانی آسانی

چہار یار

مولانا محمد حسنؒ کا ۷ رجب بوقت سماع پائیں دروازہ حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ کے شعر خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی پر حال آیا اور وصال ہو گیا۔ عرس کی تقاریب ۷ رجب و ۸ رجب کو ہوتی ہیں۔

شاہجہاں مسجد کے جنوبی دروازے سے نکل کر مغرب کی جانب ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جس میں قبرستان ہے۔ چہار یار ان کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ خواجہ اعظمؒ کے ہمراہ آنے والے چار بزرگوں کے مزارات ہیں علاوہ ازیں مولانا نمس الدین، مولانا محمد حسین الہ آبادی، مولانا معین الدین، حافظ بشیر علی بیگ کے مزارات اور کئی خدام صاحبان کی قبور ہیں۔

حوض جامع مسجد

جامع مسجد کے جنوب میں یہ چھتری دار حوض ہے جو ہر وقت پانی سے بھرا رہتا ہے اور اکثر لوگ یہاں وضو کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور مزار پر حاضری دیتے ہیں، سردی میں حوض کے قریب گرم پانی کا اہتمام ہوتا ہے۔

جھالرہ

درگاہ شریف کے جنوب میں واقع ہے اس گہرے چشمنے میں چہار دیواری شاہجہاں نے کرائی اس میں داخل ہونے کے تین راستے ہیں پہلا راستہ درگاہ شریف شاہجہانی مسجد کے پاس سے بذریعہ زینہ ہے۔ دوسرا راستہ سولہ کھجہ کے مغرب سے ہے، تیسرا راستہ خدام محلہ سے ہے۔ تینوں راستے میں زینے ہیں درگاہ شریف میں وضو کے لیے پانی یہاں مشین کے ذریعہ پائپ سے جاتا ہے۔ گرمیوں میں جھالرہ کا پانی خشک ہو کر مغرب کی جانب گہرے حصے میں رہ جاتا ہے اور برسات میں پھیل جاتا ہے جھالرہ کا پانی ہندو مسلم بلا تفریق مذہب و ملت کام میں لاتے ہیں اگر جھالرہ نہ ہوتا تو قرب وجوار کی بستیاں ویران ہو

دروازہ دوسرا مغرب میں جنتی دروازہ کو جاتا ہے۔ دروازہ اکثر کھولا جاتا ہے تاکہ زائرین آسانی سے باہر آسکیں۔

مزار بی بی حافظہ جمال

احاطہ نور کے مشرق اور خواجہ بزرگ کے پائیں حضرت بی بی حافظہ جمالؒ دختر خواجہ اعظمؒ کا مزار ہے۔ یہ سنگ مرمر کا ہے اوپر چھتری ہے اور اس میں تین دروازے ہیں ایک کھلا ہوا اور دو بند رہتے ہیں۔ مختلف رنگوں کے پتھروں کی پچی کاری سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کا دروازہ کمائی دار ہے اندرونی چھوٹی قبریں آپ کے صاحبزادوں کی ہیں جو زمانہ طفلی میں انتقال کر گئے تھے آپ کے شوہر شیخ رعی الدینؒ کا مزار ناگوری میں ہے۔

سبحر حور النساء بیگم

حضرت خواجہؒ کے پائیں مغرب میں حور النساء بیگم عرف چنی بیگم بنت شاہ جہاں اور جہانگیر کی عزیز پوتی فن ہے۔ اس قبر کے تعویذ پر پیکھراج کی تختی لگی ہوتی ہے لوگ اس میں پیسے اور کوڑیاں پھینکتے تھے اس لیے اس کو بند کر دیا گیا ہے یہ سنگ مرمر کی خوبصورت تعمیر شاہ جہان نے کرائی۔

جنتی دروازہ

یہ کی دروازہ بھی کہلاتا ہے اس کے کواڑ پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہے باہر سے ایک آہنی دروازہ اس کی حفاظت کے لیے لگایا گیا ہے۔ یہ دروازہ چاند رات سے چھ رجب تک عیدین اور عرس خواجہ عثمانی ہاروٹی کے موقع پر کھلا رہتا ہے، سال میں چار بار کھولا جاتا ہے، دروازہ کے اوپر یہ شعر لکھا ہوا ہے:

ہر کہ زیں باب مقدس داخل اندر روضہ شد

آتش دوزخ بردار فضل حق گردد حرام

مشہور ہے اس دروازہ سے سات بار جو شخص نکل جائے وہ جنتی ہے۔

ہمارا خیال ہے جو شخص خشوع و خضوع سے حاضری دے اور خواجہ کی اتباع کا عہد کرے اور جنتی دروازہ کے سامنے جامع مسجد کے دروازہ میں داخل ہو کر نماز ادا کرے اس کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (مولف)

روضہ

آستانہ سلطان الہند میں عام طور پر مشرقی دروازہ سے داخل ہو کر پائیں دروازہ سے نکلتے ہیں۔ مزار پہلے کچا تھا آپ کی لافانی شہرت فیوض اور برکات روحانی نے سلاطین وقت کو اس در پر حاضریاں دینے پر مجبور کیا اور اس خلوص و عقیدت سے تعمیرات کا سلسلہ جاری ہوا جو آج تک قائم ہے۔ حضرت شیخ خواجہ حسین ناگوری نے جو کامل ولی تھے سالہا سال تک مزار کی حفاظت و مجاورت کی، سلطان غیاث الدین جو حضرت شیخ کو ازراہ عقیدت مدعو کرتا تھا لیکن آپ شاہانہ صحبت سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں موئے کی زیارت کے لیے گئے تو سلطان نے تحائف پیش کیے آپ نے انکار کر دیا لیکن آپ کے صاحبزادے نے قبول کرنے کا خیال کر لیا آپ کو معلوم ہو گیا کہ اگر تم یہ قبول کرتے ہو تو ضروری ہے کہ تم حضرت خواجہ بزرگؒ اجمیری اور اپنے جد امجد حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے مقدس روضوں کی تعمیر میں یہ رقم صرف کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

گنبد شریف کا اندرونی حصہ سنگ مرمر اور اوپر کا اینٹوں میں چونہ ملا کر بنا ہے۔ گنبد پچوانس میں ہے صندلہ کی گھٹائی ہے، پورے ہندوستان میں اس طرز کا پہلا گنبد ہے۔ اس کی تعمیر ۸۵۹ھ میں ہوئی، گنبد کی نقاشی محمود ابن ناصر کے زمانہ میں ہوئی روضہ کی مغربی جالی پر یہ تاریخ کندہ ہے:

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ حسین

گفت ہاتف گو معظم قہ عرش بریں

روضہ کا دروازہ سلطان ماندو نے بنوایا، گنبد پر سنہری کلس اور گوشوں میں سنہری کلسیاں برادر نواب رام پور کی عقیدت مندانہ پیش کردہ ہیں جو نہایت شاندار ہیں۔ کہتے ہیں ایک بنجارے نے بھی سوامن سونا کلس پر چڑھایا تھا، اندرون گنبد محفل کی زریں چھت گیری ہے اور زنجیروں میں سونے کے قمقمے لٹکے ہوئے ہیں چھپر کھٹ کے اندر مزار سنگ مرمر کا ہے سیپ کا کام ہے مختلف پتھروں کی خوشنما پچی کاری ہے، مزار زینت کم خواب و محمل سے ڈھکا رہتا ہے۔ اس پر پھولوں کی چادر نظر آتی ہے، ایک سنہری کٹہرہ شہنشاہ جہانگیر نے پیش کیا تھا بعد ازاں چاندی کا کٹہرہ جہاں آراء کا پیش کردہ موجود ہے۔ اس کی مرمت مہاراجہ جے سنگھ واکسی جے پور نے کرائی تھی۔ اندر کا فرش سنگ مرمر کا ہے، مزار کے درمیان سے مغرب کی

جانب قد آدم کی بلندی پر قلمی خوشخط کلام پاک فقری صندوق اور چوکی پر رکھا ہوا ہے، لوگ اس کو بوسہ دیتے ہیں، چاندی کا صندوق اور چوکی نظام دکن کی نذر کردہ ہیں۔

توشہ خانہ

مزار کے مشرقی دروازہ کے دائیں بائیں جانب حجرے ہیں ان میں شہنشاہ اکبر کی چوڑ کے قلعہ کی لائی ہوئی جوڑیاں ہیں جن پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہے، شمالی توشہ خانہ میں روزانہ کام آنے والی اشیاء، چادریں، اگر دانی، چوئیں اور دوسرا سامان رہتا ہے اور جنوبی توشہ خانے میں قیمتی اشیاء، بادشاہوں کے نذر کردہ تحائف اور شاہجہاں کا فرمان متعلق وقف اس میں موجود ہے۔ اس میں سات تالے لگے ہوئے ہیں ہر خاندان کے پاس ایک تالے کی چابی رہتی ہے جب تک ساتوں افراد جمع نہ ہو جائیں توشہ خانہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔

بیگمی دالان

مشرقی دروازہ سے ملحق یہ عالی شان اور خوبصورت دالان دونوں جانب پھیلا ہوا ہے۔ تین در درمیان میں اور دو در دو جانب ہیں یہ سنگ مرمر کی تعمیر ہے، درمیانی دروازہ کو چھوڑ کر سب میں مرمر میں جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ ۱۰۵۳ھ میں شہزادی جہاں آراء بنت شاہجہاں نے تعمیر کرایا تھا جو حضرت خواجہ بزرگ کی بے حد معتقد تھی اور ”مونس الارواح“ کی مولف ہے۔ چھت پر بہت سے خوبصورت بلوریں جھاڑ فانوس ہیں اور دیوار پر سنہری کام نواب مشتاق علی خان والئی رام پور نے کرایا ہے۔

مسجد صندل خانہ

اس مسجد کو محمود خلجی مسجد جہانگیر اور مسجد عالمگیر بھی کہتے ہیں لیکن عوام میں مسجد صندل خانہ مشہور ہے۔ اس مسجد کی تعمیر سلطان محمود خلجی نے ۷۵۹ھ میں تین در کرائی۔ بعد ازاں شکستہ ہو جانے پر جہانگیر نے ازسرنو چار در بڑھا کر تعمیر کرائی پھر شہنشاہ اورنگزیب نے بڑے پیمانے پر مرمت کرائی، عرس کے ایام میں یکم رجب سے ۹ رجب تک اس میں صندل پیسا جاتا ہے اور کچھ دیر تک یہاں پھول بھی رکھے جاتے ہیں اس لیے اس مسجد کو مسجد صندل خانہ اور مسجد پھول خانہ بھی کہتے ہیں۔

صندلی مسجد کے باہر مشرقی حصہ کے قریب صحن میں سنگ مرمر کا احاطہ ہے۔ اس میں حضرت شیخ تاج الدین بایزید بزرگ ان کی ازواج اور عزیزوں کے مزارات ہیں۔ حال ہی میں مسجد کی چھت باہر کے حصے میں کسی عقیدت مند کی تعمیر ہے۔

احاطہ چنبیلی

مسجد صندل خانہ کے شمال میں ایک جالیدار احاطہ ہے اس میں حضرت رفیع الدین بایزید خور دو مستورات صالحات کے مزارات ہیں، مزار میں چنبیلی کے پتھر ہیں بہترین خوشبو آتی ہے۔

چلہ بابا فرید گنج شکر

صندل مسجد کے پیچھے مغرب میں واقع ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت فرید الدین گنج شکر نے چلہ کشی کی ہے۔ اس کا دروازہ ۵ محرم کی صبح سے شام تک کے لیے کھلتا ہے۔ مشہور ہے اس چلہ کا راستہ حضرت خواجہ بزرگ کے خام مزار تک جاتا ہے لیکن آگے دیوار بنا دی گئی ہے۔

احاطہ نور

بیگمی دالان کے مشرق میں ایک وسیع سنگ مرمر کا صحن ہے یہاں پر جمعرات کو محفل سماع سجادہ نشین کی قیادت میں ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں شجرہ خوانی چھٹی شریف قرآنی خوانی، محفل میلاد اور دیگر مذہبی تقاریب ہوتی ہیں۔ اس احاطے میں جو تالانے کی ممانعت ہے۔

اولیاء مسجد

مسجد صندل خانہ کے شمال مشرق میں ایک چھوٹی خوشنما مسجد ہے سنگ مرمر کی تعمیر ہے، خوبصورت بلوریں جھاڑ اور قلعے آویزاں ہیں، مشہور ہے کہ اجمیر کے ورود میں سب سے پہلے حضرت خواجہ نے یہاں نماز ادا کی تھی۔

ہمارا خیال ہے کہ سدا بہار پہاڑی سے منتقل ہونے کے بعد آپ نے یہاں نماز ادا کی ہوگی۔ (مولف)

مزار نظام سقہ

یہ مزار اولیاء مسجد کے جنوب مشرق میں ہے، سنگ مرمر کی تعمیر ہے چاروں طرف جالی

دار کبھرہ ہے، خوشنما نقش و نگار ہیں، مزار پر غلاف بھی رہتا ہے اس پر خواجہ بزرگ کے مزار کا گمان ہوتا تھا اور نگریب کو جب حقیقت معلوم ہوئی تو فرمایا:

”چراغ در پیش آفتاب پر تونہ دارد“

دالان حمید یہ

یہ دالان حاجی عبدالحمید صاحب خادم خواجہؒ نے ۱۳۶۱ھ میں سنگ مرمر کا تعمیر کرایا، جمعرات کو مستورات یہاں بیٹھ کر قوالی سنتی ہیں، لوگ دھوپ اور بارش سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس کے برابر درگاہ کمیٹی نے دالان کی تعمیر زائرین کی سہولت کے لیے کی ہے۔

حاجی وزیر علی صاحب کا دالان

ارکائی اور سبیل کے درمیان میں دو دالان حاجی وزیر علی صاحب خادم خواجہؒ نے زائرین کی سہولت اور آرام کے لیے تعمیر کرائے، پہلا دالان حاجی حافظ مروان علی صاحب مرحوم ۱۳۵۵ھ میں اور دوسرا حافظ فتح محمد مرحوم اور ان کی زوجہ ۱۳۶۰ھ میں بطور یادگار تعمیر ہوئے۔

مقبرہ علی خاں

اس کی چھت چوڑے کے لداؤ کی نشیبی گنبد نما ہے، درگاہ شریف کے مشرق جنوب میں اور جھارہ کے بالکل مشرق میں سنگ مرمر کی یہ عمارت ہے۔ اکبر کے دور حکومت میں علی قلی خاں اجمیر کے صوبہ دار تھے اپنے مدفن کے لیے یہ مقبرہ تعمیر کرایا تھا مگر انتقال آگرہ میں ہوا اور وہیں دفن کر دیئے گئے اور یہاں اکبر کے منصب دار دفن ہوئے۔

اس مقبرے میں ۷ محرم کو تعزیہ رکھا جاتا ہے اور مہندیاں چڑھائی جاتی ہیں۔

سبیل خواجہ سنجر

یہ سبیل بھی حاجی وزیر علی مرحوم خادم خواجہؒ نے ۱۳۶۰ھ میں لوگوں کے آرام کے لیے تعمیر کرائی۔

خواجہ غریب نواز گیٹ ہاؤس

دفتر درگاہ شریف کے متصل یہ چار منزلہ عمارتیں عالیشان جدید طرز کی تعمیر ہیں۔ اب تک ان میں قریب ۱۴۰ کمرے ہیں۔ غسل خانہ اور پاخانہ کمروں سے ملحق ہیں۔ زائرین کے لیے بہترین آرام گاہ ہیں۔ کمروں کا ریزرویشن ناظم درگاہ سے بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔ دو عمارتوں کا سنگ بنیاد اور افتتاح عالی جناب فخر الدین علی احمد صدر جمہوریہ ہند نے فرمایا تھا۔ جناب سید سعید مرتضیٰ صاحب صدر کمیٹی کے اثر و رسوخ سے کافی رقم وصول ہوئی اور جناب اسماعیل ایم بادل نائب صدر کمیٹی نے بہترین پلان سے عملی جامہ پہنایا۔

اجمیر

مختصر جغرافیہ

راجستھان جو پہلے راجپوتانہ کہلاتا تھا، ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع ہے اور وسط میں شہر اجمیر ہے۔ اجمیر کی جائے وقوع چند بلند پہاڑیوں کے درمیان میں ہے، جنوب میں اراولی پہاڑ، شمال مشرق میں مدار پہاڑ اور ناگ پہاڑ، مغرب میں تارا گڑھ اور دریائے سولی ہے۔

مختصر تاریخ

اجمیر ایک مرکب لفظ ہے۔ ”آج“ اور ”میر“ آج بکری کو اور میر پہاڑ کو کہتے ہیں۔ یہاں بکریاں کثرت سے چرائی جاتی تھیں، پہاڑ سے بکریوں کی بو آنے کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہوا۔ دوسری جانب روایت ہے کہ راجہ ارجے پال چکواچوہان نے پہاڑ کے دامن میں یہ شہر آباد کیا اس لیے ارجے سے آج اور میر سے پہاڑ ہو اس طرح اس کا نام اجمیر ہو گیا۔

بزرگوں کے مزارات اور چلے

مقبرہ سید حسین خنگ سوار

حضرت میر سید حسین خنگ سوار شہید جن کا ذکر پہلے صفحات میں بھی ہو چکا ہے۔ ۱۰۳۳ھ میں اعتبار خاں اکبر کے منصب دار نے مقبرہ تعمیر کرایا، گنبد کا زریں کلس ہے اور جنوب کی جانب اشعار کندہ ہیں۔ حال ہی میں گنبد کی جدید تعمیر ہوئی ہے۔ مزار پر عموماً تاش کی چادر رہتی ہے، سرہانے مونیوں کا ہار پڑا رہتا ہے، کمان جی راؤ سندھیانے ازراہ عقیدت سنگ مرمر کے سات دالان تعمیر کرائے۔

درگاہ شریف میں مسجد اور حوض بنے ہوئے ہیں اور بلند دروازہ چونسٹھ فٹ کے قریب ہے، گھوڑے کی بھی قبر ہے۔ میراں سید حسین کا عرس ۱۷/۱۸ رجب المرجب کو ہوتا ہے۔ مزار پر کلاوہ پلیٹ دیا جاتا ہے جس کو ہندو لوٹتے ہیں اور پھر مسلمان ان سے چھینتے ہیں یہ رسم اب بھی جاری ہے۔ درگاہ کی جاگیر بھی ہے۔ کمیٹی انتظام کرتی ہے۔

گنج شہداء

ان شہیدوں کے مزارات ہیں جو میراں سید حسین کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان مزارات کی چار دیواری جہانگیر کے ایک درباری وزیر خان نے تعمیر کرائی۔

امیر تاجان و امیر ترخان شہداء

یہ مزارات متصل اور چشمہ مغرب کی جانب پہاڑی سطح پر ہیں، چاروں طرف پختہ دیوار ہے اور پختہ حوض بنا ہوا ہے مزاروں پر چھیلی کے درخت پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی گنج شہداء بتائے جاتے ہیں۔

چلہ بی بی حافظ جمال

حضرت خواجہ کی صاحبزادی نے یہاں کثرت عبادت و ریاضت کی ہے۔ یہ چلہ نور چشمہ کے قریب تنہائی میں واقع ہے۔ ۱۹ رجب کو لوگ یہاں کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔

نوح چشمہ

تارا گڑھ پہاڑ کے دامن میں مشرق کی جانب واقع ہے۔ شکستہ دیواروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ابے پال کا آباد کردہ شہر تھا۔ نہایت پرسکون اور شاداب مقام ہے۔ جہانگیر کو یہ جگہ پسند آئی اور ایک محل تعمیر کرایا تاریخ کا آخری مصرعہ یہ ہے:

محل شاہ نور الدین جہانگیر

چلہ حضرت خواجہ بزرگ

اناساگر کے قریب پہاڑی واقع ہے۔ اجمیر آکر پہلے آپ نے اس غار میں قیام فرمایا دولت خاں نے چلہ کے سامنے پختہ عمارت بنوائی۔ دروازہ پر اشعار کندہ ہیں تاریخ کا آخری مصرعہ حسب ذیل ہے:

”سی و ہفت و ہزار بود سنین“

۱۰۳۷ھ

چلہ حضرت قطب صاحب

اناساگر کے قریب پہاڑی پر واقع ہے، مغرب کی جانب دروازہ ہے، دروازے سے پہلے ایک مسجد ہے اندر دونوں جانب دالان ہے۔ اندرون چلہ تین در کی مسجد ہے اس کی بنیاد پر مولانا شمس الدین خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین غفر جہاں نے شعر کہا ہے:

”از پئے تاریخ سائش ہاتف از روئے نوید“

دونوں چلے درگاہ کمیٹی کے زیر نگرانی ہیں۔

وادپاسخ گو مورخ ذکر ہو رب مجید

ہر مہینہ کی چودہ تاریخ کو ظہر کی نماز کے بعد محفل سماع ہوتی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو قطب صاحب کا عرس ہوتا ہے۔

چلہ سالار مسعودؒ

حضرت خواجہؒ کے چلہ کے قریب ہے۔ یہاں سالار مسعود دفن ہیں جو حضرت خواجہ بزرگؒ کے خلیفہ تھے، عوام میں سالار غازی سے مشہور ہے۔ گنبد سرخ پتھر کا ہے یہاں کئی بزرگوں کے مزارات ہیں۔

چلہ حضرت غوث پاکؒ

حضرت غوث پاکؒ اجمیر تشریف نہیں لائے، مشہور ہے سوئٹے شاہ نام کا ایک شخص بغداد سے حضرت غوث پاکؒ کے آستانہ کی ایک اینٹ لے آیا تھا اور وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد ان کے سینہ پر رکھ دیا جائے محض اس بناء پر چلہ غوث پاکؒ مشہور ہے۔ یہ درگاہ شریف کے جنوب میں پہاڑ پر واقع ہے یہاں ایک حوض اور دو دالان ہیں۔

مزار مدار شاہ

اسلامیہ ہائر سکندری اسکول سے ملحق پڑاؤ پر لب سڑک مزار ہے۔ مزار پر گنبد ہے اور دالان ہے۔ شعبان میں عرس ہوتا ہے یہاں ایک اکھاڑہ بھی ہے۔

مقبرہ عبداللہ خان

ریلوے گودام کے سامنے فرخ سیر کے وزیر سلطنت سعید میاں المعروف عبداللہ خان کا سنگ مرمر کا مقبرہ ہے۔ سامنے ان کی اہلیہ کا مزار ہے۔

عید گاہ

آج بھی مسلمانان اجمیر و گردنواح اس میں نماز عیدین ادا کرتے ہیں۔ شہر قاضی خطیب جامع مسجد نماز پڑھاتے ہیں، سجادہ نشین بھی یہاں نماز پڑھتے ہیں۔ اس کی تعمیر

نواب مرزا چمن بیگ نے کرائی۔ اس کی لمبائی ۳۰ گز اور چوڑائی ۴۰ گز ہے۔ وسط کی محراب میں قطعہ تاریخ کندہ ہے جس کا آخری مصرعہ یہ ہے:

”شد آراستہ مسجد اہل دین“

عید گاہ کا انتظام درگاہ کمیٹی کرتی ہے۔

مسجد التمش

اس کو ڈھائی دن کا جھونپڑا بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد اندر کوٹ میں ہے، اندر کوٹ چار ہزار سال قبل راجہ اندرسین نے آباد کیا اور بت خانہ بنایا تھا اور بدھ مذہب کے طریقہ پر عبادت کرتا تھا۔ ۵۹۵ھ میں سلطان شہاب الدین غوری نے محراب سنگ مرمر کی بنوائی اور جمعہ کے دن نماز ادا کی اور اس میں تاریخ بناء محراب پر یہ لکھوائی۔

بنا فی الہادی والعشرین جمادی الاخر سن خمسۃ وتسعین و خمس مائۃ۔

اور دیوار غربی میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

بنا فی تولیۃ ابی بکر بن احمد جمال بفضلہ بتاریخ ذی الحجۃ سۃ وتسعین وخمس مائۃ۔ سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں مسجد التمش مشہور ہوئی اور اس کی شکل بدل گئی۔ ۱۴۷ھ میں سنگ سرخ سے تیار کی گئی دو طرف تین تین برجیاں، درمیان میں بڑا گنبد بنایا گیا ہے۔ درمیانی محراب کے بازوؤں پر دوسرے پتھر کے مینار تعمیر کرائے، درمیانی محراب کی بلندی ۵۶ فٹ ہے، دائیں محراب پر سورہ انا فتحنا اور سن تعمیر اور بائیں محراب پر سورہ تبارک اور درمیان کی محراب پر عربی میں کتبہ بخط جلی کندہ ہے۔

مسجد گھنٹہ گھر

یہ عالیشان مسجد اسٹیشن سے نکلتے ہی سامنے نظر آتی ہے۔ اکثر زائرین اس میں نماز ادا کرتے ہیں، یہاں نماز جمعہ ہوتی ہے، مسجد کے نیچے خواجہ ہوٹل ہے، ذبیحہ گوشت کی اسٹیشن کے قریب یہی ہوٹل ہے۔

مسجد عبد اللہ

یہ ایک قدیم بڑی مسجد ہے، ریلوے گودام کے سامنے سیٹھ اللہ رکھا بلڈنگ کے متصل ہے یہاں نماز جمعہ ہوتی ہے، تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ اس بے دینی کے دور میں یہاں دین پر محنت ہو رہی ہے۔

مسجد میاں بابی

درگاہ بازار میں ہے، مسجد موتی کڑہ سے مشہور ہے، اس کے نیچے دکانیں ہیں یہ سرخ پتھر کی تعمیر ہے اس مسجد میں پانچ در، حجرے اور پختہ کنواں ہے۔
اختصار کے سبب بعض مساجد کا ذکر رہ گیا ہے۔

اجمیر کی مشہور عمارات

میو کالج

یہ کالج سرینگر روڈ پر ہے، لاڈ میو گورنر جنرل ہندوستان نے ۱۸۷۳ء میں تعمیر کی بنیاد رکھی اور ۱۸۷۵ء میں تکمیل ہوئی، قریب سولہ ایکڑ زمین میں پھیلا ہوا ہے، قریب میں راجہ نوابوں کی کوٹھیاں ہیں، یہ کالج والیان ریاست کے لیے مخصوص تھا اس میں لاڈ میو کا قیمتی مجسمہ نصب ہے، آزادی کے بعد ہر شخص کو داخلہ کی اجازت ہے جو وہاں کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو، یہ سفید پتھر کی تعمیر ہے اور اندر ”سوئمنگ پول“ بھی ہے۔

گھنٹہ گھر

جہلی ٹاور کہلاتا ہے۔ ۱۸۸۸ء میں تعمیر ہوا، ریلوے اسٹیشن کے سامنے ہے اس کی بلندی سو فٹ ہے دس ہزار روپے اس کی تعمیر میں صرف ہوئے تھے۔ اس کے قریب خوبصورت فوارے لگے ہوئے ہیں، قریب میں عالیشان مسجد کے مینار نظر آتے ہیں، مسجد

میں نماز جمعہ ہوتی ہے۔

ٹاؤن ہال

مدار گیٹ کے قریب سرخ رنگ ۱۸۹۹ء میں کرنل ٹرپور ایجنٹ راجپوتانہ کی یادگار میں تعمیر شروع ہوئی اور ۱۹۰۱ء میں مکمل ہوئی۔ اب اس عمارت کا نام گاندھی بھون ہے باغیچہ میں مہاتما گاندھی کا مجسمہ نصب ہے اس میں میونسپل کی لائبریری ہے۔

ایڈورڈ میموریل

ریلوے اسٹیشن کے سامنے قریب میں یہ عمارت ہے اس کو بادشاہ ایڈورڈ ہشتم کے نام پر ۱۶ نومبر ۱۹۱۲ء کو لاڈ ہارڈنگ گورنر جنرل نے سنگ بنیاد رکھا۔ اس میں پچاس کمرے اور نو ہال ہیں جو کرایہ پہ دیئے جاتے ہیں۔

ریجنل کالج

۱۹۶۳ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ یہ کالج پشکر روڈ پر ہے اس قسم کے کالج ہندوستان میں چار ہیں۔ یہاں بی ایس سی، بی ایڈ میں اردو، ہندی، انگریزی، گجراتی وغیرہ مضامین ہیں یہ جدید طرز کی خوبصورت عمارت ہے۔

میڈیکل کالج

یہ کالج جواہر لال میڈیکل کالج کہلاتا ہے یہ چار منزلہ جدید طرز کی عمارت ہے قریب میں ایک بڑا جواہر لال ہسپتال ہے جو پہلے وکٹوریہ اسپتال کہلاتا تھا۔

تاراکڑہ

یہ ایک قدیم مشہور قلعہ ہے، پرتھوی راج نے بڑے پیمانہ پر اس کی مرمت کرائی بعد ازاں اس پر خاص توجہ نہیں دی گئی۔ اب شکستہ حالت میں نظر آتا ہے، برٹش حکومت کی فوج اور پرتھوی، کچھ پیر کس بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کی موجودہ آبادی قریب پانچ سو ہے۔ یہ لوگ ابامیہ عقائد رکھتے ہیں۔

ہاتھی بھاٹا

راجستھان میں پتھر کو بھاٹا کہتے ہیں اس نام سے ایک محلہ آباد ہے وہاں جہانگیر کے زمانے کا پتھر پر تراشیدہ ہاتھی پتھل کے درخت کے نیچے رکھا ہے اور دائیں جانب یہ شعر کندہ ہے:

تاریخ فیل شد از حکمت الہ
ایں کوہ پارہ فیل جہانگیر بادشاہ

مشہور دروازے

یہ دروازے شہر پناہ کے تھے، ترپولیہ دروازہ یہاں سے اندر کوٹ میں داخل ہوتے ہیں، مدار دروازہ یہاں سے مدار گیٹ مشہور بازار کو راستہ جاتا ہے۔ دہلی دروازہ، آگرہ دروازہ، غالباً یہ دہلی اور آگرہ کے راستہ ہوں گے۔ ایک اور دروازہ، آگرہ دروازہ منہدم ہو گیا ہے، باقی چاروں موجود ہیں۔

فصیل شہر

یہ فصیل اکبر نے ۹۷۷ھ میں شہزادہ مراد کی پیدائش کی خوشی میں تعمیر کرائی شہر کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اکثر مقامات منہدم نظر آتے ہیں۔ دروازوں کے قریب کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔

سیسہ کان (شیشہ خان)

ڈگی (ایک تالاب) کے قریب ہے یہاں پہلے شیشہ نکلتا تھا۔ اندر چند کنویں بند ہیں، ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔

دفاتر

اجیر میں ریلوے کے بڑے دفتر اور کارخانہ بھی ہیں، راجستھان کا پبلک سروس کمیشن اور دفاتر ریونیو بورڈ ہے۔

دولت باغ

یہ مشہور باغ انا ساگر کے قریب ہے اس کا نام سہاش باغ ہے اس میں حوض فوارے اور مختلف قسم کے پھولوں کے درخت ہیں۔ نہایت سرسبز ہے، رنگ رنگ کے پھولوں میں اس باغ کی شان انا ساگر اور بارہ دری سے بڑھ گئی ہے، شا جہاں کی سنگ مرمر کی تعمیر ہے۔

مولانا آزاد باغ

جس کو آزاد پارک بھی کہتے ہیں کلکٹر آفس کے قریب پٹیل میدان کے عقب میں ہے، نہایت وسیع اور پر فضا ہے اس میں مولانا آزاد کا مجسمہ نصب ہے۔

وجے لکشمی پنڈت پارک

یہ مولانا آزاد پارک کے متصل ہے، یہ مستورات کے لیے مخصوص ہے اندر ایک کمرہ ہے جو کسی تقریب پر کرایہ پر دیا جاتا ہے خوبصورت پھولوں کے بیڑے اور اچھے درخت ہیں، بڑے ہر طرف نظر آتا ہے۔

آنا ساگر

یہ شہر کا مشہور تالاب ہے، راجہ دیو نے بنوایا تھا، اس کی لمبائی قریب چھ سو گز اور چوڑائی ڈیڑھ سو گز ہے یہ زیادہ گہرائی نہیں ہے اس کے مشرقی کنارہ پر گھاٹ ہیں۔ قریب میں دھوبی کپڑے دھوتے ہیں۔ بارہ دری سے اس تالاب کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ شا جہاں نے دوسری عمارات کے ساتھ حمام اور بارہ دری بھی تعمیر کرائے یہ سب سنگ مرمر کی تعمیر ہے۔

فائی ساگر

یہ تالاب اجیر سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ میونسپل نے مسٹر فائی ایک انجینئر کے اہتمام میں ۱۸۹۰ء میں بنوایا، پہلے یہاں سے پورے شہر میں پینے کا پانی دیا جاتا تھا جواب ناکافی ہے۔ اب پینے کا پانی راج محل سے آتا ہے بہر حال اس سے مدد ضرور ملتی ہے یہاں میونسپل نے عمارت بنادی ہے جو کرایہ پر دی جاتی ہے یہ پر فضا مقام ہے۔

تالاب پشکر

اجمیر سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چند سال قبل یہاں سے بھی پانی سپلائی ہوتا تھا یہاں برہما مندر کی مشہور عمارت ہے، ہر سال مویشیوں کا میلہ لگتا ہے، اہل ہند کا تبرک مقام ہے، اس کے علاوہ اجمیر میں ملوسر ڈگی کا تین باؤلی، اتاباؤ، کیلا باؤ، بڑا باؤلی وغیرہ تالاب بھی ہیں۔

--*

نمونہ کلام حضرت خواجہؒ

اوصاف علی بہ گفتگو ممکن نیست
گنجائش بحرور بو ممکن نیست
من ذات راہو اجبی کے دانم
الا دانم کہ مثل او ممکن نیست
شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سرواد نہ داد دست درست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ
کارے کہ حسینؑ اختیارے کر دی
درگشن مصطفیٰ گہارے کر دی
از بیچ پیہراں نیا بد ایں کار
واللہ حسینؑ کارے کر دی
ز پیش براگن نقاب دعویٰ را
ہیں بدیدہ صورت جمال معنی را

--*

شجرہ پیران چشت

اے خداوند! تو ذات کبریا کے واسطے
میں ہوا ہوں سخت زاری دردِ محنت میں عزیز
خواجہ بصری حسنؒ کا نام لاتا ہوں شفیع
فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن غیاضؒ
حضرت خواجہ حذیفہؒ کے لیے نیک رحم کر
خواجہ ممشادؒ کی خاطر مرا دل شاد کر
خواجہ ابدال احمدؒ بو محمد مقتدائے
خواجہ مودود چشتیؒ خواجہ حاجی شریفؒ
والی ہندوستان خواجہ معین الدین چشتیؒ
کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکرؒ

بخش دے اپنی محبت اور قطع ماسوا
واسطے پیران شجرہ چشتیاں کے واسطے

--*

غریب نوازؒ

از: علامہ انور صابری

معین سلسلہ مصطفیٰ غریب نواز
امین دولت مشکل کشا غریب نوازؒ
ازل سے تا ابد فاطمہ کے نور نگاہ
انیں قافلہ کر بلا غریب نوازؒ
ذرا سا خوف شریعت ہے درمیاں درنہ

نہ پوچھیے تمہیں کہدوں میں کیا غریب نواز
بجا ہے آپ کو سرتاج اولیاء کا خطاب
چراغ عرش حریم خدا غریب نواز
کہیں تو کس سے کہیں اپنا مدعائے حیات
نہیں ہے کوئی تمہارے سوا غریب نواز
کھڑا ہے منتظر لطف دیر سے در پر
غلام انور مسکین گدا غریب نواز

——*

شان اولیاء

اولیاء رہست قدرت ازالہ
تیر جتہ باز آرنش زراہ
گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب
تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید
آں سخن را کرد محو و ناپدید
گرت برہان باید و حجت مہا
از بنے خواں آئیم اوستہا
آئیم انسو کم ذکرى بخواں
قوت نیاں نہادن شان بداں

——*

مولانا رومؒ

حواشی

- ۱۔ سفینہ الاولیاء۔
- ۲۔ سیر الاقطاب
- ۳۔ احسن السیر
- ۴۔ سیر الاقطاب۔
- ۵۔ فرشتہ۔
- ۶۔ تاریخ فرشتہ۔
- ۷۔ اجمیر سے ۴۵ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے۔ عطائے رسول
- ۸۔ عطائے رسول
- ۹۔ عطائے رسول
- ۱۰۔ ناتواں شاہ نام سے بھی مشہور ہیں۔ عطائے رسول
- ۱۱۔ ماخوذ از مسالک السالکین۔
- ۱۲۔ ماخوذ از سیر الاقطاب معین الارواح۔ حسن الاولیاء۔
- جناب حضرت شمس الدین وطائفہ درویش حضرت خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین، بی بی امہ اللہ سے ہیں
- بجگہ حضرت خواجہ گیسو دراز و جماعت درویش کے مطابق خواجہ فخر الدین، خواجہ ابوسعید اور خواجہ حسام الدین
- تینوں بی بی عصمت اللہ سے پیدا ہوئے۔ اکثریت خواجہ گیسو دراز سے متفق ہے۔ مرتب معین الاولیاء جو نبیرہ
- خواجہ بزرگ ہیں وہ بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں۔
- ۱۳۔ سیر الاقطاب معین الاولیاء، مولفہ دیوان امام الدین۔
- ۱۴۔ خزینۃ الاصفیاء ۲۶۵۔
- ۱۵۔ عطائے رسول۔
- ۱۶۔ مسالک السالکین بحوالہ معین الارواح۔
- ۱۷۔ مسالک السالکین بحوالہ معین الارواح۔
- ۱۸۔ برطانیہ کے سابق مشہور وزیر اعظم۔

- ۱۹ بحوالہ معین الاولیاء۔
- ۲۰ بحوالہ معین الاولیاء۔
- ۲۱ معین الاولیاء۔
- ۲۲ معین الاولیاء۔
- ۲۳ اخیلاخبار۔
- ۲۴ معین الاولیاء۔
- ۲۵ معین الارواح میں غیاث الدین خلجی لکھا ہے لیکن محمود خلجی صحیح ہے۔ معین الاولیاء اور معین الہند میں بھی محمود خلجی ہی لکھا ہے۔
- ۲۶ معین الاولیاء۔ ۱۲۷۔
- ۲۷ بعض کے نزدیک کمال الدین حسن احمد خواجہ نجم الدین کے چھوٹے بھائی تھے۔ خواجہ نجم الدین نے انہیں اپنا لڑکا بھی مانتا ہے حسب معین الاولیاء ص ۱۲۷۔
- ۲۸ معین الاولیاء۔
- ۲۹ معین الاولیاء۔
- ۳۰ تاریخ الاولیاء۔
- ۳۱ معین الہند۔
- ۳۲ سوانح عمری سلطان الہند غریب نواز
- ۳۳ خزینۃ الاصفیاء۔ صفحہ ۲۵۹
- ۳۴ یہ اشعار معین الارواح میں ہیں۔
- ۳۵ یہ شعر معین الارواح میں نہیں ہے۔
- Ajmer through Inscription Since 1532 to 1852 S.I.Syed Trimizi
- ۳۵ یہ قدیم زبان کا لفظ ہے اس میں حضرت خواجہ بزرگ کی تعریف ہے۔
- ۳۶ حسب تحریر دلیل العارفین۔ قطب صاحب کے وہلی جانے کے بیس روز بعد حضرت خواجہ کا وصال ہوا۔
- ۳۷ عطائے رسول۔
- ۳۸ معین الاولیاء